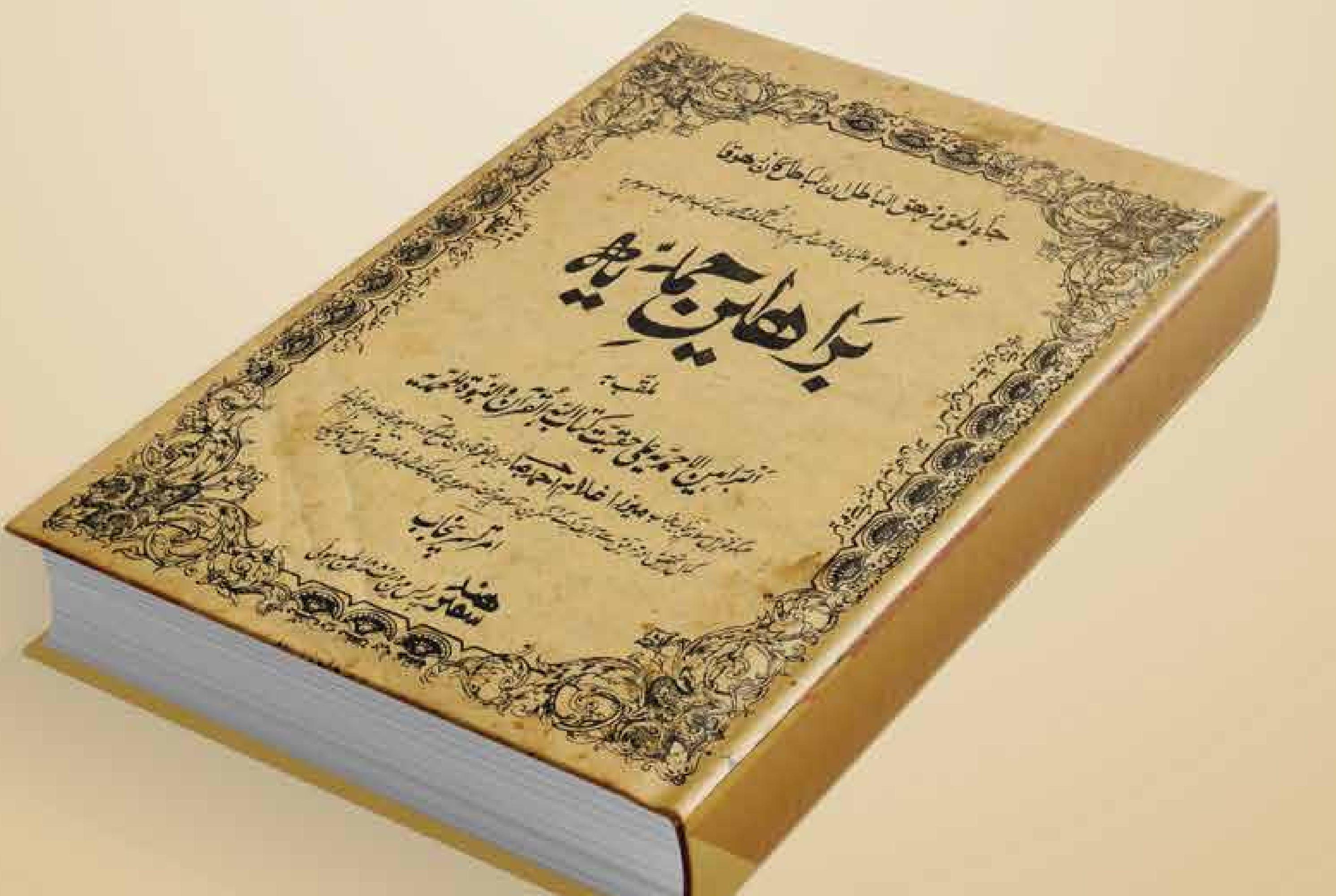
روزنامہ
الفضل
انٹرنیشنل

خصوصی اشاعت بر موقع
یومِ مسیح موعود
بعنوان
براہینِ احمدیہ

’’اس احقر نے... جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب... اس کے تالیف ہونے پر کھلی کہ وہ **ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔** جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۵، حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)



مدیرِ اعلیٰ: حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ | جلد ۳۰ | جمعرات ۲۳؍ مارچ ۲۰۲۳ء | یکم رمضان المبارک ۱۴۴۴ ہجری قمری | ۲۳؍ امان ۱۴۰۲ ہجری شمسی | شمارہ ۲۴

اداریہ

"دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا"

بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖىہَا وَمُرۡسٰىہَا

امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں نبی اکرم ﷺ کی پیشگوئیاں پوری ہونے کا ایک ثبوت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے اُس بے مثال خدمتِ اسلام کا وقوع پذیر ہونا بھی ہے جن کا ذکر ان پیشگوئیوں میں آتا ہے۔ حضورؑ کی معرکہ آرا تصنیفِ لطیف براہینِ احمدیہ بلاشبہ تاریخِ اسلام میں ایک ایسا شاہکار ہے جس نے ایک نئے علم الکلام کی بنیاد رکھی، ایک ایسی کتاب جس میں تمام مذاہب کی جانب سے اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے سوالات کے مدلّل جوابات پیش کیے گئے اور آج تک جماعتِ احمدیہ بڑی کامیابی کے ساتھ اُنہی بنیادوں پر کتاب اللہ یعنی قرآنِ مجید کی حقانیت اور نبی اکرم ﷺ کی صداقت ثابت کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی چلی آ رہی ہے۔

زیرِنظر شمارہ یومِ مسیح موعود کے بابرکت موقع پر 'براہینِ احمدیہ' کے موضوع سے شائع کیا جا رہا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس شمارے میں براہین احمدیہ سے ایک نئی شان سے ہونے والی اسلام کی احیائے نَو، قرآنِ کریم اور رسول اللہؐ کی امتیازی شان، براہینِ احمدیہ کا فکری تناظر، اُس دور میں مسلمانوں کی صورتحال، تقابلِ ادیان، اس میں مذکور پیشگوئیوں پر ایک طائرانہ نگاہ، اس کی برکت سے ایمان لانے والے اصحاب کی سرگزشت، اس سے متعلق بعض ضروری امور وغیرہ کو یکجا کر کے شائع کر دیا جائے تا کہ قارئین کی توجہ اس کتاب سے استفادے کی طرف مبذول ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے۔

یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ اس خصوصی شمارے کی اشاعت کے ساتھ، آج کے بابرکت روز جو کہ یکم رمضان المبارک اور یومِ مسیح موعود بھی ہے الفضل انٹرنیشنل سہ روزہ سے روزنامہ ہو رہا ہے۔ مزید برآں دسمبر ۲۰۱۶ء میں روزنامہ الفضل ربوہ کی اشاعت میں بندش کے بعد دسمبر ۲۰۱۹ء میں لندن سے جاری ہونے والا روزنامہ الفضل (آن لائن) لندن بھی آج سے الفضل انٹرنیشنل میں ضم ہو رہا ہے۔

الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ سفر ۷؍جنوری ۱۹۹۴ء کو ۱۶؍ گریسن ہال روڈ (مسجد فضل) لندن سے بطور ہفت روزہ اخبار کے شروع ہوا۔ پہلے اخبار کی پیشانی پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام "دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا" درج تھا جس کی عددی قیمت ٹھیک اسی سال یعنی ۱۹۹۴ کا عندیہ دیتی تھی۔ مئی ۲۰۱۹ء میں یہ اخبار ہفت روزہ سے سہ روزہ میں تبدیل ہوا اور آج خدا کے خاص فضل اور رحم کے ساتھ بطور روزنامہ اس کا پہلا پرچہ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

خلافتِ احمدیہ نے پاکستان میں جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ آرڈیننس نمبر ۲۰ کے ذریعے جماعت احمدیہ پر عائد کی جانے والی پابندیوں کے مہلک نتائج کو بھانپتے ہوئے الفضل کے عالمگیر متبادل الفضل انٹرنیشنل کا اجرا کرتے ہوئے دعا دی کہ **"خدا کرے کہ یہ اخبار نہ صرف کامیابی سے جاری رہے بلکہ بیش از پیش ترقی کرتا ہوا ہفتہ وار کی بجائے روزنامہ میں تبدیل ہو جائے۔"**

چنانچہ اب جبکہ روزنامہ الفضل ربوہ کی اشاعت پر پابندی ہے خلافتِ احمدیہ کے زیرِسایہ پنپنے والا اُس کا متبادل عالمگیر کینوس پر اپنا کردار نبھانے کے لیے حاضر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ادارہ الفضل کی عاجزانہ کاوشوں میں اپنے فضل سے بے مثال برکت پیدا فرمائے اور دنیا بھر میں بسنے والے الفضل کے نمائندگان، رضاکاران و معاونین نیز کارکنان کو خلافتِ احمدیہ کی منشائے مبارک کے مطابق اپنے فرائض بہترین انداز میں ادا کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ (آمین)

الفضل انٹرنیشنل کے ابتدائی دور میں آج جیسی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ ایک طرف کاپیوں کی پیسٹنگ اور آرٹ ڈیزائننگ کی خاطر خواہ وقت اور توانائی صرف ہوتی تو دوسری جانب خریداران کے پتہ جات دستی تیار کیے جاتے۔ الغرض انتظامی لحاظ سے اخبار چلانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اخبار الفضل پر اللہ کا ایک فضل اس طرح بھی نازل ہوتا چلا آتا ہے کہ ہر دور میں حسبِ ضرورت مخلص اور مستقل مزاج رضاکار اسے میسر رہے۔ اس کی درخشندہ مثال رضاکاران پر مشتمل اُس ٹیم کی ہے جس نے عرصہ پچیس سال تک اخبار کی ترسیل کا فریضہ بہت ذمہ داری سے سرانجام دیا۔ محترم نصیر احمد قمر صاحب (سابق مدیرِ اعلیٰ و مینیجر الفضل انٹرنیشنل) نے ایک موقع پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ خلافتِ احمدیہ کی توجہ کی برکت سے پچیس سالہ دورِ ادارت میں کبھی ایک مرتبہ بھی اخبار کی ترسیل تاخیر کا شکار نہ ہوئی۔ اِلا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی، کسی بھی صورت الفضل انٹرنیشنل کے لیے طوعی طور پر خدمات سرانجام دینے والے احباب و خواتین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس بابرکت موقع پر سیّدنا و امامنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ادارے کی درخواست پر ہمیں ایک پیغام سے نوازا ہے جس میں حضور ایدہ اللہ الودود نے ازراہِ شفقت اخبار کے آغاز سے آج تک کے سفر کا مکمل احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ ادارے کو آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی عطا فرمایا ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی صحیح معنوں میں اس کو روزانہ جاری رکھنے کی ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے اور الفضل کے قارئین کو بھی اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ توفیق بھی دے کہ وہ اس کے خریدار بن سکیں تا کہ اس سے وہ مقصد پورا ہو جس کی خواہش حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس کے اجراء کے وقت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ہماری دینی اور اخلاقی اور روحانی اور علمی ترقی کا باعث بنائے۔ آمین"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باوجود اپنی کم مائیگی اور کمیوں کوتاہیوں کے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کا وارث بناتے ہوئے الفضل کے قیام کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ کے نام سے ہی اس کا چلنا ہو اور اُسی کے نام سے اِس کا منزلِ مقصود پانا۔ تمام قارئین الفضل سے بھی اس تاریخی موڑ پر دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

فہرست مضامین

الفضل انٹرنیشنل کے روزنامہ ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد یوکے

HM-27-01-2023

مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل انٹرنیشنل لندن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار الفضل کے سن 2023 کے آغاز سے روزنامہ کی شکل میں جاری ہونے پر آپ کی خواہش کے پیش نظر میرا یہ پیغام ہے کہ اس کے اجراء کے وقت شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے حالات کے مطابق اسے ہفتہ وار جاری کیا تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتظامی لحاظ سے اتنی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھنے والے بھی اتنے مہیا ہو رہے ہیں اور مواد بھی اس قدر میسر آ رہا ہے کہ ہم اس کو روزنامہ بنا کر اس کے مطابق اس کی اشاعت کر سکیں۔ اس لئے یہ اخبار جو ابتداء میں ہفتہ وار تھا اور کچھ عرصہ قبل ہفتہ میں دو شماروں میں تبدیل ہوا، اب یہ اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق سے روزنامہ بن رہا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی صحیح معنوں میں اس کو روزانہ جاری رکھنے کی ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے اور الفضل کے قارئین کو بھی اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ توفیق بھی دے کہ وہ اس کے خریدار بن سکیں تا کہ اس سے وہ مقصد پورا ہو جس کی خواہش حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس کے اجراء کے وقت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ہماری دینی اور اخلاقی اور روحانی اور علمی ترقی کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

[signature]

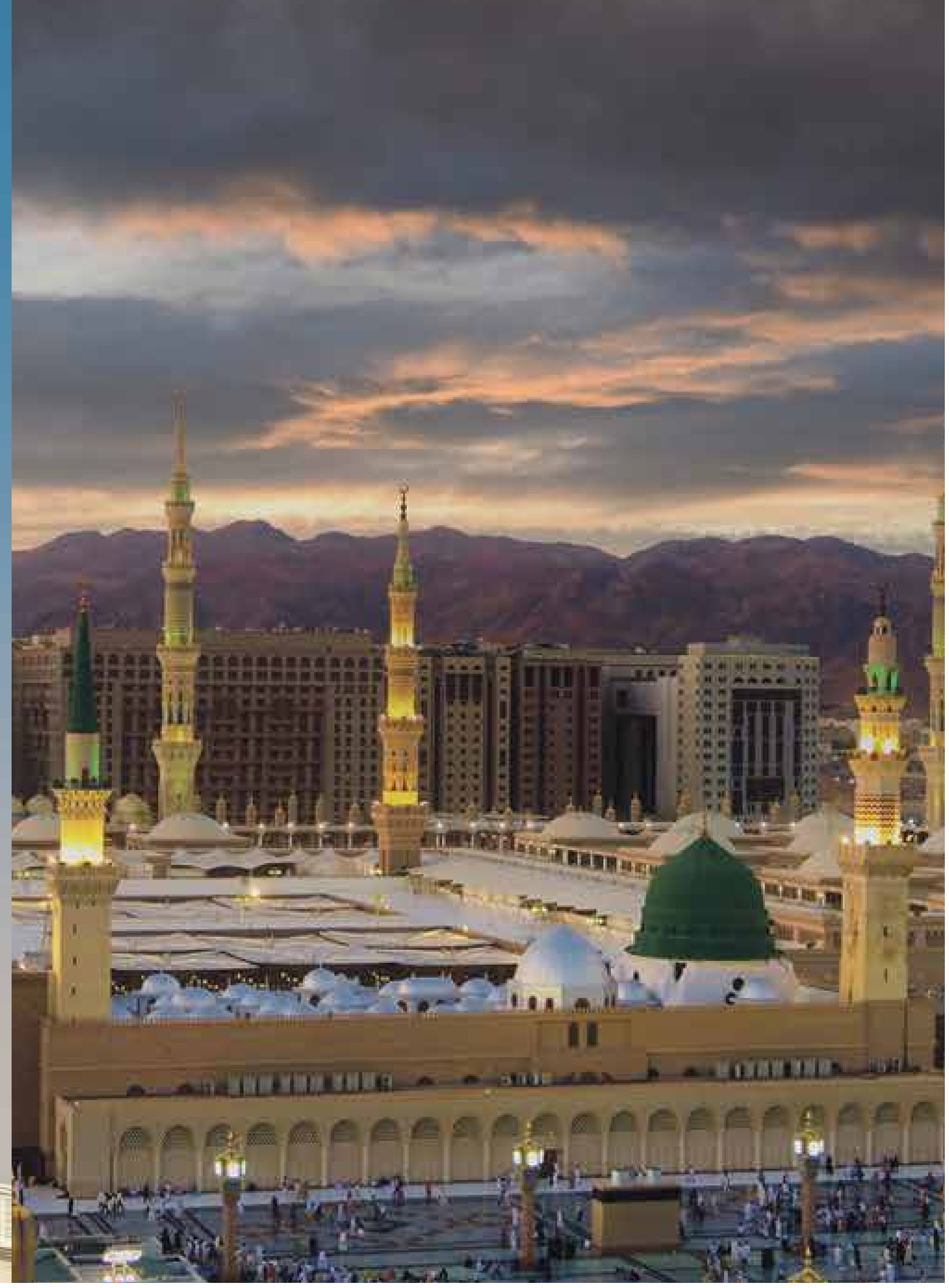
خلیفۃ المسیح الخامس

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا، وَاِمَامًا عَدْلًا، فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ، وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ، وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ، وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ ابن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک عیسیٰ بن مریم عادل حاکم اور منصف امام بن کر نازل نہ ہوں، وہ آ کر صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ کو معاف کر دیں گے، اور مال اس قدر زیادہ ہو گا کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہو گا۔



کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے معزّز بزرگانِ اسلام!! مجھے اِس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصّہ ہے بخوبی اطلاع رکھتے ہوں گے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں آپ پر پوشیدہ نہ ہو گا۔ پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیتِ اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ ان کے فہم اور ادراک اور تفکّر اور تدبّر کا اور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچۂ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں پس اگر ان کو دلائل حقیت اسلام سے جلدتر باخبر نہ کیا جائے تو آخرکار ایسے لوگ یا تو محض دُنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور بذریعہ پُرزور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گزرنا پاتا جو دُنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے بالخصوص اس پرآشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر یک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مدّت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈبائی اور گڈمارننگ کی آواز سنی جائے پس ایسے وقت میں دلائل حقیت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہر یک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گزرے کہ جو اب تک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخاصمین کے لئے کافی نہیں ہیں کہ اس کی حاجت ہے لہٰذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا فرق ہی ہے وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور ان کی وجوہات اور دلائل وہاں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کے لئے کفایت کرتی ہیں اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اُٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیت اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایہ ثبوت پہنچاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو جو حقائق اور دقائق عام تحقیقات میں کھلتے ہیں خاص مباحثات میں انکشاف ان کا ہرگز ممکن نہیں کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اس کو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے ان کو بھی اپنی عمیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے بلکہ خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولہ کی طرف نہایت ہی کم توجّہ ہوتی ہے اور خاص بحثوں کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت نہیں پڑتی اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے بستم حصّہ دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا...۔

(براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۷ تا۹)

خطبہ جمعہ

اہلِ بدر کو غیر اہلِ بدر پر فضیلت ہے (حضرت علیؓ)

اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابہ حضرت عامر بن ربیعہؓ، حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ، حضرت سعد بن خولہؓ، حضرت ابو الہیثم بن التیہانؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت سَہْلِ بن حُنَیف انصاریؓ، حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ اور حضرت قُطبہ بن عامرؓ کے بارے میں بعض روایات کا بیان

حضرت حَرَام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخموں سے نکلنے والا خون ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ پر ملتے ہوئے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد پالی

اس (خطبہ) کے بعد بدری صحابہ کے بارہ میں یہ سلسلہ یا جو مَیں بیان کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو جائے گا

مخالفانہ حالات کے پیش نظر پاکستان، برکینا فاسو اور الجزائر میں بسنے والے احمدیوں کے لیے دعائیں کرنے اور صدقات پر زور دینے کی تحریک

مکرم محمد رشید صاحب شہید ضلع گجرات، مکرمہ امانی بسام مَجْلَاوِی صاحبہ اور عزیزم صلاح عبد المعین قُطَیْش آف اسکندرون (ترکی) اور مکرم مقصود احمد منیب صاحب (مربی سلسلہ، کوئٹہ، پاکستان) کی وفات پر مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24؍فروری 2023ء بمطابق 24؍تبلیغ 1402 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

بدری صحابہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان کے حوالے سے بعض باتوں کا ذکر رہ گیا تھا جو میں بیان کر رہا تھا۔ اس حوالے سے آج بھی بیان کروں گا۔ جس کے بعد

بدری صحابہ کے بارے میں یہ سلسلہ یا جو مَیں بیان کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ

کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؓ کے والد کا نام ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ تھا۔ آپؓ سے بعض روایات بھی ملتی ہیں۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنی والدہ حضرت ام عبداللہ لیلیٰ بنت ابوحَثْمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حبشہ کی طرف کوچ کرنے والے تھے اور عامر بن ربیعہ ہمارے کسی کام کے سلسلہ میں کہیں گئے ہوئے تھے کہ حضرت عمرؓ جو کہ ابھی حالتِ شرک میں تھے وہاں آنکلے اور میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہمیں ان سے سخت تکلیف اور سختیاں پہنچی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا۔ اے ام عبداللہ! کیا روانگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! ہم اللہ کی زمین میں جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے۔ تم لوگوں نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے اور ہم پر بہت سختیاں کی ہیں۔ اس پر

حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو!

وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز میں وہ رقّت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے چلے گئے اور ان کو ہمارے کوچ کرنے نے غمگین کر دیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ اتنے میں حضرت عامرؓ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو میں نے ان سے کہا اے ابوعبداللہ! کیا آپ نے ابھی عمر اور ان کی رقّت اور دکھ کو دیکھا۔ بتایا ہو گا انہوں نے۔ حضرت عامرؓ نے جواب دیا کہ کیا تُو اس کے مسلمان ہونے کی خواہشمند ہے؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت عامرؓ نے کہا۔ خطاب کا گدھا مسلمان ہو سکتا ہے مگر وہ شخص جس کو تُو نے ابھی دیکھا ہے یعنی حضرت عمرؓ وہ اسلام نہیں لا سکتا۔ حضرت لیلیٰ کہتی ہیں کہ حضرت عامرؓ نے یہ بات اُس ناامیدی کی وجہ سے کہی تھی جو ان کو حضرت عمرؓ کے اسلام کی مخالفت اور سختی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔

(اسد الغابہ جزء ۳ صفحہ ۱۱۸ عامر بن ربیعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۳ء)

(فضائل الصحابة لامام احمد بن حنبل جزء۱ صفحہ ۲۷۹، جامعہ القریٰ ۱۹۸۳ء)

(السیرة النبویة لابن ہشام جزء۱ صفحہ ۳۴۰، دار الکتاب العربی بیروت لبنان، ۱۹۹۰ء)

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سَرِیہ نخلہ جس کا نام سریہ عبداللہ بن جحش بھی ہے، یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے اس پر روانہ فرمایا اور ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے اور وہ ہلکے پیٹ والے اور لمبے قد والے تھے۔ راستے میں ان کو شدید بھوک لگی جس کی وجہ سے وہ دہرے ہو گئے اور ہمارے ساتھ چلنے کی استطاعت نہ رکھ سکے اور گر پڑے۔ بھوک کی یہ حالت تھی۔ ہم نے ایک پتھر کا ٹکڑا لے کر ان کے پیٹ پر رکھ کر ان کی کمر کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر وہ ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم ایک عرب قبیلے کے پاس پہنچے جنہوں نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد آپؓ چل پڑے اور کہا کہ

میں سمجھتا تھا کہ انسان کی ٹانگیں اس کے پیٹ کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں حالانکہ اصل میں انسان کا پیٹ اس کی ٹانگوں کو اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔

(معرفة الصحابة از علامہ ابونعیم جزء۱ صفحہ ۲۰۰۴-۲۰۰۵، عمرو بن سراقہ، دار الوطن للنشر)

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 330)

جب بھوک کی حالت ہو، فاقہ زدگی ہو، کمزوری ہو پھر انسان چل بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ کو جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔
(ماخوذ از کنز العمال جزء ۴ صفحہ ۲۰۷ حدیث ۱۱۳۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان، ۱۹۸۵ء)

8؍ ہجری میں جنگ ذاتُ السَّلَاسِل میں حضرت عامر بن ربیعہؓ بھی شامل تھے اور اس میں آپؓ کے بازو پر تیر لگا جس کی وجہ سے آپؓ زخمی ہو گئے۔
(سیر اعلام النبلاء سیرت النبی جزء ۲ صفحہ ۱۳۹، غزوہ ذات السلاسل، الرسالۃ العالمیۃ ۱۹۸۵ء)

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے استفسار فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپؐ سو رہے تھے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپؐ کو جگائیں۔ اس پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صفیں بنوائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۲۴ صفحہ ۴۴۳ حدیث ۱۵۶۷۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) وہیں قبر کے اوپر۔

عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ نے بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی سریہ میں روانہ فرماتے تھے تو ہمارے پاس زادِ راہ صرف کھجور کا ایک تھیلا ہوتا تھا۔ امیرِ لشکر ہمارے درمیان ایک مٹھی بھر کھجور تقسیم کر دیتے تھے اور آہستہ آہستہ ایک ایک کھجور کی نوبت آجاتی تھی پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ختم ہونے لگتی تھی تو سفر میں پھر ایک کھجور ایک آدمی کو ملا کرتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ ابا جان! ایک کھجور کیا کفایت کرتی ہو گی؟ اس سے پیٹ کیا بھرتا ہو گا؟ انہوں نے کہا پیارے بیٹے! ایسا نہ کہو کیونکہ اس کی اہمیت ہمیں اس وقت معلوم ہوتی جب ہمارے پاس وہ بھی نہ ہوتی تھی۔ (ماخوذ از حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جزء ۱ صفحہ ۱۷۹، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء) یہ تو جو فاقے میں ہو اس سے پوچھو کہ ایک کھجور کی بھی کیا اہمیت ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر کے علاقے سے یہود کو نکال دیا تو وادئ قریٰ کی زمینیں آپؓ نے جن لوگوں میں تقسیم فرمائیں ان میں حضرت عامر بن ربیعہ بھی تھے۔
(کتاب اخبار المدینۃ النبویۃ از ابو زید عمر بن شبۃ، جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، امر خیبر مطبوعہ دار العلیان)

حضرت عمرؓ جب جابیہ تشریف لے گئے، یہ دمشق کے مضافات کی ایک بستی ہے، تو حضرت عامرؓ آپؓ کے ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق اس میں حضرت عمرؓ کا جھنڈا حضرت عامرؓ کے پاس تھا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ جب حج پر تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت عامرؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۴۶۹، عامر بن ربیعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۵ء) (معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۹۱، زیر لفظ الجابیۃ، دار صادر بیروت لبنان) (سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۳۳۴، عامر بن ربیعہ، الرسالۃ العالمیۃ، ۱۹۸۵ء) امیر مقامی مقرر فرمایا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ کی وفات

کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور بعض کے مطابق 32؍ ہجری میں ہوئی جبکہ بعض کے نزدیک 33؍ ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک 36؍ ہجری میں اور بعض کے نزدیک 37؍ ہجری میں ہوئی۔ علامہ ابن عساکر کے نزدیک 32؍ ہجری والی روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔
(تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر جزء ۲۷ صفحہ ۲۲۹، عامر بن ربیعہ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۲۰۰۱ء)

آپؓ کی وفات کے بارے میں روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ اپنے گھر میں رہا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگوں کو آپؓ کے بارے میں کوئی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ جب آپؓ کا جنازہ گھر سے نکلا۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۹۶، عامر بن ربیعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۰ء)

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے بنو فزارہ کی ایک عورت سے دو جوتے حق مہر پر نکاح کر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ یعنی یہ معمولی سا جو حق مہر تھا وہ مقرر کیا تو وہ بھی جائز ہے۔
(مسند احمد بن حنبل جلد ۲۴ صفحہ ۴۴۵ روایت نمبر ۱۵۶۷۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے سفر میں اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر رات کو نفل پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف منہ کیے ہوئے تھے جس طرف اونٹنی آپؐ کو لیے جا رہی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلوٰۃ باب من تطوع فی السفر...... حدیث ۱۱۰۴)

سفر میں جدھر بھی سواری کا منہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر میں تھا۔ ہم ایک مقام پر اترے تو ایک شخص نے پتھر اکٹھے کیے اور نماز کے لیے جگہ بنائی اور اس میں نماز پڑھی۔ صبح معلوم ہوا کہ ہمارا رخ غیر قبلہ کی طرف تھا۔ قبلے سے الٹا تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے رات کو قبلے سے ہٹ کر نماز پڑھی ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔(البقرۃ:116) کہ اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد ۱ صفحہ ۱۷۹-۱۸۰، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء) یعنی اگر غلط فہمی سے ہو گیا تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے ویسے پڑھ کر سنائی ہو ضروری نہیں ہے کہ اس وقت نازل ہوئی ہو۔ بہرحال یہ روایت حلیۃ الاولیاء کی ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجتا ہے۔ پس اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ پر کم درود بھیجو یا زیادہ درود بھیجو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بندہ مجھ پر سلامتی کی دعا کرتا ہے تو جب تک وہ اسی حالت میں ہوتا ہے فرشتے اس پر سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ پس بندے کے اختیار میں ہے چاہے تو زیادہ مرتبہ سلامتی کی دعا کرے اور چاہے تو کم۔
(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء)

پھر اگلا ذکر ہے

حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ

کا۔ حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ کے بارے میں آیا ہے، ان کی نسل آگے نہیں چلی۔
(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ ۲۶۶ حَرَام بن مِلْحَان مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ کو جو اُمِّ سُلَیم کے بھائی تھے ستر سواروں کے ساتھ بنو عامر کی طرف بھیجا اور عامر بن طفیل مشرکوں کا سردار تھا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا تھا۔ اس نے کہا تھا قصباتی لوگ آپؐ کے ہوں گے اور دیہاتی میرے یا یہ کہ میں آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کا جانشین ہوں گا ورنہ میں دو ہزار غطفان کے آدمیوں کو لے کر آپؐ پر حملہ کر دوں گا۔ تو عامر کسی عورت کے گھر طاعون میں مبتلا ہوا۔ کہنے لگا یہ ویسے ہی گلٹیوں کی بیماری ہے جو آلِ سَلُول کی ایک عورت کے گھر میں جوان اونٹ کو ہوئی تھی۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ وہ اس پر سوار ہوا اور اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر ہی مر گیا۔ آخر یہ اس کا انجام ہوا۔ اس کے بارے میں انہوں نے شروع میں ذکر کر دیا۔

پھر روایت میں اس کا بھی اور اس کے قبیلے کا بھی ذکر یہ ملتا ہے کہ حضرت اُمِّ سلیمؓ کے بھائی حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ، ایک لنگڑے آدمی اور ایک اَور آدمی کو جو فلاں قبیلہ سے تھا اپنے ساتھ لے کر بنو عامر کے پاس گئے۔ حَرَام نے ان دونوں سے کہا تم قریب ہی رہنا۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے امن دیا تو تم آجانا اور اگر مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں بتانا۔ حضرت حَرَامؓ نے عامر کے پاس جا کر کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں۔ یہ کہہ کر وہ اس سے باتیں کرنے لگے۔ قبیلے کے لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا وہ ان کے پیچھے سے آیا اور ان کو تاک کر نیزہ مارا جو اُن کے جسم سے آر پار ہو گیا۔

حضرت حَرَام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخموں سے نکلنے والا خون ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ پر ملتے ہوئے کہا اللہُ اَکْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد پا لی۔

پھر وہ لوگ دوسرے آدمی کے پیچھے چلے اور اسے مار ڈالا اور پھر باقی قاریوں پر جا کر حملہ کر دیا اور وہ سارے کے سارے مارے گئے سوائے اس لنگڑے آدمی کے جو پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا تھا۔ اللہ نے ہم پر وہ بات نازل کی۔ پھر اس کا ذکر اذکار موقوف ہو گیا یعنی ہماری طرف سے ہماری قوم کو کہہ دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں۔ وہ ہم سے خوش ہوا اور ہمیں خوش کر دیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن ہر صبح ان کے خلاف یعنی رِعْل، ذَکْوَان، بَنُولَحْیَان اور عُصَیَّہ کے خلاف دعا کرتے رہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و رِعْل و ذَکْوَان... حدیث ۴۰۹۱)

بخاری کی ایک اَور روایت جو حضرت انسؓ سے ہے اس کے مطابق نیزے کے بجائے ان کو برچھا مارا گیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب من ینکب أو یطعن في سبیل اللہ حدیث ۲۸۰۱)

ایک اَور روایت کے مطابق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک صبح کی نماز میں ان یعنی بنی سُلیم کے دو قبیلوں رِعْل اور ذَکْوَان کے خلاف دعا کرتے رہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ

یہ قنوت کی ابتدا تھی۔ اس سے قبل ہم قنوت نہیں کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و رِعْل و ذَکْوَان... حدیث ۴۰۸۸)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفاظ کی شہادت کے واقعے کو بیان فرماتے ہوئے صحابہ کی قربانیوں کے جذبہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "ہمیں تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جنگوں میں اس طرح جاتے تھے کہ ان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگ میں شہید ہونا ان کے لئے عین راحت اور خوشی کا موجب ہے اور اگر ان کو لڑائی میں کوئی دکھ پہنچتا تھا تو وہ اس کو دکھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ سکھ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ انہوں نے خدا کی راہ میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا۔ مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے ان میں سے حَرَام بن مِلْحَان اسلام کا پیغام لے کر قبیلۂ عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ شروع میں تو عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اس نے اشارہ پاتے ہی حَرَام بن مِلْحَان پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا اور وہ گر گئے، گرتے وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی مجھے کعبہ کے رب کی قسم! میں نجات پا گیا۔ پھر ان شریروں نے باقی صحابہؓ کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فُہَیْرہؓ جو ہجرت کے سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود ان کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر بن فُہَیْرہؓ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ یعنی خدا کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ

صحابہؓ کے لئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔"

(ایک آیت کی پُر معارف تفسیر، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 612-613)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ نجد کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اسے میں چھوڑتا ہوں۔ اور اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا حوالہ پیش کر دیتا ہوں۔ یہ ذرا زیادہ تفصیلی ہے۔ وہ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک شخص اَبُوبَرَاء عامری جو وسط عرب کے قبیلہ بنو عامر کا ایک رئیس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپؐ نے بڑی نرمی سے اور شفقت کے ساتھ اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور اس نے بھی بظاہر شوق اور توجہ کے ساتھ آپؐ کی تقریر کو سنا مگر مسلمان نہیں ہوا۔ البتہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ آپؐ میرے ساتھ اپنے چند اصحاب نجد کی طرف روانہ فرمائیں جو وہاں جا کر اہلِ نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپؐ کی دعوت کو رد نہیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے تو اہلِ نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ ابوبراء نے کہا کہ آپ ہرگز فکر نہ کریں۔ میں ان کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہوں۔ چونکہ ابوبراء ایک قبیلہ کا رئیس اور صاحب اثر آدمی تھا آپؐ نے اس کے اطمینان دلانے پر یقین کر لیا اور صحابہ کی ایک جماعت نجد کی طرف روانہ فرما دی۔ یہ تاریخ کی روایت ہے۔ بخاری میں آتا ہے کہ قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ (جو مشہور قبیلہ بنو سُلیم کی شاخ تھے) ان کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کے لئے (یہ تشریح نہیں کی کہ کس قسم کی امداد، آیا تبلیغی یا فوجی) چند آدمی روانہ کئے جائیں۔ جس پر آپؐ نے یہ دستہ روانہ فرمایا۔ ان دونوں روایتوں کی مطابقت کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ رِعْل اور ذَکْوَان کے لوگوں کے ساتھ ابوبراء عامری رئیس قبیلہ عامر بھی آیا ہو اور اس نے ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی ہو۔ چنانچہ تاریخی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے اہلِ نجد کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور پھر اس کا یہ جواب دینا کہ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ میں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ آپؐ کے صحابہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابوبَرَاء کے ساتھ رِعْل اور ذَکْوَان کے لوگ بھی آئے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند تھے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر 4؍ہجری میں مُنذِر بن عَمرو انصاری کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے اور تعداد میں ستر تھے اور قریباً سارے کے سارے قاری یعنی قرآن خوان تھے جو دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے ان کی قیمت پر اپنا پیٹ پالتے اور رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزار دیتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئر معونہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن مِلْحَان جو انس بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوتِ اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور ابوبَرَاء عامری کے بھتیجے عامر بن طُفَیل کے پاس آگے گئے اور باقی صحابہ پیچھے رہے۔ جب حَرَام بن مِلْحَان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طُفَیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کر کے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزہ کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس وقت حَرَام بن مِلْحَان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی "اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔" عامر بن طُفَیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابوبَرَاء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس پر عامر نے قبیلہ سُلیم میں سے بنو رِعْل اور ذَکْوَان اور عُصَیَّہ وغیرہ کو (وہی جو بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں ہے۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور ہم تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ان صحابیوں میں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے صرف ایک شخص بچا جو پاؤں سے لنگڑا تھا اور پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا ہوا تھا۔ اس صحابی کا نام کعب بن زید تھا اور بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ کفار نے اس پر بھی حملہ کیا تھا جس سے وہ زخمی ہوا اور کفار اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے مگر دراصل اس میں جان باقی تھی اور وہ بچ گیا۔

صحابہ کی اس جماعت میں سے دو شخص یعنی عمرو بن اُمَیَّہ ضَمْرِی اور مُنذِر بن محمد اس وقت اونٹوں وغیرہ کے چرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر ادھر ادھر گئے ہوئے تھے انہوں نے دُور سے اپنے ڈیرہ کی

طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پرندوں کے جھنڈ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ان صحرائی اشاروں کو خوب سمجھتے تھے۔ فوراً تاڑ گئے کہ کوئی لڑائی ہوئی ہے۔ واپس آئے تو ظالم کفار کے کشت وخون کا کارنامہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دُور سے ہی یہ نظارہ دیکھ کر انہوں نے فوراً آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ نکلنا چاہئے اور مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہئے مگر دوسرے نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں تو اس جگہ سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا جہاں ہمارا امیر مُنذِر بن عمرو شہید ہوا ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر لڑا اور شہید ہوا اور دوسرے کو جس کا نام عمرو بن اُمیَّہ ضَمُری تھا کفار نے پکڑ کر قید کر لیا اور غالباً اسے بھی قتل کر دیتے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ قبیلہ مُضَر سے ہے تو عامر بن طفیل نے عرب کے دستور کے مطابق اس کے ماتھے کے چند بال کاٹ کر اسے رہا کر دیا اور کہا کہ میری ماں نے قبیلہ مُضَر کے ایک غلام کے آزاد کرنے کی منت مانی ہوئی ہے میں تجھے اس کے بدلے میں چھوڑتا ہوں۔ گویا ان ستر صحابہ میں صرف دو شخص بچے۔ ایک یہی عمرو بن اُمیَّہ ضَمُری اور دوسرے کعب بن زید جسے کفار نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔

بئر معونہ کے موقعہ پر شہید ہونے والے صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام اور اسلام کے دیرینہ فدائی عامر بن فُہَیرہ بھی تھے۔ انہیں ایک شخص جَبَّار بن سَلْمٰی نے قتل کیا تھا۔ جَبَّار بعد میں مسلمان ہو گیا اور وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر بن فُہَیرہ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ یعنی ”خدا کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔“ جَبَّار کہتے ہیں کہ

میں یہ الفاظ سن کر متعجب ہوا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کیا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ چنانچہ میں نے بعد میں لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان لوگ خدا کے رستے میں جان دینے کو سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں اور اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آخر اسی اثر کے ماتحت میں مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کو واقعہ رجیع اور واقعہ بئر معونہ کی اطلاع قریباً ایک ہی وقت میں ملی اور آپؐ کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ حتی کہ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسا صدمہ نہ اس سے پہلے آپؐ کو کبھی ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہوا۔ واقعی قریباً اسّی صحابیوں کا اس طرح دھوکے کے ساتھ اچانک مارا جانا اور صحابی بھی وہ جو اکثر حفاظِ قرآن میں سے تھے اور ایک غریب بے نفس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عرب کے وحشیانہ رسم و رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو یہ خبر گویا اسّی بیٹوں کی وفات کی خبر کے مترادف تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ ایک روحانی انسان کے لئے روحانی رشتہ یقیناً اس سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جتنا کہ ایک دنیادار شخص کو دنیاوی رشتہ عزیز ہوتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حادثات کا سخت صدمہ ہوا مگر اسلام میں بہرصورت صبر کا حکم ہے آپؐ نے یہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر یہ الفاظ فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے کہ ھٰذَا عَمَلُ اَبِیْ بَرَّاءَ وَقَدْ کُنْتُ لِھٰذَا کَارِھًا مُتَخَوِّفًا۔ یعنی ”یہ ابو بَرَاء کے کام کا ثمرہ ہے ورنہ میں تو ان لوگوں کے بھجوانے کو پسند نہیں کرتا تھا اور اہل نجد کی طرف سے ڈرتا تھا۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ۔ صفحہ 517 تا 521)

پھر ذکر ہے

حضرت سعد بن خَولہؓ

کا۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو مالک بن حسل بن عامر بن لوئی سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپ بنو عامر کے حلیف تھے۔ آپ اہل فارس میں سے ہیں جو کہ یمن میں آ کر آباد ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة۔ جزء ۲ صفحہ ۴۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۳ء)

عامر بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میری اس بیماری میں عیادت فرمائی جس میں مَیں موت کے کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری تکلیف جس حد تک پہنچ چکی ہے وہ آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ میں مالدار ہوں اور میرا وارث سوائے میری اکلوتی بیٹی کے کوئی نہیں ہے۔ کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: کیا میں اس کا نصف صدقہ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ تیسرا حصہ کر دو اور تیسرا حصہ بھی بہت ہے۔ پھر فرمایا کہ

تمہارا اپنے وارثوں کو اچھی حالت میں چھوڑنا انہیں محتاج چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جو بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو اس کا بھی اجر ہے۔

وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے چھوڑا جاؤں گا؟ یہاں فوت ہو جاؤں گا مَیں؟ آپ نے فرمایا تم پیچھے چھوڑے نہ جاؤ گے مگر جو نیک عمل کرو گے جس کے ذریعہ تم اللہ کی رضا چاہو تو تم اس کے ذریعہ درجہ اور رفعت میں زیادہ ہو گے اور بعید نہیں کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ۔ یعنی لمبی عمر دیے جاؤ گے یہاں تک کہ قومیں تجھ سے فائدہ اٹھائیں اور کچھ دوسری نقصان بھی اٹھائیں۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت پوری فرما اور انہیں ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹانا۔ لیکن بیچارہ سعد بن خَولہ۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دکھ کا اظہار فرمایا کیونکہ وہ ہجرت کے بعد مکے میں فوت ہو گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ کے لیے افسوس کرتے تھے کہ وہ مکے میں مر گئے۔ یہ اس لیے کہ جس نے مکے سے ہجرت کی اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ وہ وہاں واپس آئے یا اس میں حج اور عمرہ ادا کرنے سے زیادہ قیام کرے۔

(صحیح مسلم کتاب الوصیة باب الوصیة بالثلث حدیث ۴۲۰۹)

(الطبقات الکبریٰ جزء ۳ صفحہ ۳۱۲ سعد بن خولہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

اسماعیل بن محمد بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائب بن عمیر القاری کو حکم فرمایا کہ اگر سعد بن خولہ مکہ میں وفات پا جائیں تو انہیں مکے میں دفن نہ کیا جائے۔

(الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۵ء)

اور ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مکے میں وفات پا جائیں تو انہیں مکے میں دفن نہ کیا جائے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جزء ۸ صفحہ ۴۸۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۳ء)

حضرت سعد بن خولہؓ جب حجۃ الوداع کے موقع پر فوت ہوئے تو ان کی زوجہ حاملہ تھیں۔ ان کی وفات پر زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وضع حمل ہو گیا۔ بچے کی پیدائش ہونے والی تھی۔ وفات سے کچھ عرصہ کے بعد بچہ کی پیدائش ہو گئی۔ روایات میں آتا ہے کہ پچیس راتوں یا اس سے بھی کم وقت کے بعد وضع حمل ہو گیا۔ جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے سنگھار کیا۔ ان کے پاس ابوسَنَابِلْ بن بَعْکَکْ جو بنی عبد الدار کے ایک شخص تھے آئے۔ بَعْکَکْ نے ان سے کہا کہ کیا بات ہے میں تمہیں بنا سنورا دیکھتا ہوں۔ شاید تمہارا ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ اللہ کی قسم! تم نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم پر چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ سُبَیْعَہ کہتی ہیں جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت کپڑے پہنے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپؐ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے مجھے فتویٰ دیا کہ

جب میں نے وضع حمل کیا تو حلال ہو گئی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو شادی کر سکتی ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب انقضاء عدة المتوفی عنھا ...... حدیث ۳۷۲۲)

(استیعاب جلد ۴ صفحہ ۱۸۵۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

بعض مسائل کا بھی ان سے پتا لگ جاتا ہے۔ پھر

حضرت اَبُوالْھَیْثَمْ بن اَلتَّیِّھَانْؓ

ہیں۔ ان کا ذکر یہ ہے کہ ان کے بھائی کا نام حضرت عُبَید بن عُبید یا حضرت عَتِیک بن اَلتَّیِّھَانْ تھا۔ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ۳ صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوالہیثمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والا ہوں۔ ہم کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اس بات پر بیعت کرو جس پر بنی اسرائیل نے موسیٰ کی بیعت کی۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جلد ۴ صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثمؓ اور حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کو قبیلہ بنی عبد الاشہل پر نقیب مقرر فرمایا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء ۷ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۵ء)

آپؓ جنگ میں دو تلواریں لٹکایا کرتے تھے اس وجہ سے

آپؓ کو ذوالسیفین بھی کہا جاتا ہے۔

(الاستیعاب جزء ۲ صفحہ ۴۷۷ دار الجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''جنگ صِفِّین میں حضرت علیؓ کی طرف سے ہو کر لڑے اور شہادت پائی۔''

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 230)

پھر ذکر ہے

حضرت عاصِم بن ثابتؓ

کا۔ حضرت عاصمؓ کے ایک بیٹے محمد تھے جو کہ ہند بنت مالک کے بطن سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۵۲ عاصمؓ بن ثابت، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

جنگِ احد میں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے ان کے بارے میں ایک آیت کی تشریح میں حضرت خلیفہ رابعؒ نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت امام رازی چودہ آدمیوں کے متعلق قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نام بنام وہ لوگ موجود تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑا۔ ان کے ناموں میں جو نام درج ہیں ان میں مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ... شیعہ یہی کہتے ہیں صرف حضرت علیؓ تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ تھے۔ انصار میں سے خباب بن منذرؓ، حضرت ابو دُجانہؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت حارث بن صِمّہؓ، ہیں شاید حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ اور اسی طرح اُسَید بن حُضَیرؓ بھی۔ حضرت سعد بن معاذؓ وغیرہ بھی تھے۔ یہ بھی ذکر آتا ہے کہ آٹھ وہ تھے جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی۔ تین مہاجرین میں سے تھے اور پانچ انصار میں سے تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے خدام کی ضرورت تھی اس لئے آٹھ کے آٹھ جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی ان میں سے ایک بھی شہید نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کی غیر معمولی طور پر حفاظت کا نظارہ تھا۔

(ماخوذ از درس القرآن حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ 20؍فروری 1994ء زیر آیت انما استزلھم الشیطان)

پھر اگلا ذکر ہے

حضرت سَہْلِ بن حُنَیف انصاریؓ

کا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سو اونٹ اور اونٹنیاں اور دو گھوڑے تھے ان میں سے ایک پر حضرت مقداد بن اسودؓ سوار تھے اور دوسرے پر حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت سَہْل بن حُنَیفؓ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ راستے میں ان اونٹنیوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت مَرْثَد بن ابی مَرْثَد غنویؓ جو حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے حلیف تھے یہ سب باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

(معجم الاوسط للطبرانی جزء ۵ صفحہ ۳۲۴ حدیث ۵۴۳۸ دار الحرمین بیروت ۱۹۹۵ء)

احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے والوں میں حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

یُسیر بن عَمْرو سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جو فرقہ حَرُوْرِیَّہ یعنی خارجی کے متعلق آپؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے صرف اتنا بیان کرتا ہوں کہ جو میں نے سنا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے جو یہاں سے نکلے گی اور انہوں نے عراق کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ قرآن تو پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوئی علامت بھی ذکر فرمائی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا میں نے جو سنا تھا وہ یہی ہے۔ میں نے اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ (مسند احمد جلد ۲۵ صفحہ ۳۵۱ حدیث سَہْلِ بن حُنَیف روایت ۱۵۹۷۷ مؤسسة الرسالة بیروت) جو بات سنی تھی وہ بتا دی اب خود اندازہ لگالو۔

عُمَیر بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس پر پانچ تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی تکبیر ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ سَہْلِ بن حُنَیف ہیں جو اہلِ بدر میں سے ہیں اور

اہلِ بدر کو غیر اہلِ بدر پر فضیلت ہے۔

میں نے چاہا کہ تمہیں ان کی فضیلت سے آگاہ کر دوں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۶۰ و من بنی حنش بن عوف...سَہْلِ بن حُنَیف، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء) زائد تکبیریں پڑھ کے۔

پھر

حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ

کا ذکر ہے۔ سریہ حضرت علیؓ بطرف بنو طَئٍّ جو ربیع الآخر نو ہجری میں ہوا تھا، اس کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو افراد کے ہمراہ بنو طَئٍّ کے بت فُلْس کو گرانے کے لیے روانہ فرمایا۔ بنو طَئٍّ کا علاقہ مدینہ کے شمال مشرق میں واقع تھا۔ آپ نے اس سَرِیّے کے لیے حضرت علیؓ کو ایک کالے رنگ کا بڑا جھنڈا دیا اور سفید رنگ کا چھوٹا پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ صبح کے وقت آلِ حاتم پر حملہ آور ہوئے اور ان کے بت فُلْس کو منہدم کر دیا۔ حضرت علیؓ بنو طَئٍّ سے بہت سارا مالِ غنیمت اور قیدی لے کر مدینہ واپس آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ۲ صفحہ ۱۲۴ سریہ علی بن ابی طالب الی الفلس صنم طیء لیھدمہ، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

(موسوعة کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم جلد ۱ صفحہ ۱۹ مکتبة لبنان ناشرون بیروت۔ از مکتبة الشاملة)

اس سَرِیّے میں لواء حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ کے پاس تھا۔ اس سریے میں حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں سے رائے مانگی تو حضرت جبار بن صخرؓ نے کہا کہ رات ہم اپنی سواریوں پر سفر کرتے ہوئے گزاریں اور صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیں۔ حضرت علیؓ کو آپ کی یہ بات پسند آئی۔

(تاریخ دمشق الکبیر جلد ۷۰ صفحہ ۱۴۶ سفانہ بنت حاتم الطائیہ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲۰۰۱ء)

(امتاع الاسماع جزء ۲ صفحہ ۴۵-۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کے اپنے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر حضرت جبار بن صخرؓ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد ۱ صفحہ ۳۰۲۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۰ء)

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عُمَیر بن ابی وقاصؓ

کو عمرو بن عبد وَدّ نے شہید کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو عاص بن سعید نے شہید کیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ جزء ۵ صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ دار ھجر بیروت ۱۹۹۷ء)

ہاں یہ ذکر جو ہو گیا حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہے۔ صَخْر کا تو ختم ہو گیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ روایت ہے جو رہ گئی تھی کہ ان کو عمرو بن عبد وڈ نے شہید کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو عاص بن سعید نے شہید کیا تھا۔

پھر

حضرت قُطْبَہؓ

ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ صفر 9؍ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ خَثْعَم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو تَبالَہ کے نواح میں تھے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک دم سے ان پہ حملہ کریں۔ یہ اصحاب دس اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جنہیں باری باری استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی تو وہ ان کے سامنے گونگا بن گیا اور پھر موقع پا کر چیخ چیخ کر اپنے قبیلہ والوں کو متنبہ کرنے لگا۔ اس پر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت قُطْبَہؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے انتظار کیا اور جب وہ لوگ، قبیلہ والے سو گئے تو ان پر بھرپور حملہ کیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ دونوں فریقوں میں سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ حضرت قطبہؓ نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ پھر ان کے چوپائے، بکریاں اور عورتیں مدینہ لے آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں چار چار اونٹ آئے اور تب ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت قُطْبَہ بن عامرؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(معجم الصحابہ للبغوی جلد ۵ صفحہ ۲۶، مکتبۃ دار البیان کویت)

بہرحال صحابہ کا یہ ذکر جو مَیں کرنا چاہتا تھا وہ یہاں ختم ہوا۔

اس کے ساتھ ہی میں ایک تو یہ ہے کہ

پاکستان کے احمدیوں کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان پہ جو سخت حالات ہیں وہاں آسانیاں پیدا کرے اور انصاف کرنے والوں، قانون نافذ کرنے والوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کے نام پر ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے یا ان پر پکڑ کے سامان کرے۔

دوسرے

برکینا فاسو کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی ابھی سختیاں ہیں اور جو دہشت گرد ہیں، شدّت پسند ہیں ان کے وہی عمل ہیں کہ اللہ اور رسولؐ کے نام پر ظلم کر رہے ہیں۔

پھر

الجزائر کے لوگوں کے لیے بھی، وہاں بھی بعض حکومتی کارندے یا عدالتیں جو ہیں احمدیوں سے غلط قسم کے ظلم روا رکھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ خاص طور پر دعاؤں اور صدقات پر بہت زیادہ زور دیں۔ اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے ہر ایک کو بچائے۔

مَیں جمعہ کی نماز کے بعد

بعض جنازے

غائب بھی پڑھاؤں گا۔ اس کے بعد ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر ہے

مکرم محمد رشید صاحب شہید

کا جو چودھری بشارت احمد صاحب گوٹریالہ ضلع گجرات کے بیٹے تھے۔ ان کو دو معاندین احمدیت نے ان کے گھر آ کر 19؍فروری کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بوقت شہادت مرحوم کی عمر 70سال سے زائد تھی۔

تفصیلات

کے مطابق مکرم محمد رشید صاحب اپنے گھر گوٹریالہ ضلع گجرات میں اکیلے رہائش پذیر تھے جہاں انہوں نے علاقے کے لوگوں کی سہولت کے لیے فری ہومیو پیتھک ڈسپنسری بنا رکھی تھی جس سے گاؤں اور ارد گرد کے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ گاؤں کے دو مقامی نوجوان دوائی لینے کے بہانے ان کے گھر میں قائم ڈسپنسری میں داخل ہوئے اور فائرنگ کر دی۔ بتایا جاتا ہے گولی چلانے والا حملہ آور حافظ قرآن بھی تھا جس کی ایک گولی شہید مرحوم کے ماتھے پر لگی جس سے مکرم محمد رشید صاحب کی موقع پر ہی وفات ہو گئی۔ وقوعہ کے بعد حملہ آور فرار ہو گئے۔ شہید مرحوم کے ایک ملازم کے چند منٹ بعد موقع پر پہنچنے پر وقوعہ کا علم ہوا۔ وقوعہ کا مقدمہ متعلقہ پولیس سٹیشن میں درج کیا گیا۔ بعد میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دو حملہ آوروں میں سے ایک کی نعش قریبی کھیتوں سے ملی جو حافظ قرآن تھا جس کی موت کے بارے میں پولیس الگ سے تحقیق کر رہی ہے جبکہ دوسرے حملہ آور کو پولیس نے حراست میں لے لیا ہے۔ یہاں کم از کم یہ ہوا ہے کہ پولیس نے حراست میں لے لیا ہے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ حضرت منشی سلطان عالم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا جو گوٹریالہ ضلع گجرات کے ہی رہنے والے تھے اور مقامی سکول میں بطور مدرس تعینات تھے۔ آپ نے گوٹریالہ سے 1906ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائی تھی۔ شہید مرحوم میٹرک کے بعد آرمی میں چلے گئے۔ چند سال بعد آرمی چھوڑ دی اور کچھ عرصہ بعد 84ء، 85ء میں فیملی سمیت ناروے منتقل ہو گئے۔ ناروے کی سٹیزن شپ (citizenship) کے باوجود 2008ء میں ناروے سے واپس آبائی گاؤں میں چلے گئے اور ناروے آنا جانا رہتا تھا۔ آبائی گاؤں میں زمیندارہ کے ساتھ علاقے کے لوگوں کی خدمت کے لیے فری ہومیو پیتھک ڈسپنسری شروع کی تھی۔ یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ شہید مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ بوقتِ شہادت بحیثیت سیکرٹری اصلاح و ارشاد گوٹریالہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نہایت ملنسار، محبت کرنے والے تھے۔ ہر ایک سے اپنائیت اور دوستی کا تعلق تھا۔ خدمتِ خلق کا جذبہ نمایاں تھا۔ بلا تمیز مذہب ضرورت مندوں کی مالی اور اخلاقی معاونت کرتے تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ مہمان نوازی نمایاں وصف تھا۔ بالخصوص مرکزی مہمانان کی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ نمازوں کے پابند اور گاہے بگاہے علاقے میں فری میڈیکل کیمپ کا انتظام کرتے تھے۔

ان کے بھتیجے رافع احمد صاحب مربی آئیوری کوسٹ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شہید مرحوم ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہونے کے علاوہ اچھے داعی الی اللہ اور نہایت غریب پرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ خطباتِ جمعہ باقاعدگی سے سنتے اور سیکیورٹی کے حوالے سے بڑے محتاط بھی تھے۔ کچھ عرصہ قبل شہید مرحوم کی اہلیہ پروین اختر صاحبہ نے ناروے میں ایک خواب دیکھی کہ شہید مرحوم پر حملہ ہوا ہے اور کوئی جان لینے کی کوشش کرتا ہے۔ تو انہوں نے بہرحال ان کو احتیاط کرنے کے لیے کہا تھا۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ پروین اختر صاحبہ حال مقیم ناروے اور دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں جن میں سے ایک بیٹی پاکستان میں ہے اور باقی مختلف ملکوں میں مقیم ہیں۔

مبلغ انچارج ناروے شاہد محمود کاہلوں صاحب لکھتے ہیں کہ انتہائی شریف النفس اور سادہ انسان تھے۔ ناروے میں ہومیو پیتھک دوائیوں کے ساتھ لوگوں کی خدمت کرتے رہے اور اب ریٹائرمنٹ کے بعد تقریباً بارہ تیرہ سال سے پاکستان میں اپنے گاؤں میں مقیم تھے۔ لوگوں کی خدمت کر رہے تھے۔ اس دوران وقتاً فوقتاً ناروے بھی آتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ مریضوں کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے اور گھر جا کر بھی دوائی دے آتے تھے۔ ان کی اہلیہ آپ کے عزیزوں میں سے تھیں۔ انہوں نے پہلے بیعت نہیں کی تھی لیکن اپنے میاں کی مخالفت بھی نہیں کی بلکہ سب بچوں کی شادیاں احمدی گھروں میں کیں۔ آخری مرتبہ جب اکتوبر 2018ء میں ناروے آئے تو اہلیہ کی بیعت بھی کروائی اور کہتے تھے کہ میں اسی غرض سے آیا ہوں تا کہ اہلیہ کی بیعت کروا سکوں۔ کہتے کہ وہاں پاکستان میں مخالفت بہت زیادہ ہے۔ دھمکیاں بھی ملتی ہیں لیکن وہاں

غربت بہت ہے اور لوگ دوائیاں نہیں خرید سکتے۔ میری وجہ سے غریبوں کو فری علاج میسر ہے اور ان کی مدد ہو رہی ہے اور مجھے موت کا ڈر نہیں وہ تو ایک دن آنی ہے۔ احمدی تو پھر بھی خدمت کر رہے ہیں (اور چاہتے ہیں) کہ انسانیت کی خدمت کرتے رہیں اور بے دھڑک ہو کے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکرم محمد رشید صاحب شہید سے مغفرت کا اور رحمت کا سلوک فرمائے اور شہید مرحوم کے پسماندگان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا جو ذکر ہے بلکہ دو لوگ ہیں اس میں

مکرمہ اَمانی بَسّام مَجْلاوِی صاحبہ اور عزیزم صلاح عبدالمعین قُطَیْش

اسکندرون ترکی سے ہیں۔

مربی سلسلہ و صدر جماعت صادق صاحب لکھتے ہیں کہ 6؍فروری 2023ء کو ترکی میں جو دو بڑے زلزلے آئے تھے ان میں دو احمدیوں کی بھی وفات ہوئی ہے جو کہ ماں بیٹا تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کے علاوہ زلزلے سے عمومی طور پر سب احمدی اللہ کے فضل سے محفوظ رہے ہیں تاہم بعضوں کو چھوٹی موٹی چوٹیں لگی ہیں۔

وفات پانے والوں میں سے ایک تیئس سالہ Syrian احمدی خاتون مکرمہ اَمانی بسام مجْلاوِی صاحبہ کا تعلق جماعت اسکندرون سے تھا۔ یہ عبدالمعین قُطَیْش صاحب کی اہلیہ اور اسکندرون جماعت کے صدر جماعت مکرم صلاح قُطَیْش ابوخالد صاحب کی بہو تھیں۔ امانی صاحبہ نے عرصہ تقریباً دو ماہ قبل اپنے خاوند کے ساتھ بیعت کی تھی۔ ان کے سسر مکرم صلاح قُطَیْش صاحب نے بتایا کہ زلزلے سے ایک دن پہلے ہی انہوں نے اَمانی سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے گھر والوں کو بتا دیا ہے کہ تم نے بیعت کر لی ہے؟ تو امانی صاحبہ نے کہا کہ جی ہاں! اب میں نے اپنی امی ابا کو اپنے احمدی ہونے کی اطلاع دے دی ہے۔ صلاح صاحب کا کہنا ہے کہ امانی صاحبہ اس بات پر بہت خوش تھیں کہ ان کے والدین نے ان کے احمدیت قبول کرنے پر کوئی شدید ردّ عمل نہیں دکھایا اور مخالفت نہیں کی۔ ان کے ساتھ تین سالہ بیٹا عزیزم صلاح بھی وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ دونوں ملبے کے نیچے دب گئے تھے اور انہیں دو دن بعد نکالا جا سکا۔ تب تک ان کی وفات ہو چکی تھی۔ اَمانی صاحبہ نے اپنے پیچھے خاوند مکرم عبدالمعین قُطَیْش صاحب کے علاوہ چھ سالہ بیٹی عبیرہ بھی یادگار چھوڑے ہیں۔

شمس الدین مالاباری صاحب مربی سلسلہ کبابیر ہیں، کہتے ہیں کہ امانی صاحبہ اور ان کے میاں عبدالمعین قُطَیْش صاحب کی فیملی سیریا سے ہجرت کر کے ترکی آئی تھی۔ امانی صاحبہ نہایت مخلص خدمت گزار اور قناعت پسند خاتون تھیں۔ بیعت کی اہمیت پر آگاہی حاصل کرنے کے بعد بیعت کرنے میں تاخیر نہیں کی بلکہ اپنے خاوند اور بھائیوں کو بھی حوصلہ دیتی رہیں۔ کہتے ہیں کہ میری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے یہ خاص طور پر نوٹ کیا کہ مرحومہ اپنے سسرال کے تمام افراد کو ساتھ لے کر چلتی تھیں اور سب کے ساتھ ان کا نہایت پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ بیعت والے دن بہت خوش تھیں اور ہمیں انہوں نے بہت اخلاص کے ساتھ الوداع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا جو ذکر ہے جن کا جنازہ پڑھوں گا وہ ہیں

مقصود احمد منیب صاحب مربی سلسلہ

جو 15؍فروری کو ہارٹ اٹیک سے 53 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد مکرم چودھری جان محمد صاحب نے 1974ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ 1991ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے مبشر کی ڈگری لے کر فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ کے تحت پاکستان کے مختلف شہروں میں یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1998ء سے 2006ء تک مشرقی افریقہ کینیا میں خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد پھر پاکستان میں ہی آ گئے اور آجکل مربی ضلع کوئٹہ کے طور پر خدمت بجا لا رہے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ناظر اصلاح و ارشاد صاحب نے بھی لکھا ہے کہ بڑے مخلص اور وفا سے کام کرنے والے بڑی محنت سے کام کرنے والے مربی تھے۔

مربی سلسلہ کوئٹہ عبدالوکیل صاحب لکھتے ہیں کہ واقفین کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ مرحوم کو جس بات کا علم نہیں ہوتا تھا بلا ہچکچاہٹ میرے سے پوچھ لیتے تھے جبکہ خاکسار ان سے عمر میں کافی چھوٹا تھا۔ مرحوم نے ایک عرصہ کینیا میں گزارا اور ہمیشہ ان کی باتوں میں کینیا کا ذکر ضرور ہوتا اور کینیا اور کینیا کے لوگ گویا کہ ان کے دل میں گھر کر گئے تھے۔ مرحوم اکثر کہا کرتے تھے کہ کینیا کے لوگ اخلاص میں بہت آگے ہیں اور بہت محبت کرنے والے ہیں۔

فرید مبارک صاحب قائد مجلس ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انتہائی نفیس، پاکباز، دین کے فدائی، جماعت کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنے والے، خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے انسان تھے۔ کہتے ہیں جب مجھے معلوم ہوا کہ بہت سینئر مربی کا یہاں کوئٹے میں تبادلہ ہو گیا ہے تو میں بڑا خوش ہوا کہ کوئٹہ کی جماعت کو اس کی ضرورت تھی۔ کہتے ہیں پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے خاکسار کا دل موہ لیا۔ جس دن انہوں نے ضلع کوئٹہ کی مسجد میں پہلا خطبہ دیا تو ہر سننے والے نے ان کی تعریف کی۔ بہت مہمان نواز تھے۔ ہر ایک کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتے۔ بھرپور خدمت کرتے۔ ان کے دل میں جماعت کے لیے جو درد تھا وہ ان کی آنکھوں سے عیاں تھا۔ جب تقریر کرتے تو ایسا جوش، ولولہ ان کے انداز میں ہوتا تھا کہ سننے والے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ اجلاسات اور دورہ جات میں شامل ہوتے اور ہر ملنے والے کے دل میں جماعت کے لیے فکر پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ ان کے پاس جماعتی علم کا بھی بے پناہ خزانہ تھا۔ عاجزی اس قدر تھی کہ ایسا عاجز انسان کہتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ پھر کہتے ہیں کہ گذشتہ جمعہ جس سے اگلے دن ان کی وفات ہوئی ہے ان کے چہرے پر ایک الگ طرح کا نور تھا۔ جب میری ان پر نظر پڑی تو میں نے ناظم عمومی صاحب کے سامنے مربی صاحب سے اظہار کیا کہ آج تو وہ بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کا آخری جمعہ ہے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان سب کے جنازے ان شاء اللہ ابھی پڑھاؤں گا۔



امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ ۰۵ تا ۱۲؍مارچ ۲۰۲۳ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات میں سے چند ایک کی جھلک ہدیہ قارئین ہے:

☆ **...۰۵؍مارچ بروز اتوار:** حضور انور نے آج اپنے دفتر اسلام آباد میں دس بین الاقوامی وفود کو شرف ملاقات بخشا جو امن سمپوزیم میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔ ان مہمانان میں ماہرین تعلیم، میڈیا کے نمائندے، انسانی حقوق کے کارکنان اور دیگر احباب شامل تھے۔

☆ **...۰۷؍مارچ بروز منگل:** آج فارغ التحصیل مربیان جامعہ احمدیہ یوکے ۲۰۲۲ء و جامعہ احمدیہ کینیڈا ۲۰۲۲ء کی حضور انور کے ساتھ مسجد مبارک، اسلام آباد میں دوسری نشست تھی۔ اس نشست میں حضور انور مختلف امور کے بارے میں مربیانِ کرام کی راہنمائی فرماتے اور ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

☆ **...۰۸؍مارچ بروز بدھ:** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج دوپہر بارہ بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر مکرم عدنان احمد ججہ صاحب ابن مکرم چودھری اعجاز اللہ ججہ صاحب (بیت الفتوح۔ لندن) کی نماز جنازہ حاضر اور نو مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ **...۰۹؍مارچ بروز جمعرات:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج دوپہر بارہ بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر مکرمہ اقبال اختر صاحبہ اہلیہ مکرم مظفر احمد اختر صاحب (مانچسٹر) کی نمازِ جنازہ حاضر اور دس مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ **...۱۰؍مارچ بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ (خلاصہ خطبہ جمعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں الفضل انٹرنیشنل شمارہ ۱۴؍مارچ ۲۰۲۳ء)

☆ **...۱۱؍مارچ بروز ہفتہ:** آج دوپہر کو ایم ٹی اے سٹوڈیوز اسلام آباد میں جماعت کی ویب سائٹ الاسلام کے ۱۲؍اراکین کی حضور انور کے ساتھ ملاقات ہوئی۔

☆ ... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج بعد نماز ظہر و عصر آٹھ نکاحوں کا اعلان فرمایا اور ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔ (تفصیلات صفحہ نمبر ۸۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

☆ ... آج شام نمازِ عشاء سے قبل حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام آباد کے شرقی جانب لگی مارکی میں تشریف لا کر مکرم مرزا اسامہ احمد صاحب (ابن مکرم مرزا محمود احمد صاحب) اور عزیزہ مریم صدیقہ کی تقریبِ ولیمہ کو برکت بخشی اور دعا کروائی۔

☆ **... ۱۲؍مارچ بروز اتوار:** آج دوپہر بارہ بجے اراکین نیشنل عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ گھانا کی حضور انور کے ساتھ آن لائن ملاقات ہوئی۔

☆ ... حضور انور نے آج شام نمازِ عشاء سے قبل اسلام آباد کے شرقی جانب لگی مارکی میں تشریف لا کر عزیزہ بارعہ رحمان بنت مکرم ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب (صدر مجلس انصار اللہ یوکے) کی تقریب رخصتی کو رونق بخشی۔ عزیزہ کی شادی مکرم صفوان اکبر صاحب (ابن مکرم محمد رضوان اکبر صاحب) کے ساتھ طے پائی۔

اس ہفتہ کے دوران حضورِ انور نے متعدد دفتری و ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ دفتری ملاقات کی سعادت پانے والے احباب نے اپنے پیارے امام سے متفرق امور کی بابت ہدایات اور راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق پائی۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

براہین احمدیہ کا فکری تناظر

(پروفیسر نصیر احمد حبیب)

جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی کے مشابہ ہے

1857ء کے گمنام علماء کے درمیان بحث ہو رہی تھی کہ اس موقع پر جہاد فرض ہے کہ نہیں۔ بقول مصنف مشائخ دیو بند مولانا شیخ محمد کی رائے تھی کہ ''انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز نہیں (پھر یہ سوال پوچھا گیا) کیا اتنا بھی سامان نہیں کہ جتنا غزوہ بدر میں تھا۔ اس موقع پر مولانا شیخ محمد نے سکوت فرمایا... چنانچہ جہاد کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔'' (مفتی عزیز الرحمٰن، مشائخ دیو بند، یوپی، 1967ء، صفحہ 82)

حیرت ہے کہ اس موقع پر موازنہ دنیاوی ساز و سامان کے حوالے سے ہو رہا تھا۔ روحانی سرمایہ اور تائید الٰہی جو ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں کے طفیل اصحاب بدر کو حاصل تھی اور وہ روحانی انقلاب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے فیض سے برپا ہوا جس نے صحابہ کرام کو یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا کا نمونہ بنا دیا اسے مکمل فراموش کر دیا گیا۔ اِدھر 1857ء کی جنگ میں شامل ہونے والوں کا حال یہ تھا کہ بقول سرسید احمد خان ''وہ ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماشا بینی اور ناچ رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔'' (سرسید احمد خاں، رسالہ اسباب بغاوت ہند، پٹنہ، 1995ء صفحہ 17)

ہم دیکھتے ہیں اس کے برعکس صحابہ کرام کا طرز عمل کیا تھا جو اس روحانی انقلاب کی دولت سے مالا مال تھے۔ کیا کبھی انہوں نے عورتوں اور بچوں پر تلوار اٹھائی۔ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں: ''ابو دجانہؓ ... مشرکین کی صفوں میں گھس گئے ... ہند زوجہ ابوسفیان جو بڑے شور سے اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھی اس کے سامنے آئی اور ابو دجانہؓ نے اپنی تلوار اوپر اٹھائی ... لیکن میں نے دیکھا ابو دجانہؓ نے خود بخود ہی اپنی تلوار نیچی کر لی۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ۔ صفحہ 489) لیکن یہاں نام نہاد مجاہدین کیا کر رہے تھے۔ بقول مرزا ظہیر الدین دہلوی انگریز عورتوں اور بچوں سے کیا سلوک ہوا بیان کرتے ہیں: ''دیکھتے ہیں کہ پچاس پچپن عورتیں اور بچے اور چار یا پانچ مرد زخمی چلے آتے ہیں اور گرد ان کے ایک حلقہ پوربیوں کا ہے اور خلائق کا ہجوم ہے... متفق اللفظ ان سب نے کہا بھائی مسلمانو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ ہم سب مسلمان ہوتے ہیں۔ ہم کو جان سے نہ مارو... تھوڑی دیر میں ہرکارے نے آکر خبر دی ان قیدیوں کا کام تمام کر دیا گیا... وہ کمبخت کیسے سنگدل تھے کہ جن ظالموں کے ہاتھ ان بچوں اور حور طلعت عورتوں پر اٹھائے تھے۔''

(ظہیر دہلوی، داستانِ غدر، لاہور، 1955ء، صفحہ 113-121)

اس سنگدلی اور روحانی مفلسی کا نتیجہ یہ تھا کہ تائید الٰہی اور نصرت حق کا کوئی نظارہ نظر نہیں آیا جو غزوہ بدر میں نظر آیا تھا۔ اس روحانی بے سروسامانی اور افلاس کے باعث تائید الٰہی کس طرف تھی۔ دیو بندیوں کے ایک بزرگ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مطابق ''خضر کو میں تو انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں... باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ نصرت حق کی مثالی شکل تھی۔'' (مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی جلد دوم، صفحہ 103)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس حالت کو کیوں کر پہنچے۔ تائید الٰہی اور نصرت حق جو اہل ایمان کا خاصہ تھی مسلمانوں کا کیوں ساتھ چھوڑ گئی۔

ہم تاریخ مسلمانانِ ہند کے جب اوراق پلٹتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جب محمود غزنوی سومناتھ میں نبرد آزما تھا جنگ نازک مرحلے میں داخل ہوگئی پانسہ کسی بھی طرف پلٹ سکتا تھا اس نازک صورت حال میں محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی کا عطا کردہ جبّہ زیب تن کر کے خدا کے حضور سر بہ سجود ہوگیا۔ چند لمحوں میں فتح کی نوید مل گئی۔ لیکن اب 1757ء سے 1857ء تک انگریزوں کے مختصر لشکر مسلمانوں کو شکست پر شکستیں دے رہے تھے لیکن ماضی کی طرح تائید حق کا کوئی نظارہ نظر نہیں آتا تھا۔ بقول شاعر صورتِ حال یہ تھی۔

اُنہی راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے

آخر اس ناکامی کی وجہ کیا تھی؟ سوانح قاسمی کے مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''چونکہ تحریک وقت سے پہلے شروع ہوگئی تھی نیز سب جگہ ایک ہی وقت میں شروع نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے انگریزوں کو (جن کے پاس کافی طاقت تھی) تحریک کچلنے میں آسانی ہوگئی۔'' (مولانا مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی جلد دوم، صفحہ 85)

گویا علمائے کرام کی نظر بھی باہر کی طرف تھی وہ اپنی ناکامی کے اسباب بیرونی دنیا میں ڈھونڈ رہے تھے۔ حالانکہ وجوہات اندر تھیں۔ کوئی بھی اس فلاسفی کا قائل نہیں تھا کہ ''زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 15)

لہٰذا ہر کوئی ''سرگشتہ خمارِ رسوم و قیود تھا''۔

اب ان اسباب کا جائزہ لیتے ہیں جن کے باعث آسمان سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ بقول شاعر

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

مسلمانانِ ہندوستان کے زوال کی پہلی وجہ فکری انتشار تھی۔ جس پر قابو نہ پایا جاسکا۔

فکری انتشار

جب کسی قوم کی تقدیر بگڑتی ہے تو اس کی سب سے پہلی علامت وہ فکری انتشار ہوتا ہے جو اس کے بنیادی عقائد اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اور وہ قوم الجھن اور تردّد کا شکار ہو جاتی ہے۔ وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے اور اس کی قوت عمل سلب ہو جاتی ہے۔ مسلمانانِ ہندوستان کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز پر مسلم اقتدار قائم ہوگیا لیکن یہاں اسلام کو جو فروغ حاصل ہوا وہ صوفیائے کرام کی بے لوث کوششوں، ایثار و قربانی اور تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں ہوا۔ لیکن بعد میں جب ان صوفیائے کرام کا رابطہ ہندوستان کے مذہبی طبقے سے ہوا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہندو جوگی بھی وہی معارف بیان کر رہے ہیں جو اپنے شیوخ سے ایران اور وسط ایشیا میں سن چکے تھے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ روحانی ترقی کے حصول کے لیے کسی خاص مذہب یا عقیدے سے وابستگی ضروری نہیں اصل کامیابی روحانی طور پر اوپر اٹھنا ہے نہ کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف سفر۔ چنانچہ ان خیالات کا اظہار شاعری میں بھی ہونے لگا۔

وید قرآناں پڑھ پڑھ تھکے
کر کر سجدے گھس گئے متھے

چنانچہ تصوف میں رائج نظریہ وحدت الوجود کی متضاد اور غلط تعبیریں فروغ پا گئیں۔ اور یہ خیال فروغ پا گیا کہ تمام مذاہب خدا تک پہنچاتے ہیں لہٰذا کسی خاص مذہب سے وابستگی کوئی ضروری امر نہیں۔ اس فکری انتشار کی فضا میں مہدوی تحریک نے جنم لیا جس کے بانی سید محمد جونپوری تھے گو بعد میں انہیں یہ احساس ہوا کہ تائید الٰہی کی جو فعلی شہادت مہدی معہود کے بارے میں بیان ہوئی ہے وہ ان کے ساتھ نہیں۔

لیکن بعض لوگ جو ان پر ایمان لائے ان میں ایک شیخ علائی بھی تھے۔ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری نے بادشاہ کے کان بھرے کہ شیخ علائی کو قتل کروا دیا جائے۔ بادشاہ سلیم شاہ نے جب شیخ علائی کو طلب کیا تو وہ ان سے بہت متاثر ہوا اس نے ان کا معاملہ ایک بزرگ عالم میاں بڈھے شاہ کے سپرد کر دیا۔ میاں بڈھے شاہ نے بادشاہ کو خط لکھا کہ ''علامات مہدی کے بارے میں بہت اختلاف ہے ان سے شیخ علائی کے کفر اور ایمان کے متعلق فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ خط بادشاہ تک نہ پہنچنے دیا گیا۔ بالآخر یہ معاملہ مخدوم الملک ملّاں عبداللہ سلطان پوری کے سپرد کر دیا گیا۔ بقول شیخ اکرام ''شیخ علائی کو کوڑے مروا مروا کر شہید کر دیا۔'' (شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، فیروز سنز، 1968ء، صفحہ 32)

علماء دوسروں کو مروانے سے دریغ نہیں کرتے تھے لیکن خود عبداللہ سلطان پوری نے ''ایک حیلہ شرعی نکال رکھا تھا۔ یعنی ہر سال کے آخر پر تمام روپیہ بی بی کو ہبہ کر دیتا تھا اور سال کے اندر اندر پھر واپس لے لیتا تھا کہ زکوٰۃ سے بچ جائیں اور اس کے علاوہ اکثر... بنی اسرائیل کے حیلے بھی ان کے آگے شرمندہ ہیں۔ (مولوی محمد حسین آزاد، دربارِ اکبری، لاہور، 1939ء، صفحہ 314) چنانچہ اپنی کوتاہ اندیشی اور حیلہ سازیوں کی وجہ سے علماء عوام اور اشرافیہ کی نظروں سے گر گئے۔

مغل بادشاہ اکبر نے عبادت خانہ قائم کر کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مذہبی مباحثہ کا اہتمام کیا۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ملّاں عبداللہ سلطان پوری اور دوسرے علماء پادریوں کے اعتراضات کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ پادریوں کو اگر کسی نے معقول جوابات دیئے تو وہ ابوالفضل اور اکبر نے دیے۔ بادشاہ نے علماء سے مایوس ہو کر صلح کل کی پالیسی اختیار کی جس کے تحت حکومت کے انتظام و انصرام میں تمام مذاہب کے پیروکاروں کو شامل کر لیا گیا۔ اسی دوران ایک ہندو پر توہین رسالت کا الزام لگا جسے شیخ عبدالنبی نے موت کی سزا سنائی۔ بعد میں کسی ملّاں نے اکبر کو بتایا کہ شیخ عبدالنبی حنفی ہے۔ لیکن شیخ عبدالنبی نے فیصلہ فقہ شافعی کے مطابق کیا ہے۔ اس پر ایک محضر نامہ تیار کیا گیا۔ جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ اگر کسی معاملہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہو تو یہ بادشاہ کے اختیار میں ہوگا کہ کس امام کی رائے کو فوقیت دے۔ حیرت انگیز طور پر دوسرے لوگوں کے علاوہ اس محضر نامے پر ملّاں عبد للہ سلطان پوری نے بھی دستخط کر دیے۔ جو دوسروں کو قتل کروانے سے گریز نہیں کرتا تھا لیکن جب خود پہ وقت پڑا تو دودھ پینے والے مجنوں ثابت ہوئے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اکبر کے زمانے میں جو مذہبی بے اعتدالیاں اور فکری انتشار پیدا ہوا اس کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تجدید و اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے نظریہ وحدت الوجود کی غلط تشریحات و تعبیرات کے ازالے کے لیے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا لیکن مسلم اشرافیہ دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک نظریہ وحدت الوجود کا حامی اور دوسرا وحدت الشہود کا ہم خیال۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ حقیقت میں ان دونوں نظریات میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ اس کی نمایاں مثال ان کا مکتوب مدنی ہے۔ جس میں انہوں نے ابن العربی کی وحدت الوجود اور امام ربّانی کی وحدت الشہود کو ایک دوسرے کے مطابق ثابت کیا ہے۔'' (شیخ محمد اکرم، رودِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، صفحہ 581)

گویا حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک دونوں نظریات کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ محض لفظی نزاع ہے لیکن اصل مسئلہ تو وہ غلط تشریحات تھیں۔ جو بھگتی تحریک کے زیر اثر مسلمانوں میں راہ پا گئی تھیں۔ اس نظریہ کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ بعد کے دور میں مولانا رشید گنگوہی اپنے ایک مرید کو اپنے بزرگ ضامن علی بلال آبادی کے بارے میں

جو ان کے نزدیک غرق فی التوحید بزرگ تھے لکھواتے ہیں کہ سہارن پور کی طوائفیں ان کی مرید تھیں جب ایک طوائف ان کی زیارت کے لئے نہ آئی تو انہوں نے اسے بلوا کر پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئی اس نے جواب دیا حضرت روسیاہی کی وجہ سے شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے۔ ''بی بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہی تو ہے۔'' (مناظرہ جھنگ، اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ، ضلع جہلم، صفحہ 140)

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہَری ہَری

نظریہ وحدت الوجود کی غلط تشریحات اور تصورات کس طرح اسلامی روح کو مجروح کر رہے تھے اس اقتباس سے واضح ہے۔ ملفوظات احمد رضا بریلوی میں واقعہ درج ہے کہ ایک شخص دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی کشتی نہیں تھی۔ ''جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آؤں فرمایا یا جنید! یا جنید! کہتا چلا آ... جب بیچ دریا میں پہنچا تو شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا، اور ساتھ ہی غوطہ کھایا پکارا... حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید جنید... جب کہا دریا سے پار ہوا۔ (محمد مصطفیٰ رضا خان، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، کراچی، 2009ء، صفحہ 166)

ان تصورات نے کس طرح روح عمل کو سلب کر لیا اور تعمیر کردار کے جذبہ کو نقصان پہنچایا۔ اس کی مثال اس قصے میں نظر آتی ہے۔ جو مولوی احمد رضا کی کتاب میں درج ہے۔ ''ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا ایک روپیہ دے دو... ورنہ... دکان الٹ دوں گا... ایک صاحب دل کا گزر ہوا... انہوں نے دکان والے سے فرمایا جلد روپیہ اسے دے ورنہ دکان ٹوٹ جائے گی... لوگوں نے عرض کی یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی۔ معلوم ہوا بالکل خالی ہے... اس کے شیخ کو دیکھا۔ انہیں اہل اللہ سے پایا اور وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، مرتبہ مصطفیٰ احمد خان، کراچی 2009ء)

ان قصوں اور کہانیوں سے حقیقت خرافات میں کھو گئی۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ۔ لیکن یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر شیخ پیچھے کھڑا ہے تو عمل کی ضرورت نہیں۔ جب قوم بے عمل ہو جاتی ہے تو پھر خدا کی تقدیر حرکت میں آتی ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

علماء کا تو حال خراب تھا ہی وہ آپس میں ایک دوسرے پر فتوے لگا رہے تھے۔ لیکن ایک افسوسناک پہلو یہ سامنے آیا کہ حکماء اور صوفیاء میں بھی چپقلش شروع ہو گئی۔ حکماء صوفیاء کی تضحیک کرتے اور مذہبی عقائد کی تخفیف کرتے جواب میں صوفیاء نے انسان کے مقصد پیدائش کے حوالے سے بعض باتیں کیں۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ''ان منظم اور مرتبہ علوم میں ایک علم ہندسہ ہے محض لایعنی اور بیہودہ اور لاطائل ہے بھلا مثلث کے تینوں زاویہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا۔'' (سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی، 1989ء، صفحہ 324) حضرت مجدد الف ثانیؒ خود علم ہندسہ کے ماہر تھے لیکن یہ عبارت کسی خاص پس منظر میں لکھی گئی تھی۔ لیکن ان الفاظ کا غلط مفہوم لایا گیا۔ لہٰذا مغلوں کے عہد میں علوم عقلیہ کو کوئی خاص فروغ حاصل نہیں ہو سکا۔

''امیر فتح اللہ شیرازی جیسے بزرگ چاہتے تو یہاں بھی کم از کم منتخب اداروں میں سائنس کی تعلیم کا آغاز ہو سکتا تھا۔ مغرب میں اس وقت گلیلیو پیدا ہو چکا تھا۔ جس نے نئی ایجاد شدہ دُور بین کی مدد سے علم ہیئت اور فلکیات میں بنیادی تبدیلیاں کیں اور فی الحقیقت سائنس میں مغربی ترقیوں کے نئے دور کا آغاز کیا لیکن ہمارے ہاں یہ سلسلہ قائم نہ ہوا۔'' (شیخ محمد اکرم، رودِ کوثر، فیروز سنز، 1968ء، صفحہ 171)

مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ (67:9) سے معلوم ہوتا ہے کہ تدبر کے سوا ایمان صحیح نہیں ہوتا۔ علم صحیح اور عقل سلیم۔ یہ بھی خوش قسمتی کی نشانیاں ہیں۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد ہفتم۔ صفحہ 36) قرآن پاک کی سات سو سے زیادہ آیات میں تدبر پر زور دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس اس پیغام کو نظر انداز کر دیا گیا۔ مسلم اشرافیہ میں تقسیم اور اختلافات گہرے ہوتے چلے گئے۔ داراشکوہ قادری اور اورنگ زیب عالمگیر کے درمیان جنگ تخت نشینی دراصل نظریہ وحدت الوجود اور نظریہ وحدت الشہود کے درمیان جنگ تھی جس میں اورنگ زیب عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی۔ جو نظریہ وحدت الشہود کی فتح تھی۔ علماء داراشکوہ کے مرشد سرمد کو پکڑ لائے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر قتل کروا دیا۔ (مولانا ابوالکلام آزاد، رباعیات سرمد، دہلی، 1963ء، صفحہ 19)

گو اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں نظریہ وحدت الشہود کو فتح حاصل ہوئی لیکن نظریہ وحدت الوجود ایک بڑے طبقے کے قلب و ذہن سے نہ نکل سکا۔ جس کی جھلکیاں ہمیں بڑے بڑے ادبی شاہکاروں اور شاعری میں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ مشہور داستان ہیر رانجھا کے کردار دراصل نظریاتی علامتیں ہیں۔ ہیر انسانی روح کی علامت ہے جبکہ رانجھا طریقت اور کھیڑا شریعت کی علامت ہے۔

چنانچہ وارث شاہ کا یہ شعر دراصل علماء کے تسلط کے خلاف اہل طریقت کا احتجاج ہے۔

ڈولی چڑھدیاں ماریاں ہیر چیکاں
مینوں لے چلے بابلا لے چلے وے

(سید علی عباس جلالپوری، مقامات وارث شاہ)

نظریہ وحدت الوجود کی غلط تشریحوں کی بیخ کنی کے لیے کسی ایسے مرد حق کی ضرورت تھی جس کا قرآن زمینی نہیں آسمانی ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھ کو ایک وجودی کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ ایک کتّے کی طرف جو ہڈی پھینکی تو وہ وجودی بولا ''یہ بھی آپ ہی ہیں''۔ وہ وجودی سیال والوں کا مرید تھا۔ میں نے کہا اب تو آپ کو موضع سیال میں جانے کی حاجت بھی نہ رہی۔ وجودی بولا واہ مولوی صاحب تم نے ہمارے مرشد کو گالی دی میں نے کہا تم نے ہمارے خدا کو گالی دی۔ فَبُہِتَ'' (اکبر شاہ نجیب آبادی، مرقات الیقین فی حیات نور الدین، قادیان 2002ء، صفحہ 257)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''وجودی نے جو قدم مارا ہے وہ حد ادب سے بڑھ کر ہے۔ بیسیوں کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی وجودی اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ واقعی وجودی میں خدا ہے یا تصورِ خدا ہے؟ اگر خدا ہی ہے تو کیا یہ ضعف اور یہ کمزوریاں جو آئے دن عائد حال رہتی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفات ہیں؟ ذرا بچہ یا بیوی بیمار ہو جاوے تو کچھ نہیں بنتا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جاوے مگر خدا تعالیٰ چاہے تو شفا دے سکتا ہے۔ حالانکہ وجودی کے اختیار میں یہ امر نہیں۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، سورہ شوریٰ، جلد ہفتم، صفحہ 122)

اس فکری انتشار اور روحانی زوال کے نتیجے میں مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہو گئی۔ اس تناظر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔ آپ نے اپنے نور فراست سے اس حقیقت کا ادراک کر لیا کہ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَہۡجُوۡرًا (35:31) آپ نے اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کرانے کے لیے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا جو اس وقت سرکاری زبان تھی۔ لیکن جب علماء کو پتہ چلا تو وہ تلواریں کھینچ کر آ گئے۔ (شیخ محمد اکرم، رودِ کوثر، فیروز سنز، 1969ء، صفحہ 552)

حضرت شاہ ولی اللہ نے امت مسلمہ کے اندرونی اختلاف کو دور کرنے کے لیے ایک اصول پیش کیا۔

"The personality of the Holy Prophet(PBUH)was a comprehensive one and with this comprehensiveness it was possible to reconcile what superficially appeared incompatible."

(History of the Freedom Movement, Pakistan Historical Society Karachi,1957P.494)

یعنی بقول حضرت شاہ ولی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایک جامع شخصیت ہے لہٰذا جو ہمیں بظاہر سطحی طور پر متضاد نظر آتا ہے۔ ہم آپ کی جامع شخصیت کی روشنی میں ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس خیال کی روشنی میں اس وقت مسلمانانِ ہندوستان میں پائے جانے والے اختلاف دور کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کی قیادت میں شیعہ اور سنی امراء کو اکٹھا کر دیا جس کے نتیجہ میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ لیکن ہندوستان کے سیاسی افق پر ابھرتی ہوئی نئی قوت برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی آپ کی نظروں سے اوجھل رہی۔ ادھر ایک مرہٹہ جرنیل مہادیو جی سندھیا جو پانی پت کی تیسری لڑائی میں اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا تھا اپنا اقتدار دہلی پر قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن بادشاہ جو اب مرہٹوں کے رحم و کرم پر تھا ان سے خوش نہیں تھا۔

کیونکہ مرہٹوں کی پنشن پر اس کا گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ اس تناظر میں 1803ء جنرل لیک (Lake) نے دہلی پر قبضہ کر کے بادشاہ کو مرہٹوں سے رہائی دلائی۔ یہ بھی ایک کہانی (Myth) ہے کہ انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ ادھر مسلمانانِ ہندوستان کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ پنجاب کے مسلمان سکھوں کے جبر و استبداد کا شکار تھے انہیں اذان تک دینے کی اجازت نہیں تھی۔

''یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ دور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں دین اسلام سے کیا منکر نہیں؟... سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے ہیں اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی کے ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں اگر سکھ اب یا ہمارے غلبے کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آ جائیں گے تو ہم کو ان سے بھی لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔'' (مولانا غلام رسول مہر، تحریک سید احمد شہید، جلد اول، مکتبہ الحق بمبئی، 2008ء صفحہ 342)

سید احمد شہید کو ابتدا میں کامیابی ملی لیکن بقول شیخ اکرام انہوں نے ''قرنِ اول کے مخلص مسلمان کی طرح بہ یک جنبش لب احکام خداوندی کو نافذ کرنا چاہا... شاید مصلحین کی کوششیں بھی اس قدر مہلک ثابت نہ ہوتیں اگر سرداران پشاور کی مسلسل اور مکارانہ مخالفت منتقیانہ قوتوں کو یکجانہ کر لیتی۔'' (شیخ اکرام، موجِ کوثر، لاہور، 1975ء، صفحہ 31) چنانچہ سازش کر کے ان مجاہدین کو نماز پڑھتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔

''شقاوت کی انتہا یہ ہے کہ شہیدوں کی لاشوں کو گھوڑوں کے پاؤں تلے روندتے اور کہتے کہ اٹھو اور نماز کی تاکید کرو یا عشر لو۔'' (غلام رسول مہر، سید احمد شہید، لاہور، حصہ دوم، صفحہ 322)

سید احمد شہید کی تحریک گو بظاہر ناکام رہی لیکن آپ کی روحانی قوت کے فیض سے سکھ حکومت کا پنجاب سے خاتمہ ہو گیا۔ 1857ء کے واقعہ کے بعد دلّی کی سات سو سالہ تہذیب کا سورج ڈوب گیا۔ یہ سانحہ اتنا بڑا تھا کہ بقول سرسید احمد خان (جن کے ننھیال شاہ عبدالعزیز کے عقیدت مند تھے اور والد شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھے)

''میرا ارادہ ہندوستان میں رہنے کا نہیں ہے۔ میں اس وقت ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپے گی اور کچھ عزت پائے گی اور جو حال اس وقت قوم کا تھا وہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔'' (مولانا الطاف حسین حالی، حیاتِ جاوید، لاہور، 2002ء، صفحہ 95)

یہی حالت علماء کی بھی تھی بعض حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرح ہجرت کر گئے اور بعض پس منظر میں چلے گئے۔ بعد ازاں اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے سرسید احمد خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اپنے خیالات کے مطابق اپنے اپنے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مسلمانان ہندوستان کا دین بچانا چاہتے تھے جبکہ سرسید احمد خان دنیا۔

مولانا قاسم نانوتوی سمجھتے تھے کہ مسلم ریاست کی غیر موجودگی میں اسلامی علوم اور ورثہ کی حفاظت کے لیے مسلمانان ہندوستان کو بحیثیت قوم اس کا بیڑا اٹھانا چاہیے۔ آپ نے 1867ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ لیکن دیوبند میں ایک طبقہ یہ خیال کرتا تھا کہ مولانا قاسم نانوتوی نے یہ مدرسہ اس لئے بنایا تھا کہ ''1857ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے۔'' (مولانا سید مناظر احسن گیلانی، احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، مکتبہ دیوبند، صفحہ 170)

چنانچہ مولانا محمود الحسن نے اس کے لیے منصوبہ سازی شروع کر دی۔ چنانچہ تحریک ریشمی رومال اسی تصور کا شاخسانہ تھی۔ جبکہ دوسرا طبقہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ ادارہ اسلامی تعلیم کے فروغ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ لہٰذا مولانا قاسم نانوتوی کے صاحبزادہ مولانا محمد احمد ان خفیہ منصوبوں اور تحریک ریشمی رومال کے کرداروں کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں تک پہنچا دیتے تھے۔

(Shan Muhammad, Indian Muslims, Documentary Record,1857,1900)

مولانا محمد احمد کو ان خدمات کے عوض شمس العلماء کا خطاب اور 300 روپیہ وظیفہ گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوا۔

مولانا سندھی 1857ء کی تلافی کے لیے پہلی جنگ عظیم کے آغاز پر کابل پہنچے۔ ”سات سال کابل میں اور پھر تین سال ترکی میں رہ کر انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور عملی زندگی میں تجربہ کر کے جان لیا کہ سیاسی خوش اعتقادی کا یہ محل پوری طرح ڈھے گیا ہے۔“ (محمد سرور، افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، ساگر آکادمی لاہور، صفحہ 58)

یہ الگ بات ہے کہ یہ تصور کہ ریاست اور تلوار کی مدد کے بغیر اسلام کی تبلیغ اور فروغ کا فریضہ سرانجام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ تحریک ریشمی رومال سے لے کر القاعدہ کے قیام اور اس کی سرگرمیوں سے بعض مسلمانوں کو متاثر ہو رہے ہیں کیونکہ مولانا مودودی کی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور دعوت و تبلیغ نہیں بلکہ تلوار تھی جس نے دلوں کا زنگ اتارا تھا۔ انہوں نے گویا ایک طرح حقائق کو مسخ کر کے عام مسلمانوں کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کی۔ مؤرخ Karen Armstrong نے ایک پتہ کی بات کی ہے۔

“We need the Prophet’s story at this dangerous time. Muslim extremists must not be allowed to hijack the biography of Muhammad and twist it to suit their own ends.”

(Karen Armstrong,Muhammad,London, 2001,Page14)

بعض علماء سمجھتے ہیں کہ اسلام کی تلوار کے بغیر دلوں کے پردے چاک نہیں ہو سکتے۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، لاہور، 2005، صفحہ 174)

ان شدت پسند دانشوروں اور علماء نے بقول کیرن آرمسٹرانگ تاریخ اسلام کو یرغمال بنا لیا ہے اور اپنی من مانی تشریحوں اور تفسیروں سے مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔

”جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔“ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167 حاشیہ)

اُس دور کا تناظر یہ تھا کہ ”بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے ان پر تلوار اٹھائی۔“ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 31)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف پیغمبری کا عہدہ رکھتے تھے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بادشاہ بااختیار کی طرح ملکی مصالح قائم رکھنے کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 240)

لہٰذا اگر پیغام حق کے راستے میں کوئی کوہِ گراں نہیں ہے تو نہ تلواروں کی ضرورت ہے نہ ریاست کے جبر کی۔ ضرورت ہے تو کسی ایسے مطہر وجود کی جو زمانہ کے تناظر کو سمجھ سکے۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ۔ اور یہ کام امام زمانہ کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ امام زمانہ کی چشمِ بصیرت نے زمانہ کا ادراک اس طرح کیا کہ اب اسلام کی شان جمالی کے ظہور کے لیے سامان پیدا ہو رہے ہیں اور اب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے راستے میں کوئی روک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ”زمین پر ہر ایک سامان مہیا کر دیا ہے اور ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک کے احسن انتظاموں اور سیر و سیاحت کے سہل طریقوں کو کامل طور پر جاری فرما دیا ہے۔“ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 16) آپ نے زمانہ کا ادراک فرما کر نام نہاد مجاہدین کو انتباہ فرمایا۔

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

آپؑ کی یہ پیشگوئی بار بار پوری ہوئی۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی نے جو تحریک ریشمی رومال کے ایک اہم کردار تھے جب نئی دنیا کا جلوہ دیکھا تو خیرہ ہو گئے۔ جب بین الاقوامی سیاست کی مرکبات دیکھیں اور جدید دنیا سے رابطہ ہوا تو وہ اپنا خیال ترک کر بیٹھے اور ایک انداز میں جماعت احمدیہ کے موقف کی سچائی کو تسلیم کرنے لگے۔ اور جماعت کی مساعی کے بارے اپنے ایک خط میں تسلیم کیا۔

”ایک مقصد کے لئے مختلف نظریات پر لوگ کام کر رہے ہیں ہر ایک کو کام کرنے کا موقعہ دینا چاہیے۔ خدا جانے کس طریق سے کامیابی ہوتی ہے۔“ (ڈاکٹر ابو سلیمان سندھی، مولانا عبید اللہ سندھی کے مکتوبات، المحمود اکیڈمی، لاہور، صفحہ 131)

گویا آپ نے جماعت کے بارے میں تسلیم کیا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کے طریق کو کامیابی عطا فرمائے لیکن مولانا نے نام نہاد غازیوں کو جو تلواروں سے دلوں کا زنگ اتارنے کی فکر میں تھے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا۔ ”یہ گھروندے جو تم نے بنا رکھے ہیں اور جنہیں فلک الافلاک سے بلند سمجھتے ہو یہ گھروندے زمانے کے ہاتھوں سے اب نہیں بچ سکتے۔ تمہارا تمدن تمہارا سماج، تمہارے افکار، تمہاری سیاست اور تمہاری معاشرت سب کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ تم اسے اسلامی تمدن کہتے ہو۔ لیکن اس تمدن میں اسلام کا شائبہ بھی نہیں تم مذہب کا نام لیتے ہو لیکن یہ مذہب تمہاری ہٹ دھرمی کا نام ہے۔“ (محمد سرور، افادات و ملفوظات سندھ، ساگر اکیڈمی، 1972ء لاہور، صفحہ 18)

دوسرا مکتبہ فکر سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء کا تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانان ہندوستان کی دنیا نہ بچائی گئی تو دین بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ مسلم اشرافیہ کو یہ غم بھی کھائے جا رہا تھا کہ ہندو ہم سے ملازمتوں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ سر سید احمد خاں نے نوجوانوں کے لیے نئے سسٹم میں جگہ بنانے کے لیے 1875ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی۔ تا کہ نوجوانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ نئے سسٹم میں اپنی جگہ بنائیں۔ انگریزی تعلیم کی ترویج کے ساتھ یہ بھی لازمی تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ نوجوان مغربی افکار اور سائنسی علوم سے بھی روشناس ہوں گے اور ان کی سوچ میں ایک نمایاں تبدیلی آئے گی اور وہ اپنے مذہب کے حوالے سے نئے نئے سوالات اٹھائیں گے جس کا علماء جن کا ان جدید علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے جواب نہیں دے سکیں گے۔ نوجوانوں کے سامنے مغرب کی فکری تاریخ اور فتوحات ہوں گی وہ ضرور اُن طرز فکر سے اور مغرب کی اصلاحی تحریکوں سے متاثر ہوں گے۔ ان کی نظروں سے بھی کلیسا کے جبر کے خلاف آزاد خیال دانشوروں کے اخبارات گزریں گے۔ اور وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

چنانچہ سر سید کو ”مدت سے یہ خیال تھا کہ انگریزی تعلیم سے اسلام کے حق میں جن مضر نتائج کے پیدا ہونے کا خدشہ ہے ان کا انسداد کیا جائے۔ لیکن جو طریقہ استدلال کا زمانہ گذشتہ میں یونانی فلسفہ کے مقابلہ کے لئے ہمارے متکلمین نے اختیار کیا تھا...وہ کسی طرح فلسفہ حال کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں دے سکتا تھا...اس کے مقابلہ کے لئے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی جائے۔“ (الطاف حسین حالی، حیات جاوید، آزاد کشمیر 2000ء، صفحہ 260) سر سید کو اس چیلنج کا علم تھا اور جلدی جلدی انہوں نے قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان کرنی شروع کر دی جو کہ زمانہ کے مزاج سے ہم آہنگ ہو۔ لیکن سر سید احمد خاں نے اس شوق جنوں میں ”بعض عقائد اسلامیہ کی ایسے رنگ میں تاویلیں کیں جو قرآن مجید کی آیات بینہ اور امتِ محمدیہ کے متفقہ مسلمہ عقائد اسلامیہ کے صریح مخالف تھیں۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے لفظی یا خارجی وحی اور وجود ملائکہ اور استجابت دعا وغیرہ کا انکار کیا۔“ (تعارف برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ IX-X)

گویا وہ اسلام کی کشتی سے جو اس وقت ان کے خیال کے مطابق نئے فلسفہ کے طوفان کی زد میں تھی جواہرات اور نفیس مال کی گٹھڑیاں دریا میں پھینک رہے تھے لیکن بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام ”اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے نہ آپ وہ بار بار وعدہ کر چکا ہے کہ ایسے خطرات میں یہ کشتی قیامت تک نہیں پڑے گی۔ اور وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور بادِ مخالف سے آپ بچاتا رہے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10)۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 260 حاشیہ)

سر سید احمد خاں اپنے اس نئے علم الکلام اور معذرت خواہانہ رویے کے باعث نوجوانوں کے دلوں میں کوئی یقین محکم پیدا نہیں کر سکے۔ جب بھی اسلام پر کوئی اعتراض ہوتا ان کا رویہ یہی ہوتا

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علی گڑھ کالج میں ایک Anti God سوسائٹی قائم کی گئی جس کی خبر سن کر علامہ اقبال کی رات کی نیند اڑ گئی۔ (مکاتیب اقبال، نذیر نیازی)

سر سید احمد خاں مذہب کے مابعد الطبیعاتی کردار کو ختم کر کے اور مذہب کو تہذیب و تمدن کی ترقی سے لاتعلق ثابت کر کے اس حقیقت کو فراموش کر گئے بقول ٹائن بی ”جب کبھی لوگوں نے اپنے مذہب پر اعتقاد کھو دیا تو ان کی تہذیب سماجی تشتت و افتراق کا شکار ہو گئی۔“ (ٹائن بی، اکیڈا، چوز لائف، آکسفورڈ صفحہ 288) لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ Anti God سوسائٹی قائم کرنے والے طبقہ کے اندر کوئی جرأتِ کردار نہ تھی بلکہ یہ عقائد روحانی کمزوری اور ذہنی پراگندگی کا کرشمہ تھے اس لیے ”جب یونیورسٹی کے حکام نے اساتذہ کے عقائد کی تحقیق شروع کی تو یہ لوگ اس دورِ احتساب میں اپنے آزاد خیالات پر قائم نہ رہ سکے۔ اور اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ وَمَلَآئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ پر دستخط کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔“ (شیخ محمد اکرام، موج کوثر، فیروز سنز، صفحہ 151)

یہ حال جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا تھا۔ حیرت ہے کہ علماء کا حال بھی اس سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ بقول مولانا مفتی محمود ”عام لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ہر حالت میں بُرا اور حرام ہے۔ حالانکہ جھوٹ بعض اوقات فرض اور واجب ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے 1857ء میں سب کچھ کیا جب انگریز حاکم نے پوچھا تو سب انکار کر کے چلے آئے۔“ (حسین احمد مدنی، نقش حیات جلد دوم صفحہ 205)

حیرت انگیز طور پر جب ہم مغرب کی طرف دیکھتے ہیں تو برطانیہ کا ایک سیاسی لیڈر چارلس بریڈلا جو ایک دہریہ ہے۔ افلاس کی وجہ سے بارہ سال کی عمر میں اسے سکول چھوڑنا پڑا لیکن اپنی ذاتی کوشش اور مطالعہ سے قانون پر عبور حاصل کر لیا۔ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ 1880ء میں وہ پارلیمنٹ کا انتخاب جیتنے میں کامیاب ہوا لیکن پارلیمنٹ میں اس نے دستور کے مطابق بائیبل پر حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے ضمیر کی صداقت پر حلف اٹھانا چاہتا تھا لیکن اسے پارلیمنٹ سے نکال دیا گیا۔ وہ بار بار منتخب ہوا اور اسے پارلیمنٹ سے نکال دیا جاتا۔ بالآخر جب وہ چوتھی بار انتخاب جیت کر آیا تو پارلیمنٹ کو اجازت دینی پڑی کہ وہ اپنے ضمیر کی صداقت پر حلف اٹھا سکتا ہے۔ (عاشق حسین بٹالوی، چند یادیں چند تاثرات، آئینہ ادب لاہور، 1969ء، صفحہ 433، 434)

یہ جرأت کردار نہ ہمارے پڑھے لکھے نوجوانوں میں تھی نہ علماء میں جو مصلحت کے تحت جھوٹ بولنا جائز نہیں بلکہ واجب سمجھتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ ”لوگ سمجھتے ہیں کہ یورپ اور امریکا کی ترقی سائنس کی وجہ سے ہوئی حالانکہ...ان کی ترقی محض اخلاق کی وجہ سے ہوئی ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد ششم، صفحہ 581)

اس خیال کی تائید مشہور مؤرخ ٹائن بی بھی کرتا ہے کہ دور جدید میں اسلام اور مغرب کے تصادم کے وقت مغرب کو اخلاقی برتری حاصل تھی۔

“the modern West is superior to her not only in arms...and above all in spiritual culture.”(Toynbee, Civilization on Trial,P187)

اب سوال یہ ہے کہ یہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ جو علماء سے مایوس ہو چکا تھا۔ اور انہیں کفر کھینچ رہا تھا اب ان کے کیا سوال تھے، کیا معیار تھے جن کے مطابق انہیں تسلی بخش جواب دیا جا سکے۔

دورِ اکبری میں تو کوئی ابو الفضل موجود تھا جو پادریوں کو معقول جواب دے کر خاموش کروا دیتا تھا لیکن اب یہ معاملہ تھا کہ 1851ء میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں اکانوے ہزار تھی اور 1881ء میں چار لاکھ ستر ہزار ہو گئی۔

اس تناظر میں ضرورت تھی نئے علم کلام کی جو زمانے کی ضرورت کے مطابق ہر سوال کا جواب دے سکے۔ بقول مولانا شبلی ”ہر طرف سے صدائیں آ رہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے... آج بدیہات اور تجربہ کا سامنا ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں محض قیاسات عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا۔“

(علامہ شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام، لاہور 2003ء، صفحہ 17)

صورت حال کچھ اس طرح تھی 557ھ کا واقعہ ہے کہ

سلطان نور الدین زنگی نے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات تین دفعہ خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اشخاص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا مجھے ان دو شخصوں کے شر سے خلاصی دے۔ سلطان سمجھ گیا کہ مدینہ میں کوئی امر واقعہ ہو رہا ہے۔ سلطان مدینہ پہنچا۔ واقعہ یہ تھا کہ نصاریٰ نے دو نصرانیوں کو مدینہ بھجوایا ''تا کہ مدینہ پہنچ کر حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر جسم اطہر حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ گستاخی کریں۔ جب یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچی تھی کافی ابر و بار بجلی کی کڑک و دھماکہ اور زلزلہ عظیم پیدا ہوا۔ اسی رات کو سلطان پہنچ گیا... حجرہ شریف کی شباک کے نیچے ان ہر دو ناپاکوں کی گردنیں مار ڈالیں۔ اور حریم حجرہ کے گرد ایک گہری خندق کھودی جو پانی تک پہنچ گئی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تا کہ وجود شریف تک پھر کبھی کوئی بھی نہ پہنچ سکے۔'' (حضرت علامہ شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب، نوری کتب خان لاہور، صفحہ 128)

چنانچہ اس وقت اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر خطرہ میں تھا تو اس وقت ان کے روحانی تقدس اور بطور زندہ نبی مسلمانوں کے عقیدے کو خطرہ لاحق تھا۔ پادری اہل اسلام کو زندہ نبی کے موضوع پر دعوت مقابلہ دیتے لیکن مسلمانوں میں کوئی سامنے نہیں آتا تھا جو انہیں مسکت جواب دے سکے۔ علماء آپس میں رفع یدین اور کوّے کی حلت و حرمت کی بحث میں مصروف تھے۔ اور سرسید کا پیرو روشن خیال طبقہ پیروی مغرب میں روحانیت سے خالی ہو چکا تھا۔

چنانچہ ناموس رسالت اور غیرت مصطفیٰؐ کے لیے ملاء اعلیٰ میں ایک شور برپا ہو گیا۔ ایک بار پھر بجلی کی کڑک، دھماکہ اور زلزلہ عظیم پیدا ہوا ایک ایسے محب کی تلاش شروع ہوئی جس کا عشقِ رسولؐ میں کوئی ثانی نہ ہو۔ اچانک اشارہ ہوا۔ هَٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ چنانچہ قادیان کے گمنام گوشوں سے عشقِ محمد عربیؐ میں مخمور ایک عاشقِ صادق باہر نکلا اور پکار کر کہا۔

''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو!...ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔'' (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 141) آپ نے ان لوگوں کے چیلنج کو جو جلوہ دانش فرنگ سے خیرہ ہو چکے تھے قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے امتناع پر کھلا کھلی دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل المعنی کہلائے گی۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 76)

گویا دوسرے لفظوں، میں دلیل ہماری ہو گی اور کسوٹی تمہاری۔ دعویٰ ہمارا ہو گا جج تمہارے۔ نیز فرمایا: اگر کوئی میرے دلائلِ دربارہ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت ''حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم... نمبر وار توڑ دے تو... بلاعذرے، وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ اول، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 26-28)

آپؑ نے اپنے مضبوط دلائل کے ذریعے قصر صدقِ رسالت کے گرد ایک آہنی حصار کھڑا کر دیا۔ جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہو گیا۔ چنانچہ عبد اللہ آتھم ہو یا لیکھرام جو مقابل پہ آیا عبرت کا نشان بن گیا۔ تائید الٰہی کی فعلی شہادت کے اس نظارے نے سالکین کے حق کو ''ہونا چاہیئے'' کے مقام سے ''ہے'' کے مقام پر کھڑا کر دیا اور انہوں نے درجہ احسان کی رفعتوں کو چھو لیا۔ حق الیقین کی اس منزل پر انہیں ایسی استقامت عطا ہوئی کہ ان کا ایمان شہداء کا رنگ پکڑ گیا۔ جب علی گڑھ کالج کے ترقی پسند اپنی نوکری بچانے کے لیے اپنے عقیدے پر لعنتیں بھیج رہے تھے اور بقول مولانا مفتی محمود علماء جان بچانے کے لیے عدالتوں میں جھوٹ بول کر چلے آ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کا ایک جاں نثار اور فدائی شاہزادہ عبد اللطیف جن کے ہاتھوں دستار بندی بادشاہ باعث فخر سمجھتے تھے، جن کے ارادت مندوں کی تعداد پچاس ہزار تھی اور ایک بڑی جاگیر کے مالک تھے وہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھاری زنجیریں پہن کر اس دھج سے مقتل کی طرف روانہ ہوئے کہ ایک عینی شاہد فرینک مارٹن انگشت بدنداں رہ گیا اور بے اختیار گواہی دی کہ ''موت کا خوف بھی آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکا۔''

(Frank Martin: Under the Absolute Amir.New York,1907,P202)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ کتاب اس زمانے میں الٰہی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور بروزِ کامل کے علم الکلام کے فیض سے جو اخلاقی جرأت اور رفعتِ کردار سالکین حق کو نصیب ہوئی اس کی نظیر بھی اُس زمانے میں نہیں ملتی تھی۔

پائے کوباں زنداں میں کوئی نیا ہے مجنوں
آتی آوازِ سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

☆...☆...☆

واعظین و مربیان کے لیے تحریک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں کے مطالعہ کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایک سو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعویٰ کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں ان سب کا اس کو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے اور ان کے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے اور خدا تعالیٰ کی حجت جو ان پر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اس کو سمجھا سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے وساوس شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقّیت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے۔ پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اور اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دی جائے کہ وہ 24/ دسمبر 1901ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے طیار ہو جائیں اور دسمبر آئندہ کی تعطیلوں پر قادیان میں پہنچ کر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 429 تا 430)

اوصافِ قرآنِ مجید

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ اَنوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اَصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ مُوسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نَیّرِ بَیْضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دِل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(براہینِ احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۷۵ ۔مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

براہین احمدیہ میں مذکور قرآن کریم کی امتیازی شان

(شمشاد احمد قمر۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت و تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے

آنحضور ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اسلام کا پرچم بلند رکھا اور حفاظت و اشاعتِ قرآن کریم کا حق ادا کیا۔ لیکن مسلمانوں کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے پیشگوئیوں کے مطابق خلافت ختم ہوگئی اور بادشاہت قائم ہوگئی۔ پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بعد میں آنے والے بادشاہوں کو اسلام اور قرآن کریم سے زیادہ اپنی بادشاہتوں کی حفاظت کا فکر دامن گیر رہا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنے میں مصروف رہے۔ جبکہ اسلام پر دوسرے مذاہب کے اندرونی و بیرونی حملے تیز ہوتے گئے۔ اسرائیلیات اور جھوٹی روایات اسلامی لٹریچر کا حصّہ بنتی گئیں جس سے آنے والی نسلوں کے لیے اسلام کی حقیقی تصویر پہچاننا مشکل ہوگیا۔ چودھویں صدی ہجری تک آتے آتے اسلام کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اور مسلمانوں میں اسلام کا دفاع کرنے کی سکت نہ تھی۔ ایسی صورتحال میں پھر ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کسی حفاظت کا انتظام ہوسکتا تھا۔ اسی کی پیشگوئی کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے اس دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام، آنحضور ﷺ اور قرآن کریم پر ہونے والے ان حملوں کا دفاع کرتے ہوئے تقریروں اور مناظروں کے علاوہ براہینِ احمدیہ کے نام سے ایک عظیم الشان کتاب لکھی جس میں اسلام، بانیٔ اسلام اور قرآن کریم کا ایسا دفاع کیا جس کا اعتراف کرنے پر اس دَور کے ہی نہیں بلکہ آج کے علماء بھی مجبور ہو گئے۔

اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بیان فرمودہ قرآن کریم کی امتیازی خصوصیات کا مختصر سا خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ خاکسار نے کوشش کی ہے کہ اس بارے میں اپنی طرف سے کم سے کم الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں ہی بیان کیا جائے۔

قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے حضور علیہ السلام نے جو دلائل دیے ان کے بارے میں بتایا کہ یہ دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ دلائل جو اس کتاب پاک کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں اور دوسری جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضور ﷺ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں یعنی ایسے دلائل جو خارجی واقعات اور حادثات متواترہ سے لیے گئے ہیں۔ فرمایا کہ ان کی مزید دو قسمیں ہیں (۱) دلیل بسیط اور (۲) دلیل مرکب۔



دلیلِ بسیط

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثبات حقیت قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرت ﷺ کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۳۴) نیز فرمایا کہ "اندرونی شہادتوں سے وہ ذاتی کمالات کسی کتاب کی مراد ہیں کہ خود اسی کتاب میں موجود ہوں جن پر نظر کرنے سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہو کہ وہ خدا کی کلام ہے اور انسان اس کے بنانے پر قادر نہیں۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۴۳)

دلیل مرکب

"دلیل مرکب وہ دلیل ہے جو اس کے تحقق دلالت کے لئے ایک ایسے کل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع اس پر نظر ڈالی جائے یعنی یکجائی نظر سے اس کی تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق اس حالت کا تحقق حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت آنحضرت کو مستلزم ہو اور جب اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہئے حاصل نہ ہو... جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اٹھا سکتے ہیں اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اٹھانا چاہیں تو یہ امر محال ہو جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۳۴ تا ۳۷)

مزید فرمایا کہ "بیرونی شہادتوں سے وہ واقعاتِ خارجیہ مراد ہیں جو ایک ایسی حالت پر واقعہ ہوں کہ جس حالت پر نظر کرنے سے کسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہو یا اس کے منجانب اللہ ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہو۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۴۳)

دلائل حکمیہ پر مبنی تعلیم

حضورؑ نے ان دلائل کو مدّنظر رکھتے ہوئے اور قرآن کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے۔ یعنی فرقان مجید ہر یک اصولِ اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایہ ٔصداقت پہنچاتا ہے۔ جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایۂ ثبوت پہنچانا ضرورت الہام پر دلائل قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت اور افضلیت اس کی بوجہ ٔکمال ثابت ہوتی ہے۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

بیرونی شہادتوں کی اقسام: حضور علیہ السلام نے قرآن کریم کی افضلیت اور حقیقت پر بیرونی شہادتوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) جو امور محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ (۲) جو امور محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں (۳) وہ جو امور قدرتیہ سے ماخوذ ہیں۔ (۴) وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔

۱۔امور محتاج الاصلاح: فرمایا کہ "امور محتاج الاصلاح سے وہ امور کفر اور بے ایمانی اور شرک اور بدعملی کے مراد ہیں جن کو بنی آدم نے بجائے عقائدِ حقہ اور اعمال صالحہ کے اختیار کر رکھا ہو اور جو عام طور پر تمام دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے اس لائق ہو گئے ہوں کہ عنایت ازلیہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرے۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۴۴)

۲۔امور محتاج التکمیل: "امور محتاج التکمیل سے وہ امور تعلیمیہ مراد ہیں جو کتب الہامیہ میں ناقص طور پر پائے جاتے ہوں اور حالت کاملہ تعلیم پر نظر کرنے سے ان کا ناقص اور ادھورا ہونا ثابت ہوتا ہو اور اس وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب الہامی کے محتاج ہوں جو ان کو مرتبہ ٔکمال تک پہنچاوے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۴۴)

۳۔ امور قدرتیہ: یہ دو قسم کے ہیں۔ (۱) ایسی بیرونی شہادتیں جو بغیر انسانی تدبیروں کے خدا کی طرف سے پیدا ہو جائیں۔ اور ایسی عظیم الشان اور شان و شوکت والی ہوں جس کی دنیا میں مثال نہ ملتی ہو اور عقل تسلیم کرے کہ اس کا کسی انسان کی طرف سے ہونا محال ہے۔ (۲) اس سے کسی الہامی کتاب کے وہ محاسنِ صوری اور معنوی مراد ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے انسانی قویٰ عاجز ہوں اور وہ خدائے واحد کی یکتائی اور آئینہ نمائی پر دلالت کرتے ہوں۔ (ماخوذ از براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۴۴)

۴۔امور غیبیہ: "امورِ غیبیہ سے وہ امور مراد ہیں جو ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جس کی نسبت یہ یقین کیا جائے کہ ان امور کا بیان کرنا من کل الوجوہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ یعنی ان امور پر نظر کرنے اور اس شخص کے حال پر نظر کرنے سے یہ بات بہ بداہت واضح ہو کہ نہ وہ امور اس کے لئے حکم بدیہی اور مشہود کا رکھتے ہیں اور نہ بذریعہ نظر اور فکر کے اس کو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی نسبت عند العقل یہ گمان جائز ہے کہ اس نے بذریعہ کسی دوسرے واقف کار کے ان امور کو حاصل کر لیا ہوگا۔ گو وہی امور کسی دوسرے شخص کی طاقت سے باہر نہ ہوں۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۱۴۴-۱۴۵)

نیز آپؑ فرماتے ہیں: "امور غیبیہ کو منجانب اللہ ہونے پر دلالت کامل ہے۔ کیونکہ یہ بات بہ بداہت عقل ثابت ہے کہ غیب کا دریافت کرنا مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور جو امر مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہو وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ امور غیبیہ خدا کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ان کا منجانب اللہ ہونا یقینی اور قطعی ہے۔" (صفحہ ۱۴۹)

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حروف اور الفاظ مفردہ انسان کے کلام اور خدا کے کلام میں مشترک ہیں۔ پس ان حروف اور الفاظ کی شراکت سے انسان کی خدا سے شراکت لازم آتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ زبان کی تعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ پس حروف اور الفاظ بھی خدا نے ہی سکھائے۔ یہ انسانی عقل کی اپنی ایجاد تو نہیں ہے۔ انسان بس ان حروف اور الفاظ کو ترتیب دے کر ایک عبارت تیار کرسکتا ہے۔ لیکن خدا کی عبارت اور انسان کی عبارت پھر بھی برابر نہیں ہوسکتی۔ پس انسان کا وہی الفاظ اور حروف بولنا جو خدا بولتا ہے ہرگز مشارکت نہیں کہلا سکتی۔ جیسے انسان مٹی کو استعمال میں لا کر برتن وغیرہ بناتا ہے۔ لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انسان خدا کا شریک ہوگیا ہے۔ کیونکہ مٹی تو خدا کی بنائی ہوئی مخلوق ہے نہ کہ انسان کی مخلوق۔ انسان یہ نہیں کرسکتا کہ مٹی سے اسی طرح جانور وغیرہ پیدا کرے جیسے خدا کرتا ہے۔ لہٰذا کسی چیز کے محض استعمال کر لینے سے مشارکت نہیں ہوسکتی۔ پس حروف، الفاظ

اور چھوٹے چھوٹے فقرات جو خدا کے کلام میں موجود ہیں اور انسان کے کلام میں بھی موجود ہیں۔ یہ کلام کے عناصر ہیں جو خدا کی طرف سے ہیں انسان بھی ان کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور خدا بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں یہی الفاظ جس محکم ترتیب، حکمت، کمال موزونیت اور اعتدال سے اپنے اپنے محل پر استعمال ہوتے ہیں۔ انسان کی طاقت میں نہیں ہے کہ ویسی ہی محکم ترتیب، حکمت، موزونیت اور اعتدال اس کے کلام میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ پر تمام کفار جو ملک الشعراء تھے اور جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا، لاجواب بیٹھے رہے۔ یہی خاموشی ان کے عجز پر گواہی دیتی ہے۔

قرآن کریم انسان کو یقین کامل تک پہنچانے کا ذریعہ

فرمایا کہ ’’یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولا کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش وعشرت اور اس کے مال ومتاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے... اور یہ بات کہ صرف ملاحظہ مخلوقات سے یقین کامل حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس طرح پر ثابت ہے کہ مخلوقات کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے کہ جس پر نظر ڈال کر انسان یہ لکھا ہوا پڑھ لے کہ ہاں اس مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود ہے... اور اسی کی لذّت وصال راحت حقیقی ہے اور وہی مطیعوں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھ کر اور اس عالَم کو ایک ترتیب احسن اور ابلغ پر مرتب پا کر فقط قیاسی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہئے۔ اور لفظ ’’ہونا چاہئے‘‘ اور ’’ہے‘‘ کے مصداق میں بڑا فرق ہے۔ مفہوم ’’ہونا چاہئے‘‘ اس یقین جازم تک نہیں پہنچا سکتا جس تک مفہوم ’’ہے‘‘ کا پہنچاتا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل، صفحہ ۱۵۳-۱۵۴، حاشیہ)

پھر فرمایا کہ ’’اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ ایسی کتاب الہامی ہوگی جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہو اور اپنے بیان میں قانون قدرت کے ہر یک اجمال کو کھولتی ہو... نیز اس میں منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اور ہر یک امر دینی کے لئے تحریری شہادت بھی موجود ہو۔ تو یہ تمام صفات صرف کتاب الہامی میں جو بے مثل و مانند ہو، جمع ہوں گی اور کسی چیز میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ یہ خوبی صرف کتاب الہامی میں متحقق ہوسکتی ہے کہ اپنے بیان اور اپنی بے نظیری کی حالت کے ذریعہ سے یقین کامل اور معرفت کامل کے مرتبہ تک پہنچاوے۔‘‘ (حاشیہ صفحہ ۱۵۷-۱۵۸) ’’جس حالت میں وہ کامل اور بے نظیر الہام جس کی ہمیں ضرورت تھی موجود ہے۔ یعنی قرآن شریف جس کی کمالیت اور بے نظیری کے مقابلہ پر آج تک کسی نے دم بھی نہیں مارا تو پھر موجود کو غیر موجود سمجھنا اور اس کی ضرورت کو ایک فرضی ضرورت قرار دینا ان لوگوں کا کام ہے جن کی قوت بینائی جاتی رہی ہے۔ ہاں اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو قرآن شریف کی دلائل بے نظیری اور کمالیت کو جن کو ہم نے بھی اس کتاب میں لکھا ہے توڑ کر دکھلایئے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ ۱۷۸، حاشیہ)

نجات کے لیے ضروری عقائد کا سرچشمہ صرف قرآن کریم

فرمایا: ’’انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ وہ ان اصولوں اور اعتقادوں کو جو بعد مرنے کے موجب سعادت ابدی یا شقاوت ابدی کی ٹھہریں گے، اسی زندگی میں خوب معلوم کر کے حق پر قائم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے ان نازک عقائد کی بنا کہ جن کو مدار نجات کا جانتا ہے اور آخری خوشحالی کا باعث تصور کرتا ہے ثبوت کامل اور مستحکم پر رکھے... ہر یک عاقل جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں کے... علاوہ شہادت الہامیہ کے دلائل عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ اگرچہ شہادت الہامی بڑی معتبر خبر ہے اور استکمال مراتب یقین کا اسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی کتاب مدعیٔ الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے امتناع پر کھلا کھلا دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل المعنی کہلائے گی... اور جبکہ ہم فی الحقیقت اپنی نجات کے لیے ایسے عقائد کے محتاج ہیں کہ جن کا حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہ سوال ہو گا کہ وہ عقائد حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں... اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ معہ ان کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں، وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہو سکے... وہ سب اصول کہ جن پر ایمان لانا ہر یک طالب سعادت پر واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے اور جن سے ساری اخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے، وہ صرف قرآن شریف ہی میں محفوظ ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ ۷۵ تا ۷۸)

سب سے افضل کتاب

’’آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں، جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں۔ جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزّت کے ظاہر کرنے کے لیے انتہا کا جوش ہے۔ جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا۔ بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔ اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے۔ اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنے والا ہے۔ لیکن دوسری کتابیں جو الہامی کہلاتی ہیں۔ جب ان کی حالت موجودہ کو دیکھا گیا تو بخوبی ثابت ہو گیا جو وہ سب کتابیں ان صفات کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں اور خدا کی ذات اور صفات کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں ان میں پائی جاتی ہیں اور مقلد ان کتابوں کے عجیب عجیب عقائد کے پابند ہو رہے ہیں۔ کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے اور قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا ہے۔ اور کوئی بتوں اور مورتوں اور دیوتوں کو اس کے کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ رہا ہے۔ کوئی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اور پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے اور کوئی خود اسی کو مچھ اور کچھ کا جنم دے رہا ہے۔ غرض ایک دوسرے سے بڑھ کر اس ذات کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ گویا وہ نہایت ہی بدنصیب ہے کہ جس کمال تام کو اس کے لئے عقل چاہتی تھی وہ اس کو میسر نہ ہوا۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ ۸۱-۸۳)

قرآن کریم عقلی اور الہامی طور پر کلام اللہ

’’اگرچہ ہر یک الہام الٰہی یقین دلانے کے لئے ہی آیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی کر دی... پہلے جتنے الہام خدا کی طرف سے نازل ہوئے وہ صرف شہادت واقعہ کی ادا کرتے رہے۔ اور ان کی ساری طرز منقولات کی طرز تھی اور اسی باعث سے وہ آخر میں بگڑ گئے اور خود غرضوں اور خود پرستوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا لیکن قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا بھی سارا بوجھ آپ ہی اٹھا لیا اور انسان کو ہر یک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبر صادق ہو کر الٰہیات کے واقعات کی خبر دی۔ اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ جو شخص دیکھے اسے معلوم ہو کہ قرآن شریف میں دو امر کا التزام اوّل سے آخر تک پایا جاتا ہے۔ ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت۔ یہ دونوں امر فرقان مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ عقلی وجوہ کی جو نہر ہے وہ یہ ظاہر کرتی گئی ہے کہ یہ امر ایسا ہونا چاہئے اور اس کے مقابلہ پر الہامی شہادت کی نہر ہے وہ بزرگ اور راستباز مخبر کی طرح یہ دلوں کو تسلی بخشتی گئی ہے کہ واقعہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور طرز فرقانی سے جو طالب حق کو حق کے معلوم کرنے میں آسانی ہے وہ بھی ظاہر ہے کیونکہ پڑھنے والا فرقان مجید کا ساتھ ساتھ دلائل عقلی کو بھی معلوم کرتا جاتا ہے۔ ایسے دلائل کہ جس سے زیادہ تر محکم دلائل کسی دفتر فلسفی میں مرقوم نہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ ۸۰ تا ۸۱، حاشیہ)

قرآن اپنا دعویٰ اور دلیل خود بیان کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہامی کتاب کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ ’’کتاب کا یہ آپ ذمہ ہے کہ اپنے الہامی ہونے کے بارے میں جو جو دعویٰ کرنا واجب ہے وہ آپ کرے اور اس کے دلائل بھی آپ لکھے اور ایسا ہی اپنے اصولوں کی حقیت کو آپ دلائل واضحہ سے بپایۂ صداقت پہنچاوے نہ یہ کہ کتاب الہامی اپنا دعویٰ پیش کرنے اور اس کا ثبوت دینے سے قطعاً ساکت ہو اور اپنے اصولوں کی وجوہِ صداقت پیش کرنے سے بکلی سکوت اختیار کرے اور کوئی دوسرا اٹھ کر اس کی وکالت کرنا چاہے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا، صفحہ ۸۹) نیز فرمایا کہ ’’الہامی کتاب کا اپنے اصول کی سچائی پر آپ دلائل بیان کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ الہامی کتاب کا صرف یہ منصب نہیں ہے کہ اس سے کوئی شخص طوطے کی طرح چند غیر معقول اور مجہول الکیفیت باتیں سیکھ کر اپنے دل میں سمجھ بیٹھے کہ بس اب میں نجات پا گیا۔ بلکہ عمدہ کام الہامی کتاب کا تو یہی ہے کہ دلائل عقلیہ بتلا کر اس لازوال مرتبۂ یقین تک پہونچاوے جو کسی وسوسہ انداز کے وسوسہ ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے۔ تا اس کامل یقین کی برکت سے سارے اعمال اور اقوال اور عقائد ایماندار کے درست ہو جائیں اور تا راستی کو حقیقت میں راستی سمجھ کر اور کجی کو حقیقت میں کجی سمجھ کر حقیقی تقویٰ کی صفت سے متصف ہو جائے۔ کیونکہ جب تک انسان جہالت کے دوزخ میں پڑا ہوا ہے اور بجز ایمانِ تقلیدی کے... اور کسی طرح کی عقلی بصیرت اس کو حاصل نہیں تو وہ بڑی خطرہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اس کے حسب حال یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔ وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵) یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ بلکہ اندھوں سے بدتر۔ پس جو کتاب اپنی حقیت اور اپنے اصول کی حقیت کو ثابت کر کے نہیں دکھلاتی۔ وہ انسان پر حقیقی سعادت کا دروازہ نہیں کھولتی۔ اور نہ اس کو عقل اور علم میں ترقی بخشتی ہے۔ بلکہ ترقیات سے روکتی ہے اور مردے کی طرح صرف تقلید کے گڑھے میں ڈالنا چاہتی ہے کہ جس میں وہ نہ دیکھے نہ سنے نہ سمجھے۔ اور جو شخص ایسی کتابوں کا پیرو ہوتا ہے وہ عقل اور قیاس اور نظر اور فکر سے کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ بلکہ محض قصوں اور کہانیوں پر بھروسہ کر بیٹھتا ہے۔ اور حقائق امور کی تہہ کو نہیں پہنچتا اور تدبّر اور تفکّر کی قوت کو بالکل بے کار چھوڑ کر... رفتہ رفتہ حیوانات لایعقل سے بھی پرلے پار ہو جاتا ہے... پھر اس لائق ہی نہیں رہتا کہ اس کو انسان کہا جائے۔ فرقان مجید میں مذکور ہے۔ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا ۫ وَلَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا ۫ وَلَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ (سورۃ اعراف سیپارہ ۹) یعنی وہ لوگ جو صرف باپ دادے کی تقلید پر چلنے والے ہیں، وہ دل تو رکھتے ہیں پر دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں بھی ہیں پر آنکھوں کو دیکھنے سے معطل چھوڑا ہوا ہے اور کان بھی رکھتے ہیں پر وہ بھی بے کار پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔ غرض کلام الٰہی کا یہ نہایت عمدہ کام ہے کہ جو جو طاقتیں اور قوتیں انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہیں ان کو بطور اصلح اور انسب کے استعمال میں لانے کی تاکید کرے تا کوئی

قوّت اور طاقت جو عین حکمت اور مصلحت سے انسان کو عطا کی گئی تھی ضائع نہ ہو جائے یا بطور افراط یا تفریط کے استعمال میں نہ لائی جائے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۸۹ تا ۹۱، حاشیہ)

تازہ آسمانی برکتوں کا زندہ نشان

فرمایا کہ ”اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدقِ قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں۔ اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں... منکرین پر ہماری یہ حجّت بھی تمام ہے کہ قرآن شریف جیسے مراتب علمیہ میں اعلیٰ درجہ کمال تک پہونچا تا ہے ویسا ہی مراتب عملیہ کے کمالات بھی اسی کے ذریعہ سے ملتے ہیں اور آثار و انوار قبولیت حضرت احدیت انہیں لوگوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ظاہر ہوتے ہیں جنہوں نے اس پاک کلام کی متابعت اختیار کی ہے۔ دوسروں میں ہرگز ظاہر نہیں ہوتے۔ پس طالب حق کے لئے یہی دلیل جس کو وہ بچشم خود معائنہ کرسکتا ہے کافی ہے۔ یعنی یہ کہ آسمانی برکتیں اور ربّانی نشان صرف قرآن شریف کے کامل تابعین میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے تمام فرقے کہ جو حقیقی اور پاک الہام سے روگردان ہیں کیا برہمو اور کیا آریا اور کیا عیسائی، وہ اس نورِ صداقت سے بے نصیب اور بے بہرہ ہیں۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۳۵۰ تا ۳۵۲، حاشیہ نمبر ۱۱)

تمام انسانی طاقتوں (قول و فعل) میں اعتدال کی تعلیم

”یہ خدا ہی کا کلام ہے جس نے اپنے کھلے ہوئے اور نہایت واضح بیان سے ہم کو ہمارے ہر یک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں حدود معیّنہ مشخصّہ پر قائم کیا اور ادبِ انسانیت اور پاک روشنی کا طریقہ سکھلایا۔ وہی ہے جس نے آنکھ اور کان اور زبان وغیرہ اعضاء کی محافظت کے لئے بکمال تاکید فرمایا: قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ الجزو نمبر ۱۸ (النور:۳۱) یعنے مومنوں کو چاہئے کہ وہ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو نامحرموں سے بچاویں اور ہر یک نادیدنی اور ناشنیدنی ناکردنی سے پرہیز کریں کہ یہ طریقہ ان کی اندرونی پاکی کا موجب ہوگا۔ یعنے ان کے دل طرح طرح کے جذبات نفسانیہ سے محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اکثر نفسانی جذبات کو حرکت دینے والے اور قویٰ بہیمیہ کو فتنہ میں ڈالنے والے یہی اعضاء ہیں۔... اسی طرح زبان کو صدق و صواب پر قائم رکھنے کے لئے تاکید فرمائی اور کہا: قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا الجزو نمبر ۲۲ (الاحزاب:۷۱) یعنی وہ بات منہ پر لاؤ جو بالکل راست اور نہایت معقولیت میں ہو۔ اور لغو اور فضول اور جھوٹ کا اس میں سرِ مُو دخل نہ ہو۔ اور پھر جمیع اعضاء کی وضع استقامت پر چلانے کے لئے ایک ایسا کلمہ جامعہ اور پر تہدید بطور تنبیہ و انذار فرمایا جو غافلوں کو متنبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور کہا۔ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا الجزو نمبر ۱۵ (بنی اسرائیل:۳۷) یعنے کان اور آنکھ اور دل ایسا ہی تمام اعضاء اور قوتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ ان سب کے غیر محل استعمال کرنے سے باز پرس ہوگی۔ اور ہر یک کی بیشی اور افراط اور تفریط کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔ اب دیکھو اعضاء اور تمام قوّتوں کو مجری خیر اور صلاحیت پر چلانے کے لئے کس قدر تصریحات و تاکیدات خدا کے کلام میں موجود ہیں۔ اور کیسے ہر یک عضو کو مرکز اعتدال اور خط استوا پر قائم رکھنے کے لئے بکمال وضاحت بیان فرمایا گیا ہے جس میں کسی نوع کا ابہام و اجمال باقی نہیں رہا۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰، حاشیہ نمبر ۱۱)

ہر طبیعت کے افراد کے لئے فائدہ مند کتاب

”اس کا اثر عام طور پر تمام لوگوں کے دلوں پر پڑتا ہے اور ہر یک طور کی طبیعت اس سے مستفیض ہوتی ہے۔ اور مختلف اقسام کی فطرتیں اس سے نفع اٹھاتی ہیں اور ہر رنگ کے طالب کو اس سے مدد پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بذریعہ کلام الٰہی بہت لوگ ہدایت یاب ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں اور بذریعہ مجرد عقلی دلائل کے بہت ہی کم بلکہ کالعدم اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جو شخص بہ حیثیت مخبر صادق لوگوں کی نظر میں ثابت ہو کر واقعات معاد میں اپنا تجربہ اور امتحان اور ملاحظہ اور معائنہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی دلائل عقلیہ بھی سمجھاتا ہے۔ وہ حقیقت میں ایک دوہرا زور اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کی نسبت یہ یقین کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ نفس الامر کا معائنہ کرنے والا اور سچائی کو بچشم خود دیکھنے والا ہے اور دوسرے وہ بطور معقول بھی سچائی کی روشنی کو دلائل واضحہ سے ظاہر کرتا ہے۔ پس ان دونوں ثبوتوں کے اشتمال سے ایک زبردست کشش اس کے وعظ اور نصیحت میں ہو جاتی ہے کہ جو بڑے بڑے سنگین دلوں کو کھینچ لاتی ہے اور ہر نوع کے نفس پر کارگر بھی پڑتی ہے۔... اسی جہت سے اس کا اثر عام اور اس کا فائدہ تام ہوتا ہے اور ہر یک ظرف اپنی اپنی وسعت کے مطابق اس سے پر ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرمایا ہے اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِہَا الجزو نمبر ۱۳ (الرعد:۱۸) خدا نے آسمان سے پانی (اپنا کلام) اتارا۔ سو اس پانی سے ہر یک وادی اپنی قدر کے موافق بہہ نکلی۔ یعنے ہر یک کو اس میں سے اپنی طبیعت اور خیال اور لیاقت کے موافق حصّہ ملا۔ طبائع عالیہ اسرار حِکمیہ سے متمتع ہوئیں۔ اور جو ان سے بھی اعلیٰ تھے انہوں نے ایک عجیب روشنی پائی کہ جو حد تحریر و تقریر سے خارج ہے اور جو کم درجے پر تھے انہوں نے مخبر صادق کی عظمت اور کمالیت ذاتی کو دیکھ کر دلی اعتقاد سے اس کی خبروں پر یقین کر لیا اور اس طرح پر وہ بھی یقین کی کشتی میں بیٹھ کر ساحلِ نجات تک جا پہنچے اور صرف وہی لوگ باہر رہ گئے جن کو خدا سے کچھ غرض نہ تھی اور فقط دنیا ہی کے کیڑے تھے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، حاشیہ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

اعلیٰ درجہ کا اثر کرنے والا کلام

”قرآن شریف کی اعلیٰ درجہ کی تاثیروں کو بھی دیکھئے کہ کس قوّت سے اس نے وحدانیت الٰہی کو اپنے سچے متبعین کے دلوں میں بھرا ہے اور کس عجیب طور سے اس کی عالیشان تعلیموں نے صدہا سالوں کی عادات راسخہ اور ملکات ردّیہ کا قلع و قمع کر کے اور ایسی رسوم قدیمہ کو جو طبیعت ثانی کی طرح ہوگئی تھیں دلوں کے رگ و ریشہ سے اٹھا کر وحدانیت الٰہی کا شربت عذب کروڑہا لوگوں کو پلا دیا ہے۔ وہی ہے جس نے اپنا کارنمایاں اور نہایت عمدہ اور دیرپا نتائج دکھلا کر اپنی بے نظیر تاثیر کی دُو بدُو شہادت سے بڑے بڑے معاندوں سے اپنی لاثانی فضیلتوں کا اقرار کرایا۔ یہاں تک کہ سخت بے ایمانوں اور سرکشوں کے دلوں پر بھی اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جس کو انہوں نے قرآن شریف کی عظمت شان کا ایک ثبوت سمجھا اور بے ایمانی پر اصرار کرتے کرتے آخر اس قدر انہیں بھی کہنا پڑا کہ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ۔ جزو نمبر ۲۳ (الصافات:۱۶) ہاں وہی ہے جس کی زبردست کششوں نے ہزارہا درجہ عادت سے بڑھ کر ایسا خدا کی طرف خیال دلایا کہ لاکھوں خدا کے بندوں نے خدا کی وحدانیت پر اپنے خون سے مہریں لگا دیں۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۱۳-۲۱۴، حاشیہ نمبر ۱۱)

تمام صداقتوں کی جامع کتاب

”قرآن شریف کھلا کھلا دعویٰ کر رہا ہے مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ الجزو نمبر ۷ (الانعام:۳۹) یعنی کوئی صداقت علم الٰہی کے متعلق جو انسان کے لئے ضروری ہے اس کتاب سے باہر نہیں۔ اور پھر فرمایا: یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً۔ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ الجزو نمبر ۳۰ (البینۃ:۳،۴) یعنے خدا کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہے جن میں تمام کامل صداقتیں اور علوم اوّلین و آخرین درج ہیں۔ اور پھر فرمایا: کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ۔ الجزو نمبر ۱۱ (ھود:۲) یعنی اس کتاب میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکیم مطلق نے محکم اور مدلل طور پر یعنے علوم حکمیہ کی طرح اس کو بیان کیا ہے۔ بطور کتھا یا قصّہ نہیں دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریات علم معاد کی تفصیل کی گئی ہے“۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۲۳-۲۲۴، حاشیہ نمبر ۱۱)

”پھر اسی کی طرف دوسری آیت میں بھی اشارہ فرمایا: ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ الجزو نمبر ۲ (البقرہ:۱۸۶) یعنی قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا۔ ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے اور پھر اسی جامعیت کے بارے میں فرمایا۔ وَکُلَّ شَیۡءٍ فَصَّلۡنٰہُ تَفۡصِیۡلًا الجزو نمبر ۱۵ (بنی اسرائیل:۱۳) یعنے اس کتاب میں ہر یک علم دین کو بہ تفصیل تمام کھول دیا ہے... پھر فرمایا۔ مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ الجزو نمبر ۱۳ (یوسف:۱۱۲) یعنے قرآن ایسی کتاب نہیں کہ انسان اس کو بنا سکے بلکہ اس کے آثار صدق ظاہر ہیں کیونکہ وہ پہلی کتابوں کو سچا کرتا ہے۔ یعنے کتب سابقہ انبیاء میں جو اس کے بارے میں پیشین گوئیوں موجود تھیں وہ اس کے ظہور سے بہ پایہ صداقت پہنچ گئیں“۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۲۵-۲۲۶، حاشیہ نمبر ۱۱)

تمام اختلافات کی قاضی کتاب

”فرمایا۔ اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ۔ وَّمَا ہُوَ بِالۡہَزۡلِ (الطارق:۱۴-۱۵) یعنے علم معاد میں جس قدر تنازعات اٹھیں سب کا فیصلہ یہ کتاب کرتی ہے۔ بے سود اور بیکار نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا۔ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَہُمُ الَّذِی اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ ۙ وَہُدًی وَّرَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ۔ الجزو نمبر ۱۴ (النحل:۶۵) یعنے ہم نے اس لئے کتاب کو نازل کیا ہے تا جو اختلافات عقول ناقصہ کے باعث سے پیدا ہو گئے ہیں یا کسی عمداً افراط و تفریط کرنے سے ظہور میں آئے ہیں، ان سب کو دور کیا جائے۔ اور ایمانداروں کے لئے سیدھا راستہ بتلایا جاوے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۲۴، حاشیہ نمبر ۱۱)

قرآن شریف ایک کتابِ کامل

آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:۴) کے حوالے سے فرمایا: ”یعنے آج میں نے اس کتاب کے نازل کرنے سے علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پوری کر دیں۔ اے حضرات!... اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو۔ تاہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، صفحہ ۲۲۷، حاشیہ نمبر ۱۱)

ظلمت کی انتہا میں اعلیٰ درجہ کا نورِ فرقان

”کتب آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورتِ حقہ ہے۔ یعنی وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے اور اِسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ ...اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ۔ (القدر:۲) یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کے رو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے اور وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی... سو وہ ظلمانی حالت دنیا کے لئے مبارک ہوگئی اور دنیا نے اس سے ایک عظیم الشان رحمت کا حصّہ پایا کہ ایک کامل انسان اور سیّد الرسل کہ جس سا کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوگا دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ پس یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک بزرگ تجلّی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱، حاشیہ نمبر ۱۱ صفحہ ۴۱۸-۴۱۹) ”یہ ظلمت کا زمانہ ہے۔ جس کے انتہائی نقطہ کی رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے اور وہ لیلۃ القدر ہمیشہ آتی ہے۔ مگر کامل طور پر اس وقت آئی تھی کہ جب آنحضرت ﷺ کے ظہور کا دن آ پہنچا تھا کیونکہ اس وقت تمام دنیا پر ایسی کامل گمراہی کی تاریکی پھیل چکی تھی جس کی مانند کبھی نہیں پھیلی تھی اور نہ آئندہ کبھی پھیلے گی جب تک قیامت نہ آوے۔ غرض جب یہ ظلمت اپنے اس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے کہ جو اس کے لئے مقدر ہے تو عنایت الٰہیہ تنویر عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کوئی صاحبِ نُورِ دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے... آنحضرت ﷺ کے

......باقی صفحہ ۲۶ پر......

براہین احمدیہ کی تالیف کا مقصدِ عظیم

رسول اللہ ﷺ کی صداقت وعظمت کا قیام

(ذیشان محمود۔مربی سلسلہ سیرالیون)

''وجودِ مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا...انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نور مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور اور سراج منیر رکھا ہے''

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ؑ قادیانی (بانیٔ جماعت احمدیہ) نے اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے کئی سال قبل براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع فرمائیں۔ براہین احمدیہ کی تالیف جس زمانہ میں ہوئی وہ شدید اسلام مخالف زمانہ تھا۔ اور انگریز کے عنانِ حکومت میں عیسائی مشنریز پوری قوت اور تمام وسائل کے ساتھ اشاعت و تبلیغ عیسائیت میں مصروف عمل تھے۔ بائبل سوسائٹیز اور عیسائی مشنز اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف مفت کتب کی اشاعت و تقسیم میں مصروف تھے اور پبلک لیکچرز میں دریدہ دہن ہو چکے تھے۔ براہینِ احمدیہ کی اشاعت کے وقت ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چار لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ہندوستان میں ہندو مذہب کے احیاء کے لیے بھی آریہ سماج اور برہمو سماج جیسی تنظیموں نے سر اٹھایا اور اپنے استحکام کے لیے اسلام پر دھڑا دھڑ اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ دینِ اسلام چاروں جانب سے مخالفین و معترضین کے نرغہ میں آ گیا اور اسلام، قرآن کریم اور بانیٔ اسلام سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف یہ سب مل کر برسر پیکار ہو گئے۔ مسلمان علماء کی باہمی کفر و ایمان کی جنگ، اپنے عقائد اور الہامِ الٰہی کے جاری رہنے سے انکار نے اسلام کو مزید مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ تیسری جانب مغرب کی تعلیم و ترقی اور گمراہ کن فلسفہ کے سبب مسلمان ان کی مادی ترقیات کی جانب کھنچے جا رہے تھے۔ سادہ لوح مسلمان ان پادریوں اور دیگر تنظیموں کا آسان ہدف بنے اور اسلام، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے بارے میں شکوک و شبہات میں پڑ کر ان کی جھولی میں جا گرے۔

تب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ شاندار کتاب براہین احمدیہ لکھ کر اسلام کی عظیم الشان خدمت کی۔ جس میں آپؑ نے کمال دلائل قطعیہ سے قرآن مجید کا کلام الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کا نبیٔ برحق ہونا نہ صرف ثابت فرمایا بلکہ اعلان کیا کہ ان دلائل کے جواب دینے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ لیکن کوئی بھی مقابل پہ نہ آیا۔ ان دو امور کے سبب اس کتاب کو ''البراہین الاحمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ'' کے نام سے ملقب کیا گیا۔

اس کتاب میں فراہم کردہ دلائل کی بابت یہ امر ذہن نشین رہے کہ یہ تمام دلائل قاطعہ اور حجج بینہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے قبل تحریر کیے تھے۔ اور اس وقت مسلمان علماء کی جانب سے انہیں بنظر غائر دیکھا گیا تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت ظاہر و باہر ہوتی ہے کہ کس حسین طریق پر قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے مقام اور عظمت کو قائم کیا گیا ہے۔ کس طرح قرآن کریم سے ہی دقیق دلائل دیے گئے ہیں۔ اور مخالفین سے بھی ان کی الہامی کتاب سے اسی طور پر دلائل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ان دلائل اور امور میں سے چند ایک کا ذکر مقصود ہے جو آپ نے نبیٔ آخر الزمان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے بیان میں درج فرمائے۔

کتاب کا آغاز

حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب کے آغاز میں حمد باری تعالیٰ کے بعد تحریر فرمایا کہ ''درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفیٰؐ اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا وہ مربی اور نفع رسان کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھوڑایا وہ نور اور نور افشان کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مردوں کو زندگی کا پانی پلایا وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اٹھایا وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے منہ سے نکال کر لایا وہ حلیم اور بےنفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا وہ کامل موحد اور بحر عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا وہ معجزہ قدرت رحمٰن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کو ملزم ٹھہرایا۔'' (صفحہ ۱۷)

انعام کا اعلان

حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ کا رد لکھنے والے کے لیے اس وقت کے مطابق دس ہزار روپے کی مکمل جائیداد بطور انعام دینے کا اشتہار بھی دیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ''میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع اربابِ مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحُجّة شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے اُن سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیت فرقان مجید اور صدقِ رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف اِن سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا''۔ (صفحہ ۲۴ تا ۲۸)

کتاب کے آغاز میں اس امر کا ذکر ہے کہ ہندوستان کی آریہ قوم نے انبیاء علیہم السلام کا صراحتاً انکار کر کے صرف وید کو ہی کلام خدا مان رکھا تھا۔ اور وہ تمام انبیاء اور قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے کے انکاری تھے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں اور تمام انبیاء کی کسر شان کر کے اور سب کو مفتری اور جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئی تھی اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزارہا طور کا فائدہ توحید اور معرفت الٰہی کا پہنچا ہے۔ وہ لوگوں نے آپ ہی بنا لی ہیں''۔ (صفحہ ۹۴-۹۵)

حضورؑ نے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی حیاتِ مبارکہ اور قرآن مجید کا اس نبی امی پر نازل ہونا ہی ان دونوں کی صداقت کی بڑی دلیل بیان فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی اندرونی دلیل قرآن کریم کے ذریعہ توحید کا قیام

رسول اللہ ﷺ کے توحید کے قیام میں تکالیف اٹھانے کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صداقت کا معیار ٹھہرایا۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ''انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے۔ فقد لبثتُ فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (سورہ یونس الجزو ۱۱) یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔

غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائیں گی قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلااختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی۔ کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا۔ حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ کیونکہ

ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدارنجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی ... لیکن سوچنا چاہئے کہ آنحضرت کا یکلخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو ان دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمیعت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی نومسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمہ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا۔ سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں... لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہوکر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت کے اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں“۔ (صفحہ ۱۰۷ تا ۱۱۲)

رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے معیار

رسول اللہ ﷺ اس وقت تشریف لائے جب دنیا پر انتہائی ظلمت کا زمانہ چھا چکا تھا۔ اور زمانہ خود ایک نبی کا متقاضی تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی صداقت، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ضرورت، آپ ﷺ کے بروقت آنے اور آپ ﷺ کی صداقت کو مختلف دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

زمانہ رسول اللہ ﷺ کے نزول کا متقاضی تھا

حضرت مسیح موعودؑ اس حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ”وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادئ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی۔ وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا“۔ (صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳) ایک اور جگہ فرمایا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ایک ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا کہ جو آفتاب صداقت کے ظاہر ہونے کے متقاضی تھے اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں اپنے رسول کا بار بار یہی کام بیان کیا ہے کہ اس نے زمانہ کو سخت ظلمت میں پایا اور پھر ظلمت سے ان کو باہر نکالا“۔ (صفحہ ۶۴۷)

دلیل صداقت زمانہ کی اصلاح

زمانہ کا بگاڑ اور توحید سے دوری بھی ایک مصلح کو چاہتی تھی۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ”آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی۔ اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو امّ الشّرور ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔ سچا ہونا ان کا تو اس سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانہ میں قانون قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا اور سنت الٰہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی... یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فرقان مجید کے بیان واضح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا اور نیز یہ بات بھی ہر یک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے یہ نتیجہ نکلا کہ آنحضرت خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔“ (صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴۔ حاشیہ نمبر ۱۰)

خلاصہ دلائل صداقت

حضرت مسیح موعودؑ ان دلائل مذکورہ بالا کو سورۃ النحل آیات ۶۴ تا ۶۶ سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”اب غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرہ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے آنحضرتؐ کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا۔ کس خوبی اور لطافت سے آیات ممدوحہ میں درج ہیں۔ اول گمراہوں کے دلوں کو جو صدہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین خشک اور مردہ سے تشبیہہ دے کر اور کلام الٰہی کو مینہہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھہرا کر اس قانون قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساک باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمت الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے اور یہ بات جتلا دی کہ یہ قانون قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور صعوبت کے وقت میں جو پھیل جانا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے اور اس جگہ بھی رحمت الٰہی آفت قلوب کا غلبہ توڑنے کے لئے ضرور ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں یہ دوسری بات بھی بتلا دی کہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان روحانی مردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخر یہ بات کہہ کر کہ اس میں اس کتاب کی صداقت کا نشان ہے۔ طالبین حق کو اس نتیجہ نکالنے کی طرف توجہ دلائی کہ فرقان مجید خدا کی کتاب ہے۔

اور جیسا کہ اس دلیل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نبیؑ صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس سے آنحضرتؐ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو کام حضرت ممدوح کو سپرد ہوا وہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ کی طرح ہو جائیں اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے وحدت پر ہی ختم ہو اس لئے اس نے آخری ہدایت کو تمام دنیا کے لئے مشترک بھیجا۔ اور اس وقت زمانہ بھی وہ آپہنچا تھا کہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک ملک کے دوسرے ملک سے اتحاد سلسلہ نوعی کی کارروائی شروع ہو گئی تھی اور بوجہ میل ملاپ دائمی کے خیالات بعض ملکوں کے بعض ملکوں میں اثر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ کارروائی اب تک ترقی پر ہے اور سارے سامان جیسے ریل تار و جہاز وغیرہ ایسے ہی دن بدن نکلتے آتے ہیں کہ جن سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنا دے۔ بہرحال پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی اور آنحضرت کی غیر محدود اور وسیع کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت عام تھی۔ یہی وجہ ہے جو فرقان مجید میں دنیا کے تمام مذاہب باطلہ کا رد موجود ہے اور انجیل میں صرف یہودیوں کی بدچلنی کا ذکر ہے۔ پس آنحضرت کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ایسی غیر محدود کوشش سے ثابت ہے“۔ (صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۶۔ حاشیہ ۱۰)

سورۃ النور کی تمثیلات

حضرت مسیح موعودؑ نے سورۃ النور آیت 39 اللّٰہ نور السماوات والارض... میں مذکور تمثیلات کی آنحضرت ﷺ کی ذات کے حوالہ سے نہایت ہی لطیف تشریح فرمائی۔ جس کا ابتدائی نمونہ درج ذیل ہے۔

”اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنے سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنے وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دری کہتے ہیں (یعنے حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجودِ مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنے طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے“۔ (صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳)

عیسائی قوم کسی نبی کی تعظیم نہیں کرتی

آپؑ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ پر مختلف چھوٹے بڑے اعتراضات اور سوالات کے جواب مختلف مضامین کے تحت درج فرمائے ہیں۔ عیسائیوں کے اعتراضات کے متعلق فرمایا کہ ”اس اعتراض سے عوام مسیحی بھی خالی نہیں کہ علاوہ اس ذاتی بغض کے جو ان کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دلوں میں بھرا ہوا ہے باقی تمام نبیوں کی عزت اور تعظیم بھی بجز ایک ذات حضرت مسیح علیہ السلام کے جیسا کے لائق ہے۔ ہرگز نہیں کرتے“۔ (صفحہ ۹۳۔ حاشیہ ۶) ایک سوال، کہ سچے اور جھوٹے نجات دہندہ میں تمیز کی کون کون سے علامات یا شرائط ہیں؟ کے جواب میں فرمایا کہ: ”خدا کی طرف سے سچا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت سے سچی نجات حاصل ہو یعنی خدا نے اس کے وعظ میں یہ برکت رکھی ہو کہ کامل پیرو اس کا ظلمات نفسانیہ اور اَدْناسِ بشریہ سے نجات پا جائے اور اس میں وہ انوار پیدا ہو جائیں جن کا پاک دلوں میں پیدا ہو جانا ضروری ہے ہاں جب تک پیروی کنندہ کی متابعت میں کسر ہو تب تک ظلماتِ نفسانیہ دور نہیں ہوں گے اور نہ انوارِ باطنیہ ظاہر ہوں گے لیکن یہ اس نبی متبوع کا قصور نہیں بلکہ خود وہ مدعی اِتباع کا اعراض صوری یا معنوی کی آفت میں گرفتار ہے اور اسی اعراض کی وجہ سے محروم اور محجوب ہے یہی حقیقی علامت ہے جس سے انسان گزشتہ قصوں اور کہانیوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ خود طالب حق بن کر سچے ہادی اور حقیقی فیض رساں کو شناخت کر لیتا ہے اور اس تقدس اور نور کو کامل اور فیض رساں ہی کی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے موافق اس کا مزہ بھی چکھ لیتا ہے اور نجات کو نہ صرف خیالی طور پر ایک ایسا امر قرار دیتا ہے کہ جو قیامت میں ظاہر ہوگا بلکہ جہل اور ظلمت اور شک اور شبہ اور نفسانی جذبات کے عذاب سے نجات پا کر اور آسمانی نوروں سے منور ہو کر اسی عالم میں حقیقت نجات کو پا لیتا ہے۔ اب جبکہ سچے نجات دہندہ کی یہی طالب حق کا مقصود اعظم ہے کہ جو اس کی زندگی کا اصل مقصد اور اس کے مذہب پکڑنے کی علت غائی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اور انہیں کی اتباع سے کہ جو قرآن شریف کی اتباع پر منحصر ہے باطنی نور اور محبت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے قرآن شریف جو آنحضرت کی اِتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس

ناقصہ کو بمرتبہ تکمیل پہونچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے“۔ (صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۶)

رسول اللہ ﷺ کا امّی ہونا

قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی ایک بڑی نشانی قرآن کریم میں دقیق علوم ومعارف، باریک صداقتیں اور براہین قاطعہ کا موجود ہونا ہے۔ ایسے اعلیٰ پایہ کے علوم و معارف کسی گذشتہ حکیم یا فلسفی نے دریافت نہیں کیے بلکہ یہ علوم ومعارف ایک امّی رسول کو دیے گئے۔ اس بارے میں قرآنی آیات کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”اِس جگہ عجیب بر عجیب اَور بات ہے یعنے یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے اُمّی کو عطا کی گئی کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسّر آئی تھی بلکہ تمام عمر جنگلیوں اور وحشیوں میں سکونت رہی اُنہیں میں پرورش پائی اور اُنہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی اور اَن پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام کا اُس سے بے خبر نہیں“۔ (صفحہ ۵۶۲)

اس کے بعد حضور نے قرآن کریم سے رسول اللہ ﷺ کا امی ہونا ثابت فرمایا جن میں درج ذیل آیات پیش فرمائیں:

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ (الجمعہ:۳)، الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ (الاعراف: ۱۵۷ تا ۱۵۹)، مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ (الشوریٰ:۵۳)، وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیۡنِکَ (العنکبوت: ۴۹ و ۵۰)

ان آیات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے رسول اللہ ﷺ کی پہلی زندگی کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ان تمام آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا بکمال وضاحت ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت فی الحقیقت اُمّی اور ناخواندہ نہ ہوتے۔ تو بہت سے لوگ اس دعویٰ اُمیّت کی تکذیب کرنے والے پیدا ہوجاتے کیونکہ آنحضرت نے کسی ایسے ملک میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جس ملک کے لوگوں کو آنحضرت کے حالات اور واقعات سے بے خبر اور ناواقف قرار دے سکیں بلکہ وہ تمام لوگ ایسے تھے جن میں آنحضرت نے ابتداء عمر سے نشوونما پایا تھا اور ایک حصہ کلاں عمر اپنی کا ان کی مخالطت اور مصاحبت میں بسر کیا تھا پس اگر فی الواقعہ جناب ممدوح اُمّی نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اپنے اُمّی ہونے کا ان لوگوں کے سامنے نام بھی لے سکتے جن پر کوئی حال ان کا پوشیدہ نہ تھا“۔ (صفحہ ۵۷۰ تا ۵۷۲)

اس کے بعد فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ (سورة یونس ۱۶ تا ۱۸) درج فرمائی۔ تیسری دلیل راسخ فی العلم یہود ونصاریٰ کے بطور امتحان سوالات پوچھنے اور پھر ایمان لانے کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ”غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا عربوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی نظر میں ایسا بدیہی اور یقینی امر تھا کہ اس کے انکار میں کچھ دم نہیں مار سکتے تھے بلکہ اسی جہت سے وہ توریت کے اکثر قصے جو کسی خواندہ آدمی پر مخفی نہیں رہ سکتے بطور امتحان نبوت آنحضرت پوچھتے تھے اور پھر جواب صحیح اور درست پاکر ان فاش غلطیوں سے مبرا دیکھ کر جو توریت کے قصوں میں پڑ گئے ہیں وہ لوگ جو ان میں راسخ فی العلم تھے بصدق دلی ایمان لے آتے تھے“۔ (صفحہ ۵۷۶) یہاں حضور نے سورة المائدة آیت ۸۳ تا ۸۵ اور سورة بنی اسرائیل آیات ۱۰۸ تا ۱۱۰ کو مع ترجمہ درج فرمایا۔

اس کے بعد فرمایا: ”پس یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو عیسائیوں اور یہودیوں میں اہل علم اور صاحب انصاف تھے کہ جب وہ ایک طرف آنحضرت کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھتے تھے کہ محض اُمّی ہیں کہ تربیت اور تعلیم کا ایک نقطہ بھی نہیں سیکھا اور نہ کسی مہذّب قوم میں بود و باش رہی اور نہ مجالسِ علمیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور دوسری طرف وہ قرآن شریف میں صرف پہلی کتابوں کے قصے نہیں بلکہ صدہا باریک صداقتیں دیکھتے تھے جو پہلی کتابوں کی مکمل اور متمم تھیں تو آنحضرتؐ کی حالت اُمیّت کو سوچنے سے اور پھر اس تاریکی کے زمانہ میں ان کمالات علمیہ کو دیکھنے سے نیز انوار ظاہری و باطنی کے مشاہدہ سے نبوت آنحضرتؐ کی ان کو اظہر من الشّمس معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اگر ان مسیحی فاضلوں کو آنحضرتؐ کے اُمّی اور مؤیّد من اللہ ہونے پر یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایک ایسے دین سے جس کی حمایت میں ایک بڑی سلطنت قیصر روم کی قائم تھی اور جو نہ صرف ایشیا میں بلکہ بعض حصوں یورپ میں بھی پھیل چکا تھا اور بوجہ اپنی مشرکانہ تعلیم کے دنیا پرستوں کو عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا صرف شک اور شبہ کی حالت میں الگ ہوکر ایسے مذہب کو قبول کر لیتے جو بباعث تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو بُرا معلوم ہوتا تھا اور اُس کے قبول کرنے والے ہر وقت چاروں طرف سے معرض ہلاکت اور بلا میں تھے پس جس چیز نے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے آنحضرتؐ کو محض اُمّی اور سراپا مؤیّد من اللہ پایا اور قرآن شریف کو بشری طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اس آخری نبی کے آنے کے لئے خود بشارتیں پڑھتے تھے سو خدا نے ان کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے کھول دیا۔ اور ایسے ایماندار نکلے جو خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا۔ اور جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں اور عربوں میں سے نہایت درجہ کے جاہل اور شریر اور بدباطن تھے ان کے حالات پر بھی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بہ یقینِ کامل آنحضرت کو اُمّی جانتے تھے اور اسی لئے جب وہ بائیبل کے بعض قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور امتحان نبوّت پوچھ کر ان کا ٹھیک ٹھیک جواب پاتے تھے تو یہ بات ان کو زبان پر لانے کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت کچھ پڑھے لکھے ہیں۔ آپ ہی کتابوں کو دیکھ کر جواب بتلا دیتے ہیں بلکہ جیسے کوئی لاجواب رہ کر اور گھسیانا بن کر کچے عذر پیش کرتا ہے ایسا ہی نہایت ندامت سے یہ کہتے تھے کہ شاید درپردہ کسی عیسائی یا یہودی عالم بائیبل نے یہ قصے بتلا دیئے ہوں گے۔ پس ظاہر ہے اگر آنحضرت کا اُمّی ہونا ان کے دلوں میں بہ یقین کامل متمکن نہ ہوتا تو اسی بات کے ثابت کرنے کے لئے نہایت کوشش کرتے کہ آنحضرت اُمّی نہیں ہیں فلاں مکتب یا مدرسہ میں انہوں نے تعلیم پائی ہے۔ واہیات باتیں کرنا جن سے اُن کی حماقت ثابت ہوتی تھی کیا ضرور تھا۔ کیونکہ یہ الزام لگانا کہ بعض عالم یہودی اور عیسائی درپردہ آنحضرت کے رفیق اور معاون ہیں بدیہی البطلان تھا۔ اس وجہ سے کہ قرآن تو جابجا اہلِ کتاب کی وحی کو ناقص اور اُن کی کتابوں کو محرّف اور مبدّل اور ان کے عقائد کو فاسد اور باطل اور خود ان کو بشرطیکہ بے ایمان مریں ملعون اور جہنمی بتلاتا ہے۔ اور اُن کے اصولِ مصنوعہ کو دلائل قویّہ سے توڑتا ہے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ وہ لوگ قرآن شریف سے اپنے مذہب کی آپ ہی مذمّت کرواتے۔ اور اپنی کتابوں کا آپ ہی ردّ لکھاتے اور اپنے مذہب کی بیخ کنی کے آپ ہی موجب بن جاتے پس یہ سست اور نادرست باتیں اس لئے دنیا پرستوں کو بکنی پڑیں کہ اُن کو عاقلانہ طور پر قدم مارنے کا کسی طرف راستہ نظر نہیں آتا تھا اور آفتاب صداقت کا ایسی پرزور روشنی سے اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا تھا کہ وہ اس سے چمگادڑ کی طرح چُھپتے پھرتے تھے اور کسی ایک بات پر ان کو ہرگز ثبات و قیام نہ تھا بلکہ تعصّب اور شدّت عناد نے ان کو سودائیوں اور پاگلوں کی طرح بنا رکھا تھا۔ پہلے تو قرآن کے قصوں کو سن کر جن میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا ذکر تھا اس وہم میں پڑے کہ شاید ایک شخص اہل کتاب میں سے پوشیدہ طور پر یہ قصے سکھاتا ہو گا جیسا اُن کا یہ مقولہ قرآن شریف میں درج ہے۔ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ سورة النحل الجزو نمبر ۱۴۔ اور پھر جب دیکھا کہ قرآن شریف میں صرف قصے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے حقائق ہیں تو پھر یہ دوسری رائے ظاہر کی وَاَعَانَهٗ عَلَیۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ۔ سورة الفرقان الجزو نمبر ۱۸۔ یعنی ایک بڑی جماعت نے متفق ہو کر قرآن شریف کو تالیف کیا ہے ایک آدمی کا کام نہیں۔ پھر جب قرآن شریف میں ان کو یہ جواب دیا گیا کہ اگر قرآن کو کسی جماعت علماء فضلاء اور شعرا نے اکٹھے ہوکر بنایا ہے تو تم بھی کسی ایسی جماعت سے مدد لے کر قرآن کی نظیر بنا کر دکھلاؤ تا تمہارا سچا ہونا ثابت ہو تو پھر لاجواب ہو کر اس رائے کو بھی جانے دیا اور ایک تیسری رائے ظاہر کی اور وہ یہ کہ قرآن کو جِنّات کی مدد سے بنایا ہے یہ آدمی کا کام نہیں پھر خدا نے اس کا جواب بھی ایسا دیا کہ جس کے سامنے وہ چون وچرا کرنے سے عاجز ہو گئے۔ (صفحہ ۵۷۸ تا ۵۸۴)

حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ بلحاظِ اخلاق فاضلہ

رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰؑ دونوں اپنے سلسلہ کے بانی اور شرعی نبی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت موسیٰؑ کے سلسلہ پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی افضلیت ثابت فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ”حضرت موسیٰ بُردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا نہیں ہوا جو حضرت موسیٰ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے۔ توریت سے ثابت ہے جو حضرت موسیٰ رفق اور حلم اور اخلاق فاضلہ میں سب اسرائیلی نبیوں سے بہتر اور فائق تر تھے جیسا کہ گنتی باب دوازدہم آیت سوم توریت میں لکھا ہے کہ موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا سو خدا نے توریت میں موسیٰ کی بردباری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں یہ کلمات بیان نہیں فرمائے۔ ہاں جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:۵) تُو خُلقِ عظیم پر ہے۔ اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ وشمائلہ حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا (النساء:۱۱۴) یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا“۔ (۶۰۵ تا ۶۰۶۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعودؑ نبی کی وحی کو حسب فطرت ٹھہراتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہریک وحی نبی منزل علیہ کی فطرت کے موافق نازل ہوتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال اور غضب تھا۔ توریت بھی موسوی فطرت کے موافق ایک جلالی شریعت نازل ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مزاج میں حلم اور نرمی تھی۔ سو انجیل کی تعلیم بھی حلم اور نرمی پر مشتمل ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقعہ تھا نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایت محل اور موقعہ کی ملحوظ طبیعت مبارک تھی۔ سو قرآن شریف بھی اسی طرز موزون ومعتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدت ورحمت وہیبت وشفقت ونرمی ودرشتی ہے“۔ (صفحہ ۱۹۱، حاشیہ ۱۱)

رسول اللہ ﷺ کے مقام کے متعلق چند اقتباسات

حضرت مسیح موعودؑ نے رسول اللہ ﷺ کے مقام کے متعلق نہایت عمدگی سے اور شاندار الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی افضلیت بھی ثابت کی۔

افضل الانبیاء

فرمایا: ”اگر ہم چاہتے تو ہریک بستی کے لئے جُدا جُدا رسول بھیجتے مگر یہ اس لئے کیا گیا کہ تا تجھ سے بھاری کوششیں ظہور میں آویں یعنی جب ایک مرد ہزاروں کا کام کرے گا تو بلاشبہ وہ بڑا اجر پائے گا اور یہ امر اس کی افضلیت کا موجب ہوگا سو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگتر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔ موسیٰ اور ابن مریم کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہریک

طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیفِ شاقہ اٹھا کر اس اجرعظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔‘‘(صفحہ ۶۵۲ تا ۶۵۴)

افضل نبی، مربی اعظم

ایک اور جگہ فرمایا: ’’اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔یعنی وہ شخص کہ جس ے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا ہو۔جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے جس نے ہر ایک ملحد کے وسواس دور کئے اور سچا سامان نجات کا کہ جس کے لئے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا ضرور نہیں اور خدا کو اپنی قدیمی اور ازلی جگہ سے کھسکا کر کسی عورت کے پیٹ میں ڈالنا کچھ حاجب نہیں۔ اصول حقہ کی تعلیم سے از سر نو عطا فرمایا۔ پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے۔ اس کا درجہ اور رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے۔ کتاب آسمانی شاہد ہے اور جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدہ کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘‘۔ (حاشیہ نمبر ۶ صفحہ ۹۷)

سب نبیوں سے اعلیٰ و افضل

فرمایا: ’’دنیا میں وہی ایک کامل انسان آیا ہے جس کا نور آفتاب کی طرح ہمیشہ دنیا پر اپنی شعاعیں ڈالتا رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہے گا...صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے‘‘۔ (صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷۔ حاشیہ در حاشیہ ۳)

سید الرسل، سرتاج

’’یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم‘‘۔ (۵۹۴۔ حاشیہ در حاشیہ ۳)

’’وجودِ مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا...انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نور مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور اور سراج منیر رکھا ہے‘‘۔ (صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷۔ حاشیہ نمبر ۱۱)

رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت

براہین احمدیہ سے متعلق خواب

الہام کی ضرورت اور اس کے جاری رہنے کے متعلق دلائل میں حضورؑ نے اپنے الہامات رؤیا اور کشوف کو پیش فرمایا۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے جس میں آپؑ کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنے اسی زمانے کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔غرض آنحضرت نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک سے متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی والحمد للہ علی ذٰلك۔

یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہو گئیں اور جس قطبیت کے اسم سے اُس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا۔ اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلے پر بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجت اسلام ان پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔‘‘ (صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

پھر ایک خواب میں رسول اللہ ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت ہوئی۔جس کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین (سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ درست لفظ ’’تعیین‘‘ معلوم ہوتا ہے۔ ناشر) ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا ھذا رجل یحب رسول اللّٰہ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیّت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔

اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی، جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے فالحمد للہ علی ذالک‘‘۔ (صفحہ ۵۹۷ تا ۵۹۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

منظوم نعتیہ کلام در زبانِ فارسی

براہین احمدیہ کے آغاز میں ایک طویل فارسی منظوم نعتیہ کلام میں رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کی۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یارِ ازل
آنکہ روحش واصل آں دلبرے
آنکہ مجذوب عنایات حقست
ہمچو طفلے پر وریدہ در برے
آنکہ در برّ و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا دُرے

(صفحہ ۱۷)

ترجمہ: میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ وہ جس کی جان خدا کی عاشق ہے وہ جس کی روح اس دلبر میں واصل ہے۔ وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اس کی طرف کھینچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچہ کی مانند پلا ہے۔ وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحر عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے۔

اسی طرح ایک اور نظم میں یہ نعتیہ اشعار ہیں:

خدائے کہ جاں بر رہ او فدا
نہ یابی رہش جز پئے مصطفیٰ
ابوالقاسم آں آفتاب جہاں
کہ روشن شد ازوے زمین و زماں
بشر کی بدے از ملک نیک تر
نہ بودی اگر چوں محمدؐ بشر
نیاید ترا شرم از کردگار
کہ اہل خرد باشی و باوقار
پس آنگہ شوی منکر آں رسول
کہ یا بد ازو نور چشم عقول

(صفحہ ۲۲۸ حاشیہ ۱۱)

ترجمہ: وہ خدا جس کی راہ میں ہماری جان قربان ہے اس کا راستہ تجھے مصطفیٰ کی پیروی کے بغیر نہیں مل سکتا۔ ابو القاسم وہ آفتاب عالمتاب ہے جس کی وجہ سے زمین و زمان روشن ہو گئے۔ انسان فرشتہ سے بہتر کیونکر ثابت ہوتا۔ اگر محمد ﷺ کی طرح کا انسان پیدا نہ ہوتا۔ کیا تجھے خدا تعالیٰ سے شرم نہیں آتی کہ عقل مند اور معزز ہونے کے باوجود پھر بھی تو اس رسول کا منکر ہے جس سے خود عقل کی آنکھیں نور حاصل کرتی ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ رباعی بھی رسول اللہ ﷺ کی مدح میں تحریر فرمائی۔

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یار دلبرم
مہرومہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب و تاب
واں کجا باغے کہ مے دارد بہار دلبرم

(صفحہ ۵۹۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

میرے دلبر کو کوئی محبوب نہیں پہنچتا ہے۔ میرے معشوق کے شہر میں سورج اور چاند کی کوئی قدر نہیں۔ ایسا چہرہ کہاں ہے جو اس کے منہ کی مانند آب و تاب رکھتا ہو اور ایسا باغ کہاں ہے جو میرے دلبر کی سی بہار رکھتا ہو۔ (ترجمہ از درثمین فارسی مترجم از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ، مطبوعہ محمد احمد اکیڈمی رام گلی نمبر ۳۔ لاہور)

یہاں اس ضخیم کتاب سے چند امور کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان مذکورہ بالا امور سے متعلق تفصیل کے لیے براہین احمدیہ کا سیر حاصل مطالعہ کریں اور حضرت مسیح موعودؑ کی اس خدمتِ جلیلہ سے مستفیض ہوں۔

☆...☆...☆

نئے فتنوں میں اب چرخِ کہن کی آزمائش ہے

طلوعِ براہینِ احمدیہ کے وقت مطلعِ عالم

(آصف محمود باسط۔ یوکے)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کی تالیف کے ذریعے وہ خدمت سرانجام دی جو مذہب کی ٹمٹماتی شمع کی حفاظت کا کام کر گئی

ظہورِ اسلام اور ظہورِ مسیح و مہدی کا درمیانی وقفہ ہمیشہ غیر معین رہا۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے ظہورِ مسیح و مہدی کو قیامت کی نشانی قرار دیا مگر قیامت کا معین وقت دریافت کیے جانے پر ہمیشہ لاعلمی کا اظہار فرمایا کہ اس ساعت کا علم صرف خدا کی ذات کو ہے۔

ایک کشف میں تو بعض انبیاء علیہم السلام سے خود آنحضور ﷺ نے بھی دریافت فرمایا اور انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ ہاں وہاں سے بھی ظہورِ مسیح و مہدی ہی کو بطور نشانی پایا اور اسے بیان فرمادیا۔

اصحابِ رسول کی بہت سی روایات کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الساعۃ کے ظہور کے وقت کی تعیین ہمیشہ ایک مرغوب فکری بحث رہی مگر اسے مستقبل قریب کی توقعات میں رکھا گیا۔ مگر توقعات کا یہ سلسلہ سالوں اور دہائیوں پر پھیلتا ہوا صدیوں پر محیط ہوتا چلا گیا اور قیامت نہ آئی۔ مگر یہ کون کہتا ہے کہ قیامت نہ آئی۔ زیادہ درست تو یہ کہنا ہوگا کہ امتِ مسلمہ پر کون سی قیامت تھی جو نہ آئی۔

خود آنحضور ﷺ تو قیامت کو صدیوں کے فاصلے پر ہی دیکھتے تھے ورنہ ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی خبر کا جواز نہ رہتا۔ اور پھر امت کے بگاڑ کا جو نقشہ پیش فرمایا وہ بھی صدیوں ہی میں آیا کرتا ہے۔ امت نے یہود کی طرح ستّر سے زائد فرقوں میں تقسیم بھی تو ایک دو برس یا ایک دو دہائیوں میں نہ ہونا تھا۔ اس کے لیے بھی تو صدیاں درکار تھیں۔

اور اس تفرقہ کے ظہور پذیر ہونے میں جو عوامل کارفرما ہونے تھے، وہ علمیت کی منتہا ہی سے جنم لیا کرتے ہیں۔ اس عرصہ میں احادیث کی تدوین کا عظیم الشان کام ہوا۔ انہی روایات سے سیرت النبی ﷺ ترتیب پائی۔ یوں قرآن اور حدیث اور سنت سے مکاتبِ فقہ وضع ہوئے۔ ان کے باہمی مباحث نے علمِ تفسیر کو جنم دیا۔

یونانی فلسفہ کا رجحان بڑھا تو قرآن اور حدیث اور سنت اور ان سے جنم لینے والے تمام علوم تشکیک کی زد میں آئے۔ تشکیک نے فلسفیانہ اور منطقی مباحث کو جنم دیا۔ اور یوں امتِ مسلمہ نے وہ زمانہ بھی دیکھا جسے اسلامی تاریخ کا زریں عہد کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ اسی زریں عہد میں سائنس مسلمانوں کے گھر کی لونڈی بنی۔ ریاضی بھی مسلمانوں ہی کے آنگن میں پروان چڑھا۔

کہیں دینی علوم تشکیک اور سائنس کی زد میں آئے، کہیں انہوں نے سائنس کو مسترد کیا۔ اس جھگڑے سے اکتا کر علوم و فنون کی دیوی اہلِ یورپ پر مہربان ہوگئی۔ وہی یورپ جو مسلمانوں کے عہدِ زریں میں اندھیروں میں ڈوبا رہا، ادبدا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس دور میں داخل ہوگیا جسے آج اہلِ مغرب renaissance یعنی احیائے نو کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

یورپی renaissance کی بنیادیں تشکیک پر اٹھائی گئی تھیں۔ یورپی بادشاہوں نے خود کو خدا کا چنیدہ قرار دیا اور خدا کے نام پر استحصال کی انتہاؤں کو چھولیا۔ یہاں تک کہ مزدور اور عامۃ الناس نے جب بادشاہوں کے روحانی منصب کو مسترد کیا تو ساتھ ہی خدا کو بھی مسترد کر دیا کہ اسی کے نام پر استحصال کا یہ کارخانہ چلتا اور پنپتا رہا تھا۔ یوں مذہب سے بیزاری کی فضا نے یورپی ذہن کو اپنے شکنجے میں لے لیا اور بہت سی فکری تحریکوں نے جنم لیا۔ یوں renaissance اپنے ارتقا سے گزرتا ہوا Enlightenment کے دور میں داخل ہوا۔ یورپ کی فکری تاریخ میں اس دور کا یہ نام، جس کا قریب ترین ترجمہ ''معرفت'' ہوسکتا ہے، اس لیے اس نام سے موسوم ہوا کہ اس دور میں یورپی ذہن نے مذہب سے مکمل بیزاری اختیار کی اور وہ الحاد جو تشکیک کے لبادے میں پنپتا تھا، کھل کر سامنے آیا اور مذہب سے لاتعلقی کے رجحان کو فروغ دیا۔

یہاں تک کہ وہ وقت آپہنچا جب مذہب کو ایک لاشے محض قرار دے دیا گیا۔ بلکہ لاشے سے بڑھ کر ایک مضر شے قرار دے دیا گیا۔ 1843ء میں کارل مارکس (1818ء تا 1883ء) نے مذہب کو عوام کے لیے افیون قرار دیا یعنی ایک حربہ جس کے ذریعے ان کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کو سرد کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ مذہب سے بیزاری اور کراہت کی یہ لہر اس قدر زور سے پھیلی کہ 1882ء تک پہنچتے پہنچتے جرمن فلسفی نطشے (1844ء تا 1900ء) نے یہ نعرہ لگا دیا کہ خدا مر چکا ہے۔

یہاں یہ یاد رکھ لیں کہ یہ فکری لہر پوری قوت سے حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش کے وقت کے قریب اٹھی اور اس لہر کا قہر آپؑ کے دعوے کے قریب اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔

مگر ابھی تاریخ کا کچھ مزید تجزیہ ضروری ہے۔ یاد رہے کہ ان فکری تحریکوں کی جڑیں سیاسیات اور اس سے جڑی معاشیات میں پیوست تھیں۔ جہاں یورپی بادشاہتوں کے ہاتھوں معاشی استحصال نے انسان کو خدا سے بددل کر دیا تھا، وہاں انسان اپنی معاشرتی بدحالی کو دور کرنے اور خوش حالی کے حصول کے لیے بھی کوشاں تھا۔

حاکمِ وقت کے خلاف بغاوت کرنا رواج بن چکا تھا۔ صنعتی انقلاب نے مرد و زن کو معاشی کارخانے کا ایک پرزہ بنا دیا تھا۔ خوشحالی کی تلاش نے آشوبِ معاش کے ستائے ہوئے انسان کو کسی قدر کشائش تو دے دی، مگر اس کے دل و دماغ سے سکون کو ناپید کر دیا۔ زندگی کی تیز رفتاری نے اسے یہ سوچنے ہی نہ دیا کہ یہ سکون وہ اس طویل سفر میں کہاں کھو آیا ہے۔ خیال اس مذہب کی عدم موجودگی کی طرف کیسے جاتا کیونکہ اسے تو سخت کراہت کے ساتھ ترک کر دیا گیا تھا۔ لہذا اس سکون کی تلاش میں یورپ کی سوسائٹی نے عیش و طرب کی وہ نہج اپنالی جو آج یورپ کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔

یہاں صنعت و حرفت کے پجاری جدید انسان نے اپنی ذات کی تلاش کا سفر شروع کیا اور individualism کی لہر سے جالپٹا۔ میں میں ہوں اور میں اپنے ذاتی وقت میں جو چاہے کرسکتا ہوں۔ جو چاہوں پہنوں، نہ چاہوں نہ پہنوں۔ جو چاہوں کروں، جو چاہوں نہ کروں۔ یہ انسانی ذہن میں ابھرنے والے existential question (وجودیاتی سوال) کا جوابی ردِ عمل تھا جس نے انسان کو ہر چیز، ہر فکری تحریک، ہر مذہبی پابندی، ہر روحانی تقاضے کے خلاف اکسایا اور یہ 'آزادی' جدید انسان کا طرہ امتیاز ٹھہری۔ یہاں سے وجودیت (existentialism) کی فکری تحریکوں نے زور پکڑا اور بیسویں صدی کے اختتام پر انسان modernism (جدیدیت) کی حدیں پار کر کے post-modernism (مابعد الجدیدیت) کے لق و دق صحرا میں آپہنچا۔ یہاں کسی بھی مذہبی عقیدے، فکری رجحان، سیاسی نظریے کی گنجائش ختم ہوگئی اور ہر چیز اسی تشکیک کی آگ کی زد میں آگئی جو کبھی مذہب کو نگل چکی تھی۔

تاریخی لحاظ سے یہ قیامِ جماعت احمدیہ کا زمانہ بنتا ہے۔ مگر مذہب کے تاریخی مد و جزر پر ایک نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔

جہاں فلسفیانہ تحریکات اپنا زور دکھا رہی تھیں اور دنیا کو مذہب سے بددل کرنے میں منہ زور طاقت کا مظاہرہ کر رہی تھیں، وہاں مذاہب کا ان تند و تیز آندھیوں سے مقابلہ بھی جاری تھا۔ آغاز میں یورپی کلیساؤں نے بھی مذہب کو معدوم ہونے سے بچانے کے لیے کوشش کی۔ (1643ء تا 1727ء) Isaac Newton سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک راسخ العقیدہ عیسائی بھی تھا۔ Renaissance کے دور کا فلسفی (1596ء تا 1650ء) Descartes بھی عیسائی تھا۔ انہوں نے اور ان کی طرح دیگر سائنسدانوں اور فلسفیوں نے مذہب کو ساتھ ساتھ زندہ رکھنے کی کوشش بھی کی۔ Oxford اور Cambridge کی یونیورسٹیز، جو آج دنیا کی عظیم دانشگاہیں خیال کی جاتی ہیں اور جہاں دہریت پنپتی ہے، اپنے آغاز میں مذہبی درسگاہوں کے طور پر ہی وجود میں آئی تھیں۔ ان سے الحاق رکھنے والے تعلیمی اداروں کے نام Jesus College, Trinity College, Magdalen College, Christ Church انہی زمانوں کی یادگار ہیں۔

اس دوران یورپی طاقتیں نوآبادیات قائم کرنے میں سرگرم ہوچکی تھیں۔ دنیا کے ہر خطے میں کسی نہ کسی یورپی طاقت کی عملداری تھی۔ مسیحی کلیساؤں (mission societies) نے یورپ کی مذہبی بیزاری سے اکتا کر نوآبادیات کا رخ کیا کہ وہاں کی مقامی آبادی کو مسیحیت کی آغوش میں لایا جائے۔

مسیحی مناد انجمنیں اس قدر منظم تھیں کہ ان کے مقابلے پر اس وقت دنیا کا کوئی بھی مذہب منظم نہ تھا۔ ان مسیحی تبلیغی انجمنوں کے آپس کے اختلاف اپنی جگہ، لیکن کوئی انجمن اگر Roman Catholic ہے، تو اس کی مضبوط تنظیمی بنیادیں اسے Vatican سے حاصل ہوتیں۔ اگر Protestant ہے تو کلیسائے انگلشیہ یعنی Church of England کی زبردست پشت پناہی اسے منظم کیے رکھتی۔ ایسی ٹھوس تنظیم کے لیے جو مالی استحکام درکار ہوتا ہے، وہ بھی انہی بڑی طاقتوں سے اخذ کیا جاتا۔ یہ مشن سوسائٹیز دنیا کے جس خطے میں بھی پہنچتیں، وہاں صرف مشن ہی قائم نہ کرتیں بلکہ تعلیمی ادارے اور ہسپتال بھی قائم کرتیں۔ ہندوستان میں تعلیمِ نسواں کے رجحان کا پیدا ہونا بھی بنیادی طور پر مشن زنانہ سکولوں کا ہی مرہونِ منت ہے۔

جب معالج مسیحی ہو، معلم مسیحی ہو، خوراک مہیا کرنے والا مسیحی ہو، ایسے میں تبلیغ کا کام تو آدھے سے بھی زیادہ ہوچکا۔ رہی سہی کسر ان مذاہب کے بگڑے ہوئے عقائد پوری کر دیتے۔ مثلاً ہندوؤں کے لیے چھوت چھات سے نجات کی لالچ کافی تھی۔ مسلمانوں کے لیے ایک وفات یافتہ نبی کے مقابلے پر آسمانوں پر بیٹھا ایک زندہ نبی زیادہ پرکشش تھا۔ مردہ نبی/زندہ نبی کے تبلیغی حربہ کا سہرا عیسائی منادوں کی تاریخ پادری (1803ء تا 1865ء) Carl Pfander کے سر باندھتی ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''میزان الحق'' میں دیگر دلائل کے ساتھ اس دلیل کو بھی بڑے فخر سے پیش کیا اور یہ دلیل بہت سے مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے میں کارگر ہوئی۔

ہندومت کے بعض مکاتب نے عیسائی منادوں کا مقابلہ یوں کیا کہ تبلیغ نہ کرنے کی روایت کو توڑا اور آریہ سماج جیسے فرقوں نے جنم لیا۔ برہمو سماج والے تبلیغ کرنے کے تو حامی نہ ہوئے تاہم غیر مذہب سے ہندومت میں شامل ہونے کو روا قرار دیا اور اپنے عقائد میں بنیادی تبدیلیاں واقع کر لیں۔ جن میں کثیر الالٰہ عقیدے کو چھوڑ کر ایک خدا کو ماننے کا عقیدہ عام کرنے کی کوشش کی۔

یہ اُس دور کی بات ہے جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت مقیم اور عیسائی منادوں سے مباحثوں میں مشغول تھے۔ یعنی ہندوستان میں 1860ء کی دہائی الحاد اور ارتداد کی موج کے عروج کا زمانہ تھا۔ یعنی 1857ء کے غدر کے فوری بعد کا زمانہ۔

غدر کے اردگرد کے زمانے میں ہندوستان کے مذہبی حلقوں بالخصوص مسلمان حلقوں میں ایک نئی دینی/سیاسی بحث اپنے عروج پر پہنچی۔ غیر ملکی حکمران کے خلاف جذبات تو پائے ہی جاتے تھے، غیر مسلم حکمران کے زیر تسلط رہنے میں اس

سیاسی صورتحال کو ایک دینی نہج دے دی۔ یعنی ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ یعنی انگریز/عیسائی حکمران کے خلاف جہاد کا سوال۔

اس سوال اور ایسے ہی اور سوالات کے نتیجے میں قرآن وحدیث کی وہ تفاسیر کی گئیں جو پہلے سے ہی منتشر مسلمانوں میں مزید انتشار اور تفرقہ پر منتج ہوئیں۔ قرآن کریم فکری مباحث کی زد میں آیا اور آیاتِ قرآنی کے ناسخ ومنسوخ ہونے کی بحث کو اجاگر کیا گیا، تو مسلمانوں کے لیے تشکیک کے نئے دروازے کھلے۔ ہر مفسر اپنے فکری رجحان کے مطابق بعض آیات کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دینے لگا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (1703ء تا 1762ء) تو پانچ آیاتِ قرآنی کو منسوخ قرار دے چکے تھے۔ یہ تمام کوششیں جس بھی نیت اور ارادے سے کی گئیں، اصل بنیاد قرآن کو عصر جدید میں قابلِ عمل ثابت کرنا اور اسلام کو ہر دور کے لیے بہترین اور آخری مذہب قرار دینا تھا یا مغربی فکر کے زورآور حملوں کا جواب تراشنے کے لیے یا پھر اسلام کو مغربی فکر سے ہم آہنگ کرنے کی خاطر۔ مثلاً سرسید احمد خان (1817ء تا 1898ء) کی مسلمانوں کی بیداری کی تحریک کے بھلے نتائج سے انکار کرنا ناانصافی ہے مگر اس کے پیچھے یہی مغرب پرستی کارفرما تھی۔

پس ایسے الجھاؤ میں کیا اسلامی ہے، کیا غیر اسلامی، کیا درست ہے اور کیا غیر درست، یہ سب مسائل علماء اور مفکرین کی آرا پر آکر ٹھہر چکے تھے۔ سبھی اپنی دانست میں درست تھے اور دوسرے کے تئیں غیر درست۔ ایسے میں کسی ایسے فیصلے کی ضرورت تھی جو آرا سے بالاتر ہو اور حتمیت کے ساتھ اسلامی/غیر اسلامی اور درست/غیر درست کا محاکمہ کر سکے۔

ایسا فیصلہ صرف وحیٔ الٰہی کے ذریعہ سے ہی ہوتا آیا تھا۔ اور اب وقت تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کے معاملات میں خود راہنمائی فرمائے۔ مگر یہی وہ وقت تھا جب وحی و الہام کے دروازے بند خیال کیے جاتے تھے۔ اور یہی وہ وقت تھا جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے ''براہین احمدیہ'' تصنیف فرمائی۔

وحی و الہام کا دروازہ کھلنا

جیسا کہ اوپر ذکر گزر چکا ہے، یہ زمانہ مغربی فکری تحریکوں کی سخت زد میں تھا۔ اس دور میں علم اور اس کی صداقت (epistemology) کا سارا مدار حسیات اور عقل پر تھا۔ جو شے اس امتحان پر پورا اترتی، وہ شے، اور جو نہ اترتی وہ لاشے ٹھہرتی۔ حضرت مرزا صاحبؑ مغربی تحریکات سے جس قدر واقف تھے، وہ آپؑ کے قاری کو حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہاں لفظ قاری دانستہ استعمال کیا ہے تاکہ یہ فضا برقرار رہ سکے کہ ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں۔

پس حضرت مرزا صاحبؑ کو جدید فکری تحریکات سے بخوبی واقفیت تھی۔ براہینِ احمدیہ کے ابتدائی صفحات ہی اس علم کا پتا دینے کو کافی ہیں مگر آپؑ کی بعد کی تحریرات، اشتہارات اور ملفوظات اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضورؑ نے عقل اور حسیات کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کا انکار نہ کیا بلکہ یہ ثابت فرمایا کہ ''اگر حکم عقل کا دنیا کے محسوسات اور مشہودات سے متعلق ہو جو ہر روز دیکھے جاتے یا سنے جاتے یا سونگھے جاتے یا ٹٹولے جاتے ہیں تو اس وقت رفیق اس کا جو اس کے حکم کو یقین کامل تک پہنچاوے مشاہدہ صحیحہ ہے کہ جس کا نام تجربہ ہے۔ اور اگر حکم عقل کا ان حوادث اور واقعات سے متعلق ہو جو مختلف ازمنہ اور امکنہ میں صدور پاتے رہے ہیں یا صدور پاتے ہیں تو اس وقت اس کا ایک اور رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام تواریخ اور اخبار اور خطوط اور مراسلات ہے اور وہ بھی تجربہ کی طرح عقل کی دود آمیز روشنی کو ایسا مصفا کر دیتا ہے کہ پھر اس میں شک کرنا ایک حمق اور جنون اور سودا ہوتا ہے اور اگر حکم عقل کا ان واقعات سے متعلق ہو جو ماوراء المحسوسات ہیں جن کو ہم نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور نہ کان سے سن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کی تواریخ سے دریافت کر سکتے ہیں تو اُس وقت اُس کا ایک تیسرا رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام الہام اور وحی ہے...'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 79-80، بقیہ حاشیہ نمبر 4)

عقلی دلائل سے حاصل ہونے والے علم کے بارے میں حضورؑ نے بتصریح فرمایا کہ ''ایمان اُن کا جو صرف دلائل عقلیہ پر مبنی ہے ہونا چاہیے کے مرتبے تک محدود ہے اور مرتبہ کاملہ ہے کا انہیں نصیب نہیں۔ سو اِس تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کھلا ہوا اور واضح راستہ معرفتِ الٰہی کا صرف بذریعہ کلامِ الٰہی ملتا ہے۔ اور کوئی ذریعہ اس کے وصول وحصول کا نہیں۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 215، بقیہ حاشیہ نمبر 11)

جہاں مسلم علماء دیگر مذاہب کے اسلام پر اعتراضات کے جواب دینے میں اپنے عقلی دلائل پر تکیہ کیے ہوئے تھے، اور غیروں کے حملوں سے ہراساں مسلمانوں کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات پر اپنی ہی رائے پر انحصار کیے بیٹھے تھے، جہاں تمام مذاہب دلیل کی بنیاد پر آپس میں نبرد آزما ہو رہے تھے۔ جہاں عقل پرست مفکرین عقل کی بنیاد پر مذہب کو ایک غیر ضروری اور ناقابل عمل شے قرار دے چکے تھے۔ وہاں وحی و الہام کا دروازہ کھول کر حضرت مرزا صاحبؑ نے علمیات یعنی epistemology کو ایک نئی نہج عطا کی اور یوں دنیائے مذہب اور مکاتبِ فکر کے لیے ایک نئے میدان کی راہیں کھول دیں۔

یہ حقیقت براہینِ احمدیہ کو صرف مذہب ہی نہیں بلکہ دنیائے فلسفہ میں بھی ایک ممتاز مقام دیتی ہے۔

تمام مذاہب کو انعامی چیلنج

براہینِ احمدیہ پر بات کرتے وقت ایک بات کبھی فراموش نہیں ہونی چاہیے کہ اس کتاب کا مکمل نام ''البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ'' رکھا گیا تھا۔

اس کتاب کی تصنیف کے پیچھے صرف دیگر مذاہب کو گمراہ شدہ اور گمراہ کُن ثابت کرنا ہی نہیں تھا، بلکہ دراصل مغربیت کا سدِباب کرنا تھا جس کے آگے اسلام ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب گھٹنے ٹیکے بیٹھے تھے۔ آپ حصہ اوّل کے آغاز میں اس خطرے کا اظہار فرماتے ہیں کہ ''تھوڑی ہی مدت میں اِس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈبائی اور گڈ مارننگ کی آواز سنی جائے''۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 8)

حضرت مسیح موعودؑ نے آغاز ہی میں اس کتاب کی ضرورت اور اہمیت خود یوں بیان فرمائی کہ اگرچہ بہت سی کتب دفاعِ اسلام میں لکھی گئیں مگر وہ مخصوص مذاہب اور ان کے مخصوص فرقوں کو مخاطب کر کے لکھی گئیں اور ''اُن سے وہی خاص قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں۔ لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیقتِ اسلام اور سچائی عقائدِ اسلام کی ثابت کرتی ہے اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایہ ثبوت پہنچاتی ہے...'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول صفحہ 8)

نیز فرمایا: ''پس بہرحال ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیتِ اسلام کی دلائل عقلیہ سے ثابت کرے کہ جن کے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں''۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 9)

تحقیق کی دنیا میں محققین جسے gap area کہتے ہیں اور اسے پُر کرنے کے لیے نئے مضامین اور موضوعات پر تحقیق کرتے ہیں، دنیائے مذہب میں بھی ایسے خلا پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ انبیاء اور مرسلین اور مجددین کے ذریعہ پُر کرتا ہے۔

پس دنیائے مذہب میں ایک ایسا خلا پیدا ہو جانے پر یہ اپنی نوعیت کی انوکھی تصنیف تھی۔ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ اس وقت صرف اسلام ہی خطرے میں نہ تھا، بلکہ مذہب من کل الوجوہ خطرات کی آندھیوں میں گھرا ہوا تھا۔ ایسے میں اس کتاب کا ظہور مذہب کے لیے تریاق بن کر آیا اور چونکہ براہین احمدیہ کا اصل مقصد قرآن کریم اور اسلام کی حقیت کو ثابت کرنا تھا، لہٰذا یہی ایک حربہ مذہب کے لیے تریاق ثابت ہوا کیونکہ دیگر مذاہب بھی اپنی اصل میں تو اسلام ہی کی ارتقائی منازل تھے۔

اس قدر بڑے دعوے کے ساتھ یہ چیلنج بھی دے دیا، یعنی ''ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اُس میں داخل کیا گیا'' (صفحہ 10) جو تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لیے تھا۔ حضورؑ نے یہ چیلنج پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی اس کتاب میں شامل قرآن کریم اور اسلام کی حقانیت کے دلائل کو اپنی کتاب سے توڑ دے، تو ''میں مُشتہر ایسے مُجیب کو بلا عُذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دونگا۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول صفحہ 28)

ایک اعتراض کو بھی یہاں دیکھتے چلیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفین کا کہنا ہے کہ براہین احمدیہ حصہ اوّل کے صفحہ 24 سے اس حصہ کے اختتام یعنی صفحہ 52 تک کی تحریر نہایت جلی حروف میں لکھی گئی ہے۔ اس قدر جلی حروف میں کہ ایک ایک صفحہ پر بمشکل سات سطریں آئی ہیں۔

ہمارے اس مضمون کی غرض اعتراضات کا جواب دینا نہیں۔ تاہم اس قدر کہہ دینا ضروری ہے کہ اس دور میں جو علمائے کرام دفاعِ اسلام کی کوششوں میں مصروف تھے، کیا ان میں سے کسی نے بھی اس نوعیت کا چیلنج مخالفین اسلام کو دیا؟ کیا کوئی بھی عقلی دلائل سے اوپر اٹھ کر اس سطح تک گیا کہ اپنی جائیداد کا بڑا حصہ (یا چھوٹا حصہ ہی سہی) اسلام کی خاطر دینے کو تیار ہو گیا ہو؟

پس براہین احمدیہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جو اس ضرورت کے وقت میں تالیف ہوئی، جس میں تمام مذاہب اور لامذہبوں کے دلائل کو قرآن کریم سے رد کر کے اسلام کی حقانیت ثابت کی گئی۔

اس پر مستزاد ایک ایسا بڑا چیلنج دے دیا کہ ''جس سے سبک دوشی حاصل کرنا قیامت تک اُن کو نصیب نہیں ہوسکتا'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول صفحہ 10)

قارئین اتفاق کریں گے کہ ایسا چیلنج جلی ہی نہیں، زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق تھا۔ کہ دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی کہ تمام ادیان کو مخاطب کرتی اور ان کے دلائل کو توڑتی تھی، اور پہلی مرتبہ ایک چیلنج دے دیا گیا تھا جو قیامت تک کھلا تھا۔ ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے آج تک اس چیلنج کو معین کردہ اصولوں کے مطابق قبول کیا ہو۔

عقل پرستی اور عقائد فاسدہ میں غیر معمولی اضافہ

جب حضرت مرزا صاحبؑ نے براہین احمدیہ تصنیف فرمانی شروع کی تو بہت سوں نے اعتراض کیا کہ آخر اس کتاب کی ضرورت کیا ہے جب کہ دفاعِ اسلام میں بڑی بڑی کتب موجود ہیں۔

اس کا جواب حضورؑ نے براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں دیا اور فرمایا کہ ''جن انواع و اقسام کے مفاسد نے آج کل دامن پھیلا رکھا ہے، ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گزر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا۔ اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں، یہ عقل کی بد استعمالی کا زمانہ ہے۔ پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہم کو ضرورتیں پیش آئیں وہ اُن نیک اور بزرگ عالموں کو کہ جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں پیش نہیں آئی تھیں۔ ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (کہ خاک برفرق ایں روشنی) نوآموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ اِن کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آج کل تقریباً تمام نوآموزوں کا قدرتی میلان وجوہات عقلیہ کی طرف ہو گیا ہے، لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقلِ ناتمام اور علمِ خام کے بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 66)

پس اس کتاب کی ایک خصوصیت حضورؑ نے یہاں خود بیان فرما دی۔ یعنی عقل پرستی، جس کا خمیر مغربی فکری تحریکوں سے اٹھا تھا، ہر طرف اپنے پَر پھیلا رہی تھی اور اپنے پنجوں میں مذہب کو بھی دبوچنے میں کافی حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔

جیسا کہ ابتدائیہ کی طویل بحث سے ثابت کیا جا چکا ہے، ایسا دور جس میں مذہب سے کلیۃً بیزاری ظاہر کر دی گئی ہو، کبھی پہلے ظہور میں نہ آیا تھا۔ اور اس بیزاری کو منظم طریق پر عام کرنے کی روش بھی تاریخ میں کہیں موجود نہیں۔

پھر یہی نہیں کہ مغربی مفکرین صرف چائے خانوں میں بیٹھ کر مذہب سے بیزاری کا اظہار کر کے خوش ہو جاتے ہوں۔ مذہب کے خلاف یہ مہم ہر سطح پر زور پکڑ چکی تھی، اگرچہ فلسفہ اور سائنس اس مہم کے پیش امام ٹھہرے تھے۔

پس اگر براہین احمدیہ کو ہستی باری تعالیٰ پر ایمان کو برقرار رکھنے کی ایک کوشش کے طور پر بھی دیکھا جائے، تو یہ اپنے دور کی ایک بے مثال کتاب ٹھہرے گی۔ بلکہ یوں کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اگر یہ کتاب یہ کام بھی نہ کر سکتی، تو یقیناً یہ بھی باقی کتابوں کے

ساتھ طاق پر رکھ چھوڑنے کے لائق ٹھہرتی۔

لامذہبیت کے پروں میں تازہ ہوا بھرنے والا ایک سائنسی نظریہ تھا جو Darwinian Evolution کا نظریہ کہلاتا ہے۔ چارلس ڈاروِن (1809ء تا 1882ء) نے یہ نظریہ اپنی تحقیق Origin of Species میں پیش کیا تھا جو 1859ء میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی تھی۔ جہاں انسان ارتقا کی منازل سے گزرتا ہوا بندر سے اپنی موجودہ حالت کو پہنچا ہو، وہاں تخلیق آدم کی Biblical کہانی، جس کی تصدیق قرآن کریم بھی کرتا ہے، کا کوئی جواز باقی نہ بچتا تھا۔

یوں ڈاروِن کے نظریہ ارتقا کے ذریعے مذہب پر ایک اور کاری ضرب لگی اور کلیسا کی بلند و بالا عمارت لرز کر رہ گئی۔ اور عیسائیت کیا، یہی حربہ اسلام اور دیگر تمام مذاہب کے خلاف استعمال ہوسکتا تھا، اور ہوا۔

یہ نظریہ قرآن کریم میں بیان فرمودہ تخلیق آدم کی کہانی پر ہی کاری ضرب نہ تھا، بلکہ قرآنی علمیات یعنی Quranic Epistemology پر بھی ایک سوالیہ نشان تھا۔ اگر انسان بندر سے ترقی کرتا کئی صدیوں کے سفر میں انسان بنا تھا، تو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا کی بنیاد ہی ٹوٹ جاتی تھی۔

اس بنیاد کے ٹوٹ جانے سے Quranic Creationism یعنی قرآنی نظریہ تخلیق درہم برہم ہوجاتا اور یوں ہستی باری تعالیٰ کی اسلامی بنیاد کو گزند پہنچتا۔ یوں انسانی بولی (زبان) کی ابتدا کے ساتھ لسانیات کی ایک اہم بحث جڑی ہوئی ہے جو ہستی باری تعالیٰ کی بحث میں جا نکلتی ہے۔

لسانیات کی بحثوں نے ڈاروِن کے نظریہ ارتقا سے ہی جنم لیا۔ عصر حاضر میں لسانیات کے میدان کا مردِ میدان Noam Chomsky (1928ء تا حال) کو خیال کیا جاتا ہے۔ چومسکی خود ڈاروِن کے نظریۂ ارتقا کا حامی ہے مگر یہ کہنے پر مجبور ہے کہ انسانی بولی ایک بے مثال مظہر قدرت ہے اور اس صلاحیت کی ہم پلہ کوئی صلاحیت جانوروں کی دنیا میں موجود نہیں۔ نیز یہ کہ یہ کہنا کہ انسانوں اور جانوروں کے درمیان حائل یہ خلیج بھی طے ہوسکے گی ناممکنات میں سے ہے۔ (Language and Mind از Noam Chomsky)

اسی طرح عصر جدید ہی میں صفِ اوّل کے دہریہ اور evolutionist انسانی بولی کے آغاز کو سمجھنے سے قاصر رہ جانے کا اقرار کرتے ہیں۔

(مثلاً Richard Dawkins اپنی کتاب Unweaving the Rainbow اور Terence Deacon اپنی کتاب The Symbolic Species میں)

حضورؑ اس معاملہ پر قطعیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ’’بعض لوگ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ بولی انسان کی ایجاد ہے (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 344)

’’اگر کوئی یہ وہم پیش کرے کہ جس طرح طبعی طور پر خدا تعالیٰ بولیوں میں ہمیشہ تغیر تبدل کرتا رہتا ہے، کیوں جائز نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی طور پر بولیاں ایجاد ہوگئی ہوں۔ اور کوئی خاص الہام نہ ہوا ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا زمانہ کے لیے عام قانون قدرت یہی ہے کہ خدا نے ہر یک چیز کو اپنی قدرتِ محض سے پیدا کیا تھا۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور خود انسان کی فطرت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ ابتدائی زمانہ محض قدرت نمائی کا زمانہ تھا جس میں اسبابِ معتادہ کی ذرہ آمیزش نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں جو کچھ خدا نے پیدا کیا۔ وہ ایسی اعلیٰ قدرت سے کیا جس میں عقل انسان حیران ہے۔ زمین آسمان اور سورج و چاند وغیرہ اجرام پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیونکر اتنا بڑا کام بغیر مدد اسباب اور معماروں اور مزدوروں کے محض ارادہ سے بہ مجرد حکم کے انجام دے دیا۔ پھر جس حالت میں اُس ابتدائی زمانہ میں خدا کا سارا کام قدرتی پایا جاتا ہے کہ جو آمیزش طبیعت اور سبب سے بہ کلی پاک اور خالص ربانی ارادہ سے نکلا ہوا ہے تو پھر کیونکر بے ایمانوں کی طرح بولیوں کے بارہ میں خدا کو اس بات سے عاجز سمجھا جائے کہ جس طرح اُس نے تمام چیزوں کو محض قدرت سے پیدا کیا تھا، وہ بولیوں کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا۔ جس نے خود انسان کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کر کے اپنی قدرت تامہ کا ثبوت دے دیا ہے، پھر بولیوں کے بارہ میں کیوں اس کی قدرت کو ناقص خیال کیا جائے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 379 تا 394)

حضرت مسیح موعودؑ نے لسانیات اور اس کی جدید شاخ sociolinguistics (معاشرتی لسانیات) کے ممکنہ مسائل کو بھی یوں حل فرمایا کہ یہ بحث خود ہستی باری تعالیٰ کی دلیل بن گئی۔

’’اور اگر کسی کے دل میں یہ وہم گزرے کہ اب جنگلی آدمیوں کو جو بے زبانی کی حالت میں محض اشارات سے گزارہ کرتے ہیں کیوں بذریعہ الہام کے کسی بولی سے مطلع نہیں کیا جاتا... تو یہ خدا کی صفات کی ایک غلط فہمی ہے۔ کیونکہ القاء اور الہام ایسا امر نہیں ہے کہ جو ہر جگہ بے جا بلا لحاظ مادۂ قابلہ کے ہو جایا کرے۔ بلکہ القاء اور الہام کے لیے مادۂ قابلہ کا ہونا نہایت ضروری شرط ہے اور دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اُس الہام کے لیے ضرورتِ حقہ بھی پائی جائے۔

ابتدا میں جب خدا نے انسان کو پیدا کیا، اُس وقت بذریعہ الہام بولیوں کی تعلیم کرنا ایسا امر تھا کہ جس میں دونوں طور کی شرائط موجود تھی۔ اوّل ذاتی قابلیت پہلے انسان میں جیسا کہ چاہیے الہام پانے کے لیے موجود تھی۔ دوسری ضرورت حقہ بھی الہام کی مقتضی تھی۔ کیونکہ اس وقت بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی حضرتِ آدم کے لیے رفیق شفیق نہ تھا کہ جو اُن کو بولنا سکھاتا... آدم کے لیے بجز ایک خدا کے اور کوئی نہ تھا جو اس کو بولی سکھاتا اور ادبِ انسانیت سے ادب آموز کرتا۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 427 تا 438)

یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنے کے لائق ہے کہ sociolinguistics کا علم براہین احمدیہ کے بہت بعد میں متعارف ہوا۔ (تفصیل: Sociolinguistics in India از Thomas Callan Hodson، مطبوعہ بار اوّل 1939ء)

حضرت مرزا صاحبؑ نے لسانیات کی اس اہم بحث پر محاکمہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’تعلیم زبان کی خدا کی طرف سے ہے۔ پس حروف اور الفاظ مفردہ بھی خدا ہی نے انسانوں کو سکھلائے ہیں۔ انسان نے اُن کو اپنی عقل سے ایجاد نہیں کیا۔ جس بات کو انسان ایجاد کرتا ہے وہ صرف ترکیب کلمات ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول صفحہ 150، حاشیہ نمبر 11)

ترکیبِ کلمات کو لسانیات میں syntax کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سائنسدان اس بات پر بھی متفق ہوچکے ہیں کہ انسان کے سوا کسی جاندار میں، یہاں تک کہ اس کے مبینہ جدِ امجد بندروں یا بن مانسوں کے قبیل زبان سکھانے یا syntax پیدا کرنے کی کوششیں ناکام رہی ہیں۔ (Babel's Cornerstone از Derek Bickerton)

پس ترکیب کلمات کو انسانی شرف قرار دے کر بھی ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت مہیا فرمایا جسے آج کے سائنسدان بھی قبول کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ صلاحیت بھی انسان کے سوا کسی جاندار میں نہیں۔

یوں لسانیات کی حدود پر پھیل کر حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ یہ بحث Creationist-Evolutionist مباحث کے لیے بھی ٹھوس علمی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

جس دَور میں براہین احمدیہ منظرِ عام پر آئی، اس دور میں کسی اور مسلمان عالم یا مفکر نے الحاد و دہریت کی نبض کو یوں ٹٹولا اور سمجھا ہو، تو قارئین ضرور مطلع فرمائیں ورنہ تب تک اس کتاب کو اپنی نوعیت کی واحد کتاب تسلیم کریں۔

نفسیات کے جدید مباحث کے لیے راہنما اصول

کہتے ہیں کہ مغربی فکر نے دنیا میں تین بڑے انقلاب برپا کیے:

ایک کوپرنیکس (1473ء تا 1543ء) کے Heliocentric نظریہ کائنات نے، دوسرے ڈاروِن کے نظریہ ارتقا نے اور تیسرے سگمنڈ فرائڈ (1856ء تا 1939ء) کے نظریہ تحلیل نفسی (Psychoanalysis) نے۔

موخر الذکر نظریے یعنی سگمنڈ فرائڈ کے نظریہ تحلیل نفسی نے علم نفسیات کا رخ مکمل طور پر موڑ دیا جب اس نے انسان کی شخصیت پر شعور کی بالادستی کو غلط ثابت کرتے ہوئے لاشعور کی بالادستی ثابت کی۔ اس کے نزدیک ہمارے لاشعور میں ہماری شخصیت کے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اور ان تک رسائی نفسیاتی الجھنوں کو سمجھنے اور حل کرنے میں ممد ہوسکتی ہے۔

فرائڈ کا لاشعور کی بالادستی کا نظریہ 1900ء سے 1905ء کے درمیان تشکیل پایا جس میں اس نے انسانی ذہن کو ایک iceberg سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ انسانی شخصیت میں اس کا شعوری ذہن تو ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو سطح پر نظر آتا ہے یعنی انسان کے اقوال و افعال کے ذریعہ سے۔ نیچے کا تودا لاشعور ذہن ہے جو ظاہری رشعوری ذہن سے کہیں بڑا اور وسیع تر ہے اور انسانی شخصیت کے اصل اسرار و رموز وہیں پوشیدہ ہیں۔

آگے چلنے سے پہلے یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ لفظ psychology میں psyche کا مطلب روح ہے۔ مکمل اصطلاح کا مطلب ہوا: روح کو سمجھنے کا علم۔ تعجب کی بات ہے کہ سائنس کو خدا تعالیٰ کے انکار کرنے کے عمل میں روح کے تصور کو بھی تیاگنا پڑا۔ جبکہ اس دور میں ایک کثیر رقم psychology سے متعلق تحقیقات پر خرچ کی جاتی ہے۔

موجودہ دور میں جس قدر اس کی اہمیت سامنے آئی ہے اور لوگ نئی سے نئی نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو رہے ہیں، اس سے پہلے کبھی بھی نہ ہوئے تھے۔ پس ہم فرائڈ کے اس انقلاب آفرین نظریہ سے قریب دو دہائیاں پیچھے چلتے ہیں اور مولف براہین احمدیہ، حضرت مرزا صاحبؑ کے نظریات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

حضورؑ نے انسانی جسم کے نظام کے مساوی جاری و ساری ایک اور نظام کا ذکر فرمایا جو آبِ گُم کی طرح جسم کی سطح سے پوشیدہ مگر ساتھ ساتھ چلتا ہے: ’’یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہیے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی کے لیے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلام اسقام کے لیے دنیا میں موجود کی ہیں... اسی طرح خداوندِ کریم نے نفوسِ طیبہ ان مقربین میں بھی روزِ ازل سے یہ خاصیت ڈال رکھی ہے کہ ان کی توجہ اور دعا اور صحبت اور عقدِ ہمت بشرطِ قابلیت امراض روحانی کی دوا ہے... جس طرح اس جائے اسباب میں قانونِ قدرت حضرتِ احدیت کا یہی ہے کہ جو شخص پانی پیتا ہے وہی پیاس کی درد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص روٹی کھاتا ہے وہی بھوک کے دُکھ سے خلاصی حاصل کرتا ہے، اسی طرح عادت الٰہیہ جاری ہے کہ امراض روحانی دور کرنے کے لیے انبیاء اور ان کے کامل تابعین کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا رکھا ہے انہیں کی صحبت میں دل تسلی پکڑتے ہیں اور بشریت کی آلائشیں رو بکمی ہوتی ہیں اور نفسانی ظلمتیں اٹھتی ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، صفحہ 354 تا 356، حاشیہ 2)

Mind-body relationship فلسفہ اور علم نفسیات کا ایک مرغوب موضوع رہا ہے۔ مذہب کی زبان میں (بلکہ psychology کی زبان میں بھی) اسے روح اور بدن کے رشتہ کے طور پر پرکھا جاتا ہے۔ Behaviourist مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ذہن اور روح کی بحث میں جانا عبث ہے اور جو کچھ جسمانی مظاہر ہوں ان کے مطابق نفسیاتی الجھنوں کا علاج کرنا چاہیے۔ تاہم اس معاملے میں Dualist مکتبِ فکر ذہن ر روح اور جسم کو دو الگ اکائیاں خیال کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تاہم یہ بحثیں براہین احمدیہ کے بہت بعد اٹھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے دونوں کو الگ اکائیوں کے طور پر سمجھا اور سمجھایا اور روح کی اہمیت کو اجاگر فرمایا: ’’دور دراز کی باتیں تو یک طرف رہیں، اوّل قدم میں ہی عقل کو حیرانی ہے کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر داخل ہوتی اور کیوں کر نکلتی ہے۔ ظاہراً تو کچھ نکلتا نظر نہیں آتا اور نہ داخل ہوتا نظر آتا ہے اور اگر کسی جاندار کو وقت نزع جان کے کسی شیشہ میں بھی بند کرو، تب بھی کوئی چیز نکلتی نظر نہیں آتی اور اگر بند شیشہ کے اندر کسی مادہ میں کیڑے پڑ جائیں تو ان روحوں کے داخل ہونے کا بھی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتا۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 337 تا 338۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضورؑ کوئی نفسیات کی کتاب تحریر نہیں فرما رہے تھے۔ نہ ہی براہین احمدیہ کوئی سائنس کی نصابی کتاب تھی۔ آپؑ اسلام کی حقانیت ثابت فرما رہے تھے اور جدید مباحث سے واقف ہونے کے باعث معاصر جدید علوم اور تحقیقات بھی آپؑ کے پیش نظر تھیں۔ جن جدید مباحث نے ہستی باری تعالیٰ کا انکار کیا تھا، آپ انہی مباحث میں سے ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت مہیا فرما رہے تھے۔ مذکورہ بالا بحث کو جاری رکھتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں: ’’انڈے میں اس سے بھی زیادہ تعجب ہے کہ کس راہ سے روح پرواز کر کے آتی ہے اور اگر بچہ اندر ہی مر جائے تو کس راہ سے نکل جاتی ہے۔ کیا کوئی عاقل اس معمہ کو صرف اپنی ہی عقل کے زور سے

کھول سکتا ہے۔ وہم جتنے چاہو دوڑاؤ مگر مجرد عقل کے ذریعہ سے کوئی واقعی اور یقینی بات تو معلوم نہیں ہوتی۔ پھر جبکہ پہلے ہی قدم میں یہ حال ہے تو پھر یہ ناقص عقل امورِ معاد میں قطعی طور پر کیا دریافت کر لے گی؟'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 337 تا 338۔بقیہ حاشیہ درحاشیہ نمبر 2)

پھر جیسے واضح نظر آرہا ہو کہ آئندہ آنے والے زمانے میں نفسیاتی الجھنیں انسان کے بڑے مسائل میں سے ایک بن جائیں گی، فرمایا: ''افسوس کیوں آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آتا کہ روح کی ہر یک بے قراری کا چارہ اور نفس امارہ کی ہر یک مرض کا علاج صرف اپنے ہی تخیلات اور تصورات سے ممکن نہیں۔ یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی جذبہ نفسانی یا آفتِ روحانی میں مبتلاء ہو مثلاً قوتِ غضبیہ اشتعال میں ہو اور قوتِ شہویہ شعلہ زن ہو یا کسی مصیبت اور ماتم اور ہمّ اور غم میں گرفتار ہو یا کسی اور تغیر نفسانی یا روحانی سے مقہور ہو تو وہ ان امراض اور اغراض کو کہ جو اس کے نفس اور روح پر غلبہ کر رہی ہیں صرف اپنی وعظ اور نصیحت سے دور نہیں کرسکتا بلکہ ان جذبات کے فرو کرنے کے لیے ایک ایسے واعظ کا محتاج ہوتا ہے کہ جو سامع کی نظر میں بارعب اور بزرگ اور اپنی بات میں سچا اور اپنے علم میں کامل اور اپنے عہدوں میں وفادار ہو اور باایں ہمہ ان امور کے پورا کرنے پر قادر بھی ہو جن سے سامع کے دل میں خوف یا امید یا تسلی پیدا ہوتی ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 338 تا 339،بقیہ حاشیہ نمبر 11)

پھر جب یہ واضح فرمادیا کہ عصر جدید اپنی تیز رفتاری اور تہ وبالا ہوتے روز وشب کے باعث انسان کے جسم کے لئے تو شاید آرام کا باعث ہو، مگر اس کے ذہن / روح کو مجروح کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، ماہرینِ نفسیات کی راہنمائی یہ کہہ کر فرمائی کہ ''ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے دانا انسان اس نتیجہ تک پہونچ سکتا ہے کہ خدا نے جو اس کی فطرت کو ایسا بنایا ہے یہی وضع فرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس حکیم مطلق نے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ہی رائے اور قیاس پر چھوڑنا نہیں چاہا بلکہ جس طور کے واعظوں اور متکلموں سے اس کی تسلی اور تشفی ہوسکتی ہے اور اس کے جذباتِ نفسانی دب سکتے ہیں اور اس کی روحانی بے قراریاں دور ہوسکتی ہیں وہ سب متکلم اس کے لیے پیدا کیے ہیں اور جس کلام سے اس کی امراض واعراض دور ہوسکتی ہیں وہ کلام اس کے لیے مہیا کیا ہے یہ ثبوت ضرورت الہام کا کسی اور طرز سے نہیں بلکہ خدا کا ہی قانونِ قدرت اسے ثابت کرتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 340،بقیہ حاشیہ نمبر 11)

پس براہینِ احمدیہ کا ایک یگانہ کمال یہ بھی ہے کہ اس میں نہ صرف نفسیات کی عمیق گہرائیوں سے پردہ اٹھایا گیا، بلکہ جہاں ماہرین اس بات پر جاکر رک گئے کہ انسانی ذہن / روح کے لاشعور میں اس کی نفسیاتی الجھنوں کے راز ہیں، وہاں انہیں ان سربستہ رازوں کی حقیقت تک پہنچنے اور الجھنوں کو حل کرنے کی راہ بھی دکھادی۔

حضورؑ نے یہ فرما کر کہ ''انسان... کی عجیب الخلقت روح خدا کی معرفت کے لیے بنائی گئی ہے'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 231، حاشیہ)

اور یہ کہ ''انسان سلیم الفطرت کی روح خدا کی معرفت کی بھوکی اور پیاسی ہے'' (ایضاً)، یہ اشارہ دے دیا کہ جدید انسان کی دنیاداری کی دوڑ دھوپ اسے روحانیت سے دور کرنے کا سبب ہے اور اسی سبب سے روحانی / نفسیاتی الجھنیں اور نفسا نفسی کا دور دورہ ہے، مگر اس کا علاج وہاں نہیں جہاں سائنس تلاش کرتی ہے، بلکہ اس غذا میں ہے جو خدا تعالیٰ نے انسانی روح کے لیے نازل فرمائی، یعنی قرآن کریم۔

انسانی نفسیات کو جو مسائل درپیش تھے اور کہیں زیادہ بڑھ کر درپیش ہونے والے تھے، اس دور میں کسی اور نے اس قدر باریکی سے انہیں سمجھا ہو تو قارئین ضرور مطلع کریں۔تب تک براہینِ احمدیہ کا مضمون ہر دوسری مذہبی کوشش پر بالا رہا۔

اختتامیہ

براہینِ احمدیہ کی تالیف کا آغاز ایک ایسے وقت میں ہوا جب اسلام ہی نہیں الٰہیات بالعموم مغربیت کے طوفان کی زد میں تھے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کی تالیف کے ذریعے وہ خدمت سرانجام دی جو مذہب کی ٹمٹماتی شمع کی حفاظت کا کام کرگئی۔ اس تصنیف کے شمائل پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اسی شمارے میں آپ کے سامنے اس عظیم تصنیف کے عظیم پہلو بیان ہوئے ہیں۔ کچھ امور کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا۔ مگر اس تصنیف لطیف کی اتھاہ گہرائیوں سے بہت سے موتی ہیں جو وقت کے ساتھ سامنے آتے رہیں گے۔ اس کتاب اور اس کے مؤلف کی جماعت کی عظمت کا اعتراف Wilfred Cantwell Smith نے یہ کہہ کر کیا کہ

"It arose as a protest against Christianity and the success of Christian proselytization; a protest also against Sir Sayyid's rationalism and Westernization, and at the same time as a protest against the decadence of the prevailing Islam."(Islam in Modern History, p 324)

اس معرکہ آرا تصنیف میں حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کا قبلہ درست کرنے کا زبردست کام کیا۔مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کے فلسفہ کو نئی جہت عطا فرمائی۔ اس وقت تک خدا کی راہ میں خرچ کرنا صرف مساجد بنانے اور غریب کو کھانا کھلا دینے تک محدود خیال کیا جاتا تھا۔حضورؑ نے مسلمانوں کو بتایا کہ اس وقت دین پر حملہ دلائل وبراہین کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ چھاپہ خانہ کی مدد سے یہ حملے گویا گھر گھر پر ہو رہے ہیں۔ ضرورت اس بات ہے کہ اسلام کے دفاع میں دلائل و براہین یکجا کیے جائیں اور انہیں طبع کرواکر عام کیا جائے تا مسلمانوں کا ڈگمگاتا ایمان تسلی پکڑے اور مستحکم ہو۔

معترضین کے لیے یہ اعتراض کرلینا بڑا آسان ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے براہینِ احمدیہ کے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ پھر پانچ جلدوں پر ہی کیوں رک گئے۔اس اعتراض کا جواب بھی اس کتاب کے عنوان میں مضمر ہے۔یعنی حضورؑ نے جو عمر بھر محنتِ شاقہ سے 80 سے زائد کتب تحریر فرمائیں، وہ سب حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ہی کے کام کی توسیع تھیں۔

☆...☆...☆

بقیہ: قرآن کریم کی امتیازی شان......از صفحہ نمبر ۱۸

ظہور کے وقت ایک ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا کہ جو آفتابِ صداقت کے ظاہر ہونے کے متقاضی تھے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا بار بار یہی کام بیان کیا ہے کہ اس نے اس زمانہ کو سخت ظلمت میں پایا اور پھر ظلمت سے ان کو باہر نکالا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔الجزو نمبر ۱۳(سورۃ ابراھیم:۲)۔اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِالجزو نمبر ۳(البقرہ:۲۵۸)۔ هُوَ الَّذِی یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُهُ لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔الجزو نمبر ۲۲۔(الاحزاب:۴۴) قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔الجزو نمبر ۶(سورۃ مائدہ ۱۶-۱۷)۔ قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الجزو نمبر ۲۸(الطلاق:۱۱-۱۲)یعنی یہ ہماری کتاب ہے جس کو ہم نے تیرے پر اس غرض سے نازل کیا ہے کہ تا تو لوگوں کو کہ جو ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں نور کی طرف نکالے۔سو خدا نے اس زمانہ کا نام ظلمانی زمانہ رکھا اور پھر فرمایا کہ خدا مومنوں کا کارساز ہے ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکال رہا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا اور اس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تا خدا ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے۔ اور پھر فرمایا کہ ظلمانی زمانہ کے تدارک کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے نور آتا ہے۔ وہ نور اس کا رسول اور اس کی کتاب ہے۔ خدا اس نور سے ان لوگوں کو راہ دکھلاتا ہے کہ جو اس کی خوشنودی کے خواہاں ہیں، سو ان کو خدا ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا، صفحہ ۶۴۵تا۶۴۹)

کلام اللہ کا لاریب ہونا ضروری ہے

''خدا کا کلام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امر اللہ ہے جو ایک وہبی اور لدنی امر ہے۔ خدا کے کلام کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر یک نقصان اور نالائق امر سے منزّہ ہے۔ ایسا ہی اس کا کلام بھی ہر یک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق حالت سے منزّہ اور پاک چاہئے۔ کیونکہ جو کلام پاک اور کامل چشمہ سے نکلا ہے۔ اس پر ہرگز یہ بات جائز نہیں کہ کہ کسی نوع کی اس میں ناپاکی یا نقصان پایا جاوے اور ضرور ہے کہ وہ کلام ان تمام کمالات سے متصف ہو کہ جو خدائے قادر و کامل و قدوس و عالم الغیب کے کلام میں ہونی چاہئے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا، حاشیہ نمبر ۱۱ صفحہ ۳۸۳)

''وہ الہام جو حقیقت میں خدا کا کلام اور اس کا آواز اور اس کی وحی ہے، وہ انسان کے فطرتی خیالات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ وہ حضرت خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے ارادہ سے کاملوں کے دلوں پر نازل ہوتا اور خدا کا کلام ہونے کی وجہ سے خدا کی برکتوں کو اپنے ہمراہ رکھتا ہے۔ خدا کی قدرتوں کو اپنے ہمراہ رکھتا ہے۔ خدا کی پاک سچائیوں کو اپنے ہمراہ رکھتا ہے۔ لَارَیْبَ فِیْهِ ہونا اس میں ایک ذاتی خاصیّت ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا، حاشیہ نمبر ۱۱، صفحہ ۳۸۵)

کیا قرآن کریم کو افضل قرار دینے کا مطلب دوسری کتب الہامیہ کو ادنیٰ قرار دینا ہے۔ حالانکہ وہ بھی کلام الٰہی ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا ''بے شک باعتبار نفس الہام کے سب کتابیں مساوی ہیں مگر باعتبار زیادتِ بیان اور امور مکملات دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ ... کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امور تکمیل دین کے جیسے مسائل توحید اور ممانعت انواع واقسام شرک اور معالجات امراض روحانی اور دلائل ابطال مذاہب باطلہ اور براہین اثبات عقائد حقہ وغیرہ بکمال شدّ ومدّ بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، حاشیہ صفحہ ۴۷)

خدا نے حقائق ومعارف سب کتب میں برابر کیوں نہ رکھے۔قرآن کو جامع کمالات کیوں بنایا؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''ایسا شبہ بھی صرف اس شخص کے دل میں گذرے گا کہ جو وحی کی حقیقت کو نہیں جانتا ... واضح رہے کہ اصل حقیقت وحی کی یہ ہے جو نزول وحی کا بغیر کسی موجب کے جو مستدعی نزول وحی ہو ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ ضرورت کے پیش آجانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں بمطابق ان کے وحی بھی نازل ہوتی ہے...یونہی بلاموجب وحی کا نازل ہوجانا ایک بے فائدہ کام ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف جو حکیم مطلق ہے اور ہر ایک کام برعایت حکمت اور مصلحت اور مقتضاء وقت کے کرتا ہے منسوب نہیں ہوسکتا۔ پس سمجھنا چاہئے کہ جو قرآن شریف میں تعلیم حقانی کامل اور مفصل طور پر بیان کی گئی اور دوسری کتابوں میں بیان نہ ہوئی یا جو جو امور تکمیل دین کے اس میں لکھے گئے اور دوسری کتابوں میں نہ لکھے گئے تو اس کا یہی باعث ہے کہ پہلی کتابوں کو وہ تمام وجوہ محرک وحی کے پیش نہ آئے اور قرآن شریف کو پیش آگئے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول، حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۷۵)

☆...☆...☆

حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۱۶ء میں فرمایا:

''...بہت سے لوگ ہیں جو اپنے اپنے حلقہ میں خاص درجہ رکھتے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ مجنون نہ تھے۔حضرت مولوی نورالدین صاحب دعویٰ سے کئی سال پہلے کے حضرت صاحب سے ملنے والے تھے۔ روزانہ مجالس میں ساتھ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ سے اِس قسم کی اعلیٰ کتب لکھوائیں کہ دنیا نے ان کی عمدگی اور برتری کو تسلیم کرلیا اور جان لیا کہ یہ وہ کام ہے جس کو اَور عقلمند بھی نہیں کرسکے۔ پس براہین احمدیہ کا آپ سے لکھوانا اور دانا لوگوں کا آپ کو قبول کرنا شاہد ہے اِس بات پر کہ آپ مجنون نہ تھے۔''

براہین احمدیہ کی ایک امتیازی شان، اسلام کا احیائے نَو

(لئیق احمد مشتاق مبلغ سلسلہ سُرینام، جنوبی امریکہ)

براہین احمدیہ میں دیے گئے جوابات اپنے اندر ایسی جامعیت اور وسعت رکھتے تھے گویا ان میں اک جہانِ معنی آباد ہے۔ اس کتاب کا منظر عام پر آنا تھا کہ حیران و ششدر مخالفین اسلام منہ چھپاتے اور عزتیں بچاتے نظر آئے

ابتدائے آفرینش سے دنیا میں صحائف اور مخطوطے مختلف شکلوں، صورتوں اور حالتوں میں موجود ہیں۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (القلم:2)۔ "ن۔قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔"

خالق کائنات نے قلم دوات اور تحریر کو ایک زندہ اور کامل حقیقت کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ روئے زمین پر ایک ہی مقدس و مطہّر صحیفہ ہے جو "الکتاب" کے بابرکت نام سے موسوم ہے۔ جو زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

وہ بے باک اور بے لاگ کتاب اپنے پرائے جس کی مدح میں رطب اللسان ہوئے، عالم، مفکّر اور مجتہد کہلانے والے اس کی تعظیم کے لیے ایستادہ ہوئے، اور اس کی تعریف کو اپنے لیے اعزاز اور فخر جانا۔ دلائل و براہین کا وہ سرچشمہ جس سے نور کے سوتے پھوٹے، غیروں کی زبانیں گنگ ہوئیں۔ کائنات میں وہ ایک ہی ایسا درخت ہے جو ہمیشہ تر و تازہ اور صدا بہار ہے۔ اس کی حقانیت، معجزات، تاثیرات عظیمہ، برکات عمیمہ اور لاریبی کمالات جاودانی ہیں۔

پھر افصح العرب کا کلام اور فرمودات ہیں۔ کُل عالم میں وہ ایک ہی ہے جس کے کلام میں معنی کا ایک جہاں آباد ہے، خالق کائنات نے اُم القریٰ میں جنم لینے والے اس النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ ﷺ کو سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا ہنر و ملکہ عطا فرمایا۔ اس معلّم کامل نے اعلیٰ اخلاقی تعلیمات پیش کر کے انسانیت کی فکری تطہیر کی۔ امن و سلامتی کے اس علمبردار نے اسوہ حسنہ کے ذریعہ عرب کے بدوؤں کی تربیت کی، اور پھر یہ تعلیم و تہذیب سے ناآشنا معلّم جہاں ٹھہرے۔ یہ آداب زندگی سے نابلد اعلیٰ ترین آداب زندگی کے اتالیق قرار پائے۔ اور اُس معلّم کامل کا فیض تا ابد جاری و ساری رہے گا۔

پھر چودہ سو سال کے عرصہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے کلام اللہ اور کلام رسول سے اکتساب علم کر کے مختلف کتب اور تحریرات یادگار چھوڑیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ اس ہادی کامل کی امت راہ راست سے دور ہوتی چلی گئی، ہر سو جہالت نے ڈیرے ڈال دیے۔ دشمنان اسلام مسیحی اور آریائی مبلغین، برہمو سماج اور نیچری عقائد سے تعلق رکھنے والوں نے اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ لاکھوں کم عقل دینِ اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ خدا کے دین پر نہایت خوفناک اور پرخطر گردش آگئی، کفر و شقاوت کی وجہ سے دنیا میں سخت فساد برپا ہو گیا۔ الحاد و دہریت کی ہوائیں چلنے لگیں، دجالی فتنہ سر چڑھ کر بولنے لگا اور تثلیثی عیسائیت تند و تیز سیلاب کی طرح دنیا میں پھیلنے لگی۔ اعدائے ملت نے ہر طرف سے دین اسلام کے خلاف محاذ کھول دیے، انصار دین قلیل سے قلیل تر ہوتے چلے گئے، اور آنکھوں کے سامنے اسلام کی عزت خاک میں ملنے لگی۔ مولانا الطاف حسین حالی اپنی مشہور زمانہ مُسدّس "مدوجزر اسلام" میں نوحہ خواں ہیں۔



اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(مُسدّس حالی صفحہ 125، ناشران تاج کمپنی لاہور)

پھر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور وہ مہا پُرش اور پوتّر انسان پیدا ہوا جس کے ہاتھوں دین اسلام کا احیا مقدر تھا جس کے بارے میں اُس کی سرزمین کے لوگ کہتے تھے: "پرمیشور زمین پر اتر آیا ہے"۔ اس کا پاکیزہ بچپن، مطہر جوانی اور لحہ لحہ بڑھتی ہوئی زندگی دراصل دو عشقوں سے عبارت تھی۔ اس کا مقصود اپنا محسن، منعم، خالق، مالک، معبود اور محبوب خدا تھا۔ اور اس کا مطلوب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اطہر تھی۔ اُس کی تمام تر گفتگو اور تمام تر کلام نظم ہو یا نثر، عربی ہو، فارسی یا اردو انہیں دو عشقوں کے نور سے منور ہے۔

امت محمدیہ کے اندر وہ جری پہلوان پیدا ہوا جس کے قلم کو عرش الٰہی سے "ذوالفقار" کا خطاب ملا جس نے اندھیروں کے بعد اسلام کے چہرے کو تابانی بخشی۔ اور اسلام بدحالی کے انتہائی مقام سے بہتر حالت کی طرف لوٹنے لگا۔ اسلام کا وہ بطل جلیل نمودار ہوا جس کے ہاتھوں سے "یُحْیِی الدِّیْنَ وَیُقِیْمُ الشَّرِیْعَةَ" دین اسلام کو زندہ کرنے اور شریعت محمدیہ کو قائم کرنے کے سلسلے کا آغاز ہوا۔

اُس نے عین جوانی میں ایک عزم مبارک کے ساتھ علمی اور فکری رزم گاہ میں قدم رکھا اور اخبارات میں اسلام اور دیگر مذاہب کے بارے میں مضامین لکھنے شروع کیے، اور مخالفین اسلام سے نبرد آزما ہوا۔ لیکن جب دیکھا کہ دُشمنان اسلام اپنے حملوں میں بڑھتے جاتے ہیں اور مسلمان ان حملوں کی تاب نہ لا کر پسپا ہو رہے ہیں تو اُس غیور محافظ اسلام نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جس کی سعادت گذشتہ چودہ سو سال میں پہلے کسی مصنف کے ہاتھ نہ آئی۔ چنانچہ آپ نے صرف 45 سال کی عمر میں ایک ایسی کتاب تالیف کی جو تا ابد زندہ جاوید رہے گی۔ اس عظیم الشان کتاب کے ذریعہ آپ نے مذہبی دنیا میں یہ ثابت کیا کہ روئے زمین پر صرف قرآن کامل و اکمل کتاب، صرف محمد ﷺ کامل و اکمل نبی اور صرف اسلام کامل و اکمل، حقیقی، زندہ اور قابل عمل دین ہے، جس کی تعلیمات ہر قسم کی خامی سے مبرا اور ہر قسم کی خوبی سے منزہ ہیں۔

آپ کی یہ پہلی کتاب اُس منزل کی طرف ابتدائی قدم تھا جو ازل سے آپ کے لیے مقدر تھا۔ یہ کتاب قیامت تک آپ کے تبحر علمی پر گواہ رہے گی اور زندہ خدا اور زندہ نبی کے ہونے کا پتا دیتی رہے گی۔ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔

"براہین احمدیہ" اخلاقی اور علمی جرأت کی آئینہ دار کتاب جو اسلام کے دفاع کے لیے اس مرد میدان نے 1880ء سے 1884ء کے درمیان تخلیق کی۔ اس کتاب کو چہار دانگ عالم میں جو شہرہ نصیب ہوا، اور آج بھی اس کا ڈنکا بجتا ہے وہ آسمانی تائید اور فضل الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

دشمنان اسلام اور معترضین نے اعتراضات وساوس تیار کرنے میں اپنی تمام تر ذہانت صرف کی، عقل و خرد کے مقدور بھر فاصلے طے کر کے ایسے سوالات ترتیب دیے کہ دوسرا لاجواب رہے۔ مگر براہین احمدیہ میں دیے گئے جوابات اپنے اندر ایسی جامعیت اور وسعت رکھتے تھے گویا ان میں اک جہانِ معنی آباد ہے۔ اس کتاب کا منظر عام پر آنا تھا کہ حیران و ششدر مخالفین اسلام منہ چھپاتے اور عزتیں بچاتے نظر آئے۔ عقل سلیم رکھنے والے انسان یہ کہنے اور داد دینے پر مجبور ہوئے کہ چاہے ہم مولف کے خیالات سے متفق ہوں یا نہ ہوں مگر یہ منفرد ہے۔ اس نے زندگی کا وہ دریچہ کھولا ہے، اس روشن دان سے ہمیں دنیا دکھائی ہے جہاں سے اس سے پہلے کسی نے نہیں دکھائی۔

متقدمین کی تفاسیر متاخرین کی تفاسیر، ازمنہ وسطیٰ کے علماء و فضلاء کی تفاسیر چودہ سو سال سے موجود تھیں مگر دعویٰ اور دلیل قرآن سے پیش کرنے کا جو طریق مؤلف براہین احمدیہ نے استعمال کیا وہ بے نظیر و بے مثال ہے۔

غیروں نے بڑی جان کنی سے سالوں کی محنت اور کوشش سے جو وساوس اور اعتراضات تیار کیے ان کے بخیے ادھیڑنے والی قانون قدرت اور صحیفہ قدرت سے مزین جوابات سے لاجواب کرنے والی کتاب صرف اور صرف براہین احمدیہ ہی کہلائی۔ کلام پاک سے 66 سورتوں کی بیسیوں آیات سے مزین یہ کتاب اسرار الٰہی کی مظہر اور حقائق و معارف کا سرچشمہ بن کر ابھری۔

براہین احمدیہ کو منصۂ شہود پر آئے 139 سال ہو گئے، اور ہر ایک اپنی صلاحیت، استعداد اور ظرف کے مطابق اس پر گفتگو کرتا چلا آیا، اور تجزیہ کرتا رہا ہے، مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ ایک کھلا چیلنج جس کا جواب آج تک کسی سے بن نہ پڑا۔ انتہائی وسیع، دقیق اور پہلو در پہلو مضامین اپنے دامن میں سمیٹے یہ کتاب ذہنی طور پر مادی طور پر اخلاقی طور پر بند آنکھوں والوں کے لیے نیّر الہام کا سامان لیے ہوئے ہے۔ دشمنان اسلام اور معترضین کو لاجواب کرنے اور آئینہ دکھانے کے ساتھ اس کتاب کی تصنیف کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیم کے حسن اور اس کی خوبیوں کو زمانے پر آشکار کرنا تھا، تا کہ گم گشتہ راہوں کو حقیقی روشنی کی طرف واپس لایا جا سکے۔ چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشاعت اسلام کے لیے اکابرین کو جگانے اور روحوں کو گرمانے کے لیے لکھتے ہیں: "...اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس کتاب سے کچھ اطلاع نہیں اس قدر گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماویں گے تو ان کی ادنیٰ توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا جو دلی مقصد اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائے گا۔ اے بزرگان و چراغانِ اسلام آپ سب صاحب

خوب جانتے ہوں گے کہ آج کل اشاعت دلائل حقیت اسلام کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہوگیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایما کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں برہمی درہمی ہو رہی ہے اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں۔ کیا کیا بخارات ہیں جو اٹھ رہے ہیں پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑھ سے اُکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ رنگوں اور وضعوں میں ظہور پکڑتے ہیں اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لئے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اُس کی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کے لئے کھڑی ہوجاتی ہیں اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگان اسلام!! مجھے اس بات پر یقین کُلّی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصہ ہے بخوبی اطلاع رکھتے ہوں گے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ ان کے فہم اور ادارک اور تفکر اور تدبر کا اور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچہ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں پس اگر ان کو دلائل حقیت اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخر کار ایسے لوگ یا تو محض دنیا کے کیڑے ہوجاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجاگھروں میں بیٹھے ہیں اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور بذریعہ پرزور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گزرنا پاتا جو دنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے بالخصوص اس پرآشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر یک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہوجائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈبائی اور گڈمارننگ کی آواز سنی جائے پس ایسے وقت میں دلائل حقیت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہر یک کو خطرہ ہوتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 6تا8)

در دلم جوشد ثنائے سرورے

وہ داعی الی اللہ جو سراج منیر بنا کر بھیجا گیا، جس کے دم سے دنیا میں دین اسلام کی روشنی پھیلی، جس کے نور نے کُل عالم کو منور کیا اس کی محبت و عشق میں فنا ہوئے بغیر دین کا احیاء ممکن نہ تھا۔ اسی لیے اس کتاب کی شروعات ہی اس مقدس و مطہر سیّد الرسل، سید الطیبین کی انتہائی پاکیزہ سچی اور سُچی مدح سے ہوتی ہے۔ ایک اقتباس تحریر کی ملاحت اور برکت کی خاطر ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں: ''...لاکھ لاکھ حمد اور تعریف اس قادر مطلق کی ذات کے لائق ہے کہ جس نے ساری ارواح اور اجسام بغیر کسی مادہ اور ہیولیٰ کے اپنے ہی حکم اور امر سے پیدا کر کے اپنی قدرت عظیمہ کا نمونہ دکھلایا اور تمام نفوس قدسیہ انبیا کو بغیر کسی استاد اور اتالیق کے آپ ہی تعلیم اور تادیب فرما کر اپنے فیوض قدیمہ کا نشان ظاہر فرمایا سبحان اللہ کیا رحمٰن اور رمنان وہ ذات ہے کہ جس نے بغیر کسی استحقاق ہمارے کے سب کام ہم ضعیفوں کا آپ بنایا ہمارے جسمی قیام کے لئے سورج اور چاند اور بادلوں اور ہواؤں کو کام میں لگایا اور ہمارے روحانی انتظام کے لئے توریت اور انجیل اور فرقان اور سب آسمانی کتابوں کو عین وقتوں پر پہنچایا۔ الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر کہ تو نے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بتایا اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا اور درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفیٰ اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا وہ مربی اور نفع رسان کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھوڑایا وہ نور اور نور افشان کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مردوں کو زندگی کا پانی پلایا وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اٹھایا وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے منہ سے نکال کر لایا وہ حلیم اور بےنفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا وہ کامل موحد اور بحر عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا وہ معجزہ قدرت رحمن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 16، 17)

پھر بڑی تحدّی کے ساتھ اعلان کرتے ہیں: ''...اما بعد سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراھین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القراٰن والنبوۃ المحمدیّہ ہے یہ ہے جو دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1۔ صفحہ 23، 24)

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو

کتاب کے مقدّمہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''...اوّل ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں بصد ادب اور غربت عرض کی جاتی ہے جو اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بےاصل جھگڑا اُٹھایا جائے بلکہ محض حق اور راستی کا ظاہر کرنا مراد دلی اور تمناء قلبی ہے اور ہم کو ہرگز منظور نہ تھا کہ اس کتاب میں کسی اپنے مخالف کے خیالات اور عندیات کا ذکر زبان پر لاتے بلکہ اپنے کام سے کام تھا اور مطلب سے مطلب مگر کیا کیجئے کہ کامل تحقیقات اور باستیفاء بیان کرنا جمیع اصولِ حقہ اور ادلہ کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب اربابِ مذاہب کا جو برخلاف اصولِ حقہ کے رائے اور خیال رکھتے ہیں غلطی پر ہونا دکھلایا جائے پس اس جہت سے ان کا ذکر کرنا اور ان کے شکوک کو رفع دفع کرنا ضروری اور واجب ہوا...علاوہ اس کے یہ بات بھی نہایت پختہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اس زمانہ کے مخالفین اسلام کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ جب تک اپنے اصولِ مسلمہ کو باطل اور خلافِ حق نہیں دیکھتے اور اپنے مذہب کے فساد پر مطلع نہیں ہوتے تب تک راستی اور صداقت دین اسلام کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور گو آفتاب صداقت دین الٰہی کا کیسا ہی ان کو چمکتا نظر آوے۔ تب بھی اس آفتاب سے دوسری طرف مونہہ پھیر لیتے ہیں پس جبکہ یہ حال ہے تو ایسی صورت میں دوسرے مذاہب کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ دیانت اور امانت اور پوری ہمدردی کا یہی مقتضا ہے جو ضرور ذکر کیا جائے اور ان کے اوہام کے مٹانے اور ان کے عقائد کے بطلان ظاہر کرنے میں کسی طرح کی فروگذاشت اور کسی طور کا اخفا نہ رکھا جائے بالخصوص جبکہ وہ لوگ ہماری دانست میں صراطِ مستقیم سے دور اور مہجور ہیں اور ہم اپنے سچے دل سے ان کو خطا پر سمجھتے ہیں اور ان کے اصول کو حق کے برخلاف جانتے ہیں اور ان کا انہیں عقائد پر اس عالم فانی سے کوچ کرنا موجب عذابِ عظیم یقین رکھتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں اگر ہم ان کی اصلاح سے عمداً چشم پوشی کریں اور ان کا گمراہ ہونا اور دوسرے لوگوں کو گمراہی میں ڈالنا دیدہ و دانستہ روا رکھیں تو پھر ہمارا کیا ایمان اور کیا دین ہوگا اور ہم اپنے خدا کو کیا جواب دیویں گے۔ اور اگرچہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض دنیا پرست آدمی کہ جن کو خدا اور خدا کے سچے دین کی کچھ بھی پروا نہیں ان کو اپنے مذہب کی خرابیاں یا اسلام کی خوبیاں سن کر بڑا رنج دل میں گزرے گا اور منہ بگاڑیں گے اور کچھ کا کچھ بولیں گے مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ ایسے طالب صادق بھی کئی نکلیں گے کہ جو اس کتاب کے پڑھنے سے صراطِ مستقیم کو پا کر جنابِ الٰہی میں سجدات شکر کے ادا کریں گے اور خدا نے جو ہم کو سجھایا ہے وہ اُن کو بھی سوجھاوے گا اور جو کچھ ہم پر ظاہر کیا ہے وہ ان پر بھی ظاہر کر دے گا اور حقیقت میں یہ کتاب انہیں کے لئے تصنیف ہوئی ہے اور یہ سارا بوجھ ہم نے انہیں کی خاطر اٹھایا ہے وہی ہمارے حقیقی مخاطب ہیں اور ان کی خیرخواہی اور ہمدردی ہمارے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ زبان کو طاقت ہے کہ بیان کرے اور نہ قلم کو قوت ہے کہ تحریر میں لاوے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 71تا73)

صداقت اسلام

اسلام کی حقانیت اور اپنے دلائل کی پختگی پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے دشمنان کے خائب و خاسر رہنے کی بابت تحریر فرماتے ہیں: ''...اب اے بھائیو! خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میں نے ایسے ایسے باطل عقائد میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا کہ جس کو دیکھ کر جی پگھل آیا اور دل اور بدن کانپ اٹھا۔ تو میں نے ان کی راہنمائی کے لئے اس کتاب کا تالیف کرنا اپنے نفس پر ایک حق واجب اور دَین لازم دیکھا جو بجز ادا کرنے کے ساقط نہ ہوگا۔ چنانچہ مسودہ اس کتاب کا خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دِنوں میں ایک قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی طیار ہوگیا اور حقیقت میں یہ کتاب طالبان حق کو ایک بشارت اور منکران دین اسلام پر ایک حجت الٰہی ہے کہ جس کا جواب قیامت تک ان سے میسر نہیں آسکتا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ ایک اشتہار بھی انعامی دس ہزار روپیہ کا شامل کیا گیا کہ تا ہر یک منکر اور معاند پر جو اسلام کی حقیت سے انکاری ہے اتمام حجت ہو اور اپنے باطل خیال اور جھوٹے اعتقاد پر مغرور اور فریفتہ نہ رہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 83)

چھ فوائد

براہین احمدیہ کی تصنیف کے جو چھ فوائد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے قلم سے بیان فرمائے وہ اس کتاب کے حقیقی مقصد کو پوری طرح واضح کرتے ہیں، موقعہ کی مناسبت سے ابتدائی دو فوائد ملاحظہ ہوں: ''... بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اسی مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پاویں۔ اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہوجاوے۔ سو وہ فوائد چھ (6) قسم کے ہیں۔ جو بہ تفصیل ذیل ہیں: اوّل اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جاوے گا اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہوگی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔'' (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 129)

قطبی ستارہ

براہین احمدیہ مضبوط دلائل اور مستحکم براہین سے مزین وہ تصنیف ہے جس کی خبر اس کی تصنیف سے برسوں پہلے مالک

کائنات نے مظہر اتم الوہیت کے ذریعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ کشف دی۔ کہ قطبی نام کی ایک کتاب لکھنا آپ کے لیے مقدر ہے، اور جس طرح قطب ستارہ قبلہ کی سمت متعین کرنے میں مدد دیتا ہے اسی طرح یہ کتاب دین اسلام کو زندہ کرنے اور گم گشتہ راہوں کو صراط مستقیم پر لانے کا فریضہ انجام دے گی۔ اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رقمطراز ہیں: ”… یہ عاجز اپنے بعض خوابوں میں سے جن کی اطلاع اکثر مخالفین اسلام کو انہیں دنوں میں دی گئی تھی کہ جب وہ خوابیں آئی تھیں اور جن کی سچائی بھی انہیں کے روبرو ظاہر ہوگئی بطور نمونہ بیان کرتا ہے۔ منجملہ اُن کے ایک وہ خواب ہے جس میں اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنے اسی زمانے کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصۂ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہوگئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 274 تا 276۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

صراط مستقیم فقط دین اسلام

”… اب چند کشوف اور الہامات نووارده بغرض افادہ طالبین حق لکھے جاتے ہیں اور اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اگر خدا نے چاہا تو جو کچھ مواہب لدنّیہ سے اس احقر عباد پر ظاہر کیا جائے گا وہ اس کتاب میں درج ہوتا رہے گا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ اور اس سے غرض یہ ہے کہ تا یقین اور معرفت کے سچے طالب فائدہ حاصل کریں اور اپنی حالت میں کشائش پاویں اور ان کے دل پر سے وہ پردے اٹھیں جن سے ان کی ہمت نہایت پست اور ان کے خیالات نہایت پُرظلمت ہو رہے ہیں اور اس جگہ ہم مکرر اًیہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں جن کا ثبوت دینے سے یہ خاکسار عاجز ہو یا جن کے ثبوت میں اپنے ہی ہم مذہبوں کو پیش کیا جائے بلکہ یہ وہ بدیہی الصدق باتیں ہیں جن کی صداقت پر مخالف المذہب لوگ گواہ ہیں اور جن کی سچائی پر وہ لوگ شہادت دے سکتے ہیں جو ہمارے دینی دشمن ہیں اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا گیا کہ تا جو لوگ فی الحقیقۃ راہ راست کے خواہاں اور جویاں ہیں ان پر بکمال انکشاف ظاہر ہو جائے کہ تمام برکات اور انوار اسلام میں محدود اور محصور ہیں اور تا جو اس زمانہ کے ملحد ذرّیت ہے اس پر خدائے تعالیٰ کی حجت قاطعہ اتمام کو پہنچے اور تا ان لوگوں کی فطرتی شیطنت ہر یک منصف پر ظاہر ہو کہ جو ظلمت سے دوستی اور نور سے دشمنی رکھ کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ سے انکار کر کے اس عالی جناب کی شان کی نسبت پُرخبث کلمات مونہہ پر لاتے ہیں اور اس افضل البشر پر ناحق کی تہمتیں لگاتے ہیں اور بباعث غایت درجہ کی کور باطنی کے اور بوجہ نہایت درجہ کی بے ایمانی کے اس بات سے بے خبر ہو رہے ہیں کہ دنیا میں وہی ایک کامل انسان آیا ہے جس کا نور آفتاب کی طرح ہمیشہ دنیا پر اپنی شعاعیں ڈالتا رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہے گا۔ اور تا ان تحریراتِ حقہ سے اسلام کی شان و شوکت خود مخالفوں کے اقرار سے ظاہر ہو جائے اور تا جو شخص سچی طلب رکھتا ہو اس کے لئے ثبوت کا راستہ کھل جائے اور جو اپنے میں کچھ دماغ رکھتا ہو اس کی دماغ شکنی ہو جائے اور نیز ان کشوف اور الہامات کے لکھنے کا یہ بھی ایک باعث ہے کہ تا اس سے مومنوں کی قُوّت ایمانی بڑھے اور ان کے دلوں کو تثبت اور تسلی حاصل ہو اور وہ اس حقیقت حقہ کو بہ یقین کامل سمجھ لیں کہ صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 555 تا 557۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3۔ ایڈیشن 2021ء اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز یوکے)

مؤلّف کی یکتائیت

”… اور باایں ہمہ آسمانی مدد دین حق کی تائید کے لئے ایسے جوش میں ہے کہ وہ نشان اور خوارق جن کی سماعت سے عاجز اور ناقص بندے خدا بنائے گئے تھے اب وہ حضرت سید الرسل کے ادنیٰ خادموں اور چاکروں سے مشہود اور محسوس ہو رہے ہیں اور جو پہلے زمانہ کے بعض نبی صرف اپنے حواریوں کو چھپ چھپ کر کچھ نشان دکھلاتے تھے۔ اب وہ نشان حضرت سید الرسل کے احقر توابع سے دشمنوں کے روبرو ظاہر ہوتے ہیں اور انہیں دشمنوں کی شہادتوں سے حقیت اسلام کا آفتاب تمام عالم کے لئے طلوع کرتا جاتا ہے۔ ماسوا اِس کے یہ زمانہ اشاعت دین کے لئے ایسا مددگار ہے کہ جو امر پہلے زمانوں میں سو سال تک دنیا میں شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ اب اس زمانہ میں وہ صرف ایک سال میں تمام ملکوں میں پھیل سکتا ہے۔ اس لئے اسلامی ہدایت اور ربانی نشانوں کا نقارہ بجانے کے لئے اس قدر اس زمانہ میں طاقت و قوت پائی جاتی ہے جو کسی زمانہ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ صدہا وسائل جیسے ریل و تار و اخبار وغیرہ اسی خدمت کے لئے ہروقت طیار ہیں کہ تا ایک ملک کے واقعات دوسرے ملک میں پہنچاویں۔ سو بلاشبہ معقولی اور روحانی طور پر دین اسلام کے دلائل حقیقت کا تمام دنیا میں پھیلنا ایسے ہی زمانہ پر موقوف تھا اور یہی باسامان زمانہ اس مہمان عزیز کی خدمت کرنے کے لئے من کل الوجوہ اسباب مہیا رکھتا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔ اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوند کریم نے اس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اتماماً للحجۃ دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی شہادت سے آسمانی نشانی پیش کی گئی اور اُن کے معارضہ اور مقابلہ کے لئے تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا تا کوئی دقیقہ اتمام حجت کا باقی نہ رہے اور ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔ غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اَور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ امم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے اور جو کچھ اس بارے میں توفیقات غیبیہ اس عاجز کو دی گئی ہیں وہ ان میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ وَذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ سو چونکہ خداوند کریم نے اسباب خاصہ سے اس عاجز کو مخصوص کیا ہے اور ایسے زمانہ میں اس خاکسار کو پیدا کیا ہے کہ جو اتمام خدمت تبلیغ کے لئے نہایت ہی معین و مددگار ہے۔ اس لئے اس نے اپنے تفضّلات و عنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روز ازل سے یہی قرار یافتہ ہے کہ آیت کریمہ متذکرہ بالا اور نیز آیت وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ کا روحانی طور پر مصداق یہ عاجز ہے اور خدائے تعالیٰ ان دلائل و براہین کو اور ان سب باتوں کو کہ جو اس عاجز نے مخالفوں کے لئے لکھی ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور ان کا عاجز اور لاجواب اور مغلوب ہونا دنیا میں ظاہر کر کے مفہوم آیت متذکرہ بالا کا پورا کر دے گا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 595 تا 597۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اَلۡحَقُّ یَعۡلُوۡ وَلَا یُعۡلٰی عَلَیۡہِ

ازل سے نظام عالم میں یہ تقدیر جاری و ساری ہے کہ حق ہمیشہ غالب آتا ہے اور کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال براہین احمدیہ کے منظر عام پر آنے کے بعد علماء کے تبصرے اور سمجھدار طبقے کا ردّ عمل ہے۔

مضمون کے عنوان کی مناسبت سے صرف ایک تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اُس وقت تمام اہلِ حدیث وہابی فرقہ کے سربراہ تھے انہوں نے اس کتاب کی تعریف میں ایک مفصل آرٹیکل تحریر کیا اور بڑے زور سے اس کی تائید کی اور لکھا کہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں ایسی کتاب کوئی نہیں لکھی گئی۔ وہ اپنے طویل ریویو میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے، جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود اسلام پہ شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر تجربہ و مشاہدہ کر لے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو بھی مزہ چکھا دیا ہو۔“ (اشاعۃ السنّہ جلد ہفتم نمبر 6 صفحہ 169، 170)

حرف آخر

گذشتہ ایک سو چالیس سال میں امت مسلمہ کے اندر لاکھوں کتب منصۂ شہود میں آئیں۔ ہزاروں ایسے پیدا ہوئے جو قدوۃ السالکین، رئیس الفقہاء والمحدثین، شیخ الزہاد والمجاہدین، شیخ الاسلام، شیخ الحدیث، مفکّر، مدبر مجتہد، علامہ اجل، فاضل بے بدل، جامع شریعت و طریقت، واقف رموزِ حقیقت و معرفت، عدیم النظیر صاحبِ قلم کہلائے، لیکن نہ ان کے قلم میں چاشنی ہے، نہ تحریر میں سلاست و روانی۔ دلائل و براہین کی کاٹ ہے نہ استدلال کی چمک۔ حقائق و معارف کا خزانہ ہے نہ ان میں گہرائی اور گیرائی۔ بلکہ اُمت افقی طور پر، عمودی طور پر معاشی، معاشرتی، طبقاتی اور مذہبی طور پر تقسیم در تقسیم ہوتی بٹی اور پھٹی چلی گئی۔ آج مسلمان دنیا میں بے نوا اور بے یار و مددگار ہیں، اور علماء کہلانے والے بانجھ اور بنجر زمین کی طرح ہیں۔ وہ دین جو سلامتی کا منبع ہے، جو ارحم الراحمین کے کرم سے انسانیت کو ملا، جس کو لانے والا رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا آج نعوذ باللہ وہی دین دنیا کے لیے زحمت بنا ہوا ہے، اُسے دنیا میں مسائل کی وجہ اور فتنہ و فساد کی جڑ سمجھا جاتا ہے۔ اُمت کو آج نہ منزل کا پتا نہ سحر کی خبر، نہ روشنی سے واسطہ نہ صبح کی نوید، بے منزل سفر کے مسافر کس جانب رواں ہیں یہ کوئی نہیں جانتا۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال کی نظم ”جواب شکوہ“ اس زبوں حالی کو عیاں کرتی ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اُس ایک ذات کے پاس ہے جو اس زمانے کا حصن حصین اور عافیت کا حصار ہے۔ وہ ایک ہی ہے جس کو عرش الٰہی سے ''کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ'' کی سند ملی۔ فصاحت و بلاغت میں کوئی اس کا ثانی تھا، ہے اور نہ ہوگا۔ اسلام کی راستی کا عصا اس کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اس دبستاں میں پیدا ہونے والے مُعلّم کامل ﷺ کا یہ ظل کامل قرآنِ حکیم کے حقائق و معارف بیان کرنے میں متفرد کیا گیا۔

عصر حاضر میں وہ ایک ہی ہے جو یقین کامل کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے:

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

امت محمدیہ میں وہ یکا و تنہا امامِ صادق ہے جسے مالک ارض و سماء نے یہ خبر دی: ''آسمان سے بہت دودھ اُترا ہے محفوظ رکھو'' اور وہ معارف اور حقائق کا دودھ ہے جو صرف اس پر اتارا گیا۔

عالم اسلام میں وہ ایک ہی ہے جو یقین کامل کے ساتھ یہ تحریر کرتا ہے: ''...جب سے میرے قدم نے چلنا اور میرے قلم نے لکھنا شروع کیا مجھے یہی محبوب رہا کہ میں تحقیق کو اپنا مسلک اور غور و فکر کو اپنا مقصود بناؤں۔'' (سر الخلافۃ (مترجم) صفحہ 186 حاشیہ)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''...یہ تو معلوم ہے کہ محمدی برکتیں معارف اور اسرار اور نکات اور کَلِم جامعہ اور بلاغت اور فصاحت ہے۔ سو میری کتابوں میں اُن برکات کا نمونہ بہت کچھ موجود ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر آج تک جس قدر متفرق کتابوں میں اسرار اور نکات دینی خدا تعالیٰ نے میری زبان پر باوجود نہ ہونے کسی اُستاد کے جاری کئے ہیں... اُس کی نظیر اگر موجود ہے تو کوئی صاحب پیش کریں۔ مگر انصاف کی پابندی کے لئے بہتر ہوگا کہ اوّل تمام میری کتابیں براہین احمدیہ سے لے کر فریاد درد یعنی کتاب البلاغ تک دیکھ لیں اور جو کچھ اُن میں معارف اور بلاغت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے اس کو ذہن میں رکھ لیں اور پھر دوسرے لوگوں کی کتابوں کو تلاش کریں اور مجھ کو دکھلاویں کہ یہ تمام امور دوسرے لوگوں کی کتابوں میں کہاں اور کس جگہ ہیں۔'' (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 406) وہ ایک ہی ہے جس کی زبان کی تائید میں ایک اور زبان بولی، اور وہ ایک ہی ہے جس کے ہاتھ کی تقویت کے لیے ایک آسمانی ہاتھ چلا۔ براہین احمدیہ سے لے کر پیغام صلح تک علم وحکمت اور رشد وہدایت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو ہر طرح کا علمی اور ادبی مذاق رکھنے والے، ہر طرح کا پس منظر اور متفرق فکری استعدادیں رکھنے والوں کے لیے ان کی عقل وفہم کے مطابق مواد اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ وہ ایک ہی ہے جس کی تحریر میں ایسی دل آویزی، چاشنی اور لطافت ہے کہ وہ پیاسی روحوں کے لئے آبِ بقاء کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور وہ ایک ہی ہے جس کی تحریرات کی سحر انگیزی اور ضوفشانی تا ابد قائم دائم رہے گی۔ کیونکہ عطائے رب کریم کسی کوشش، کسی دنیاوی فیصلے، کسی ارادے اور کسی ریاضت کے ساتھ مشروط نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ کا ارشادِ رحمانی تا ابد اس صداقت اور حقیقت پر گواہ رہے گا۔

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

عصر حاضر میں وہ ایک ہی پیدا ہوا جو یقینِ کامل اور تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کرنے والا بنا

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت مسیح موعودؑ نے جو بھی علوم و معارف لٹائے وہ دراصل حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے روحانی فیض کے جاری وساری ہونے کا نتیجہ ہیں۔ ان علوم ومعارف کے مطالعہ سے آنحضرت ﷺ کی اعلیٰ وارفع شان کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ علوم و معارف خدا کی خاص تائید و نصرت سے اسلام کی عظمت رفتہ کو پھر سے قائم کرنے کے لیے لکھے گئے۔ روحانی خزائن کی صورت میں آپؑ کی کتب ایسے دلائل و براہین پر مشتمل ہیں جو کسی بھی معترض کو ملزم وساکت کر سکتے ہیں۔ ان معرکہ آرا کتب کو پڑھ کر زندہ خدا سے روشناسی ہوجاتی ہے۔ ان کتب کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر سطر محبت الٰہی اور محبت رسول سے معمور ومملوء ہے۔ یہ کتب محبت الٰہی اور محبت رسول کو فروغ دیتیں اور دلوں میں اسے جاگزیں کرتی ہیں یہ کتب ملّی خدمات کا بے مثال نمونہ ہیں۔ بڑے بڑے کبار علماء آپ کی تبحر علمی کے قائل ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''...میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اُس کے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا سو تم مقابلہ کیلئے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو جو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: 37) بدظنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے پکڑے جاؤ اور پھر اس دکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

☆...☆...☆

بقیہ: براہین احمدیہ کے جدید علم کلام پر اثرات......از صفحہ نمبر ۳۳

نہیں رہا۔ ان کو فراموش نہیں کیا بلکہ جن جن باتوں میں وہ حق سے دور پڑ گئے۔ دوسرے الہام نے ان باتوں کی اصلاح کی۔'' (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 164) اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی آیات درج کر کے الہام اور وحی کے بارے میں وسوسوں اور اعتراضات کے جوابات دیے۔

خدا سے ہم کلام ہونے کا دعویٰ

بلاشبہ یہ بے نظیر دلائل تھے اور تحریر کا یہ انداز اپنی ذات میں تاریخ ساز تھا اور براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں آپ نے اس کے مفصل دلائل درج فرمائے کہ کیوں قرآن مجید ایک مثالی کلام ہے؟ اور خاص طور پر سورت فاتحہ کے فضائل بیان فرمائے۔ اور بنیادی امور کے بارے میں کس طرح قرآن مجید ویدوں اور اناجیل سے افضل ہے۔ لیکن براہین احمدیہ کی تیسری جلد میں ہی یہ پہلو روز روشن کی طرح سامنے آ گیا تھا کہ یہ محض ایک انسان کی ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب نہیں تھی۔ حصہ سوم کے حاشیہ در حاشیہ نمبر 1 میں آپ نے مولوی ابو عبداللہ قصوری صاحب کی ایک کتاب کا ذکر فرمایا۔ اس کتاب میں مولوی صاحب نے اولیاء اللہ کے الہام کا انکار کیا اور لکھا کہ لغوی طور پر دل کے خیالات کا نام الہام ہے جو کہ نیک و بد دونوں کو ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس قسم کے خیالات مغربی فلسفہ کے رعب سے پیدا ہو رہے تھے۔ کسی نے خدا کے وجود کا انکار کیا، کسی نے کہا کہ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ یہ معلوم کرسکیں کہ خدا موجود ہے کہ نہیں، کسی نے دعا کی قبولیت کا انکار کیا اور کسی نے مجبور ہو کر یہ کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ پہلے انبیاء کو وحی اور الہام ہوتا تھا لیکن اب اس دور میں یہ ممکن نہیں۔ یہ آخری خیال مسلمانوں میں بھی پیدا ہوا۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا علمی جواب تو دیا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں خود الہام اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے مشرف ہو چکا ہوں۔ آپ نے اپنے متعدد الہامات درج فرمائے۔ الہام کس طرح ہوتا ہے اس کی مفصل کیفیت تحریر فرمائی۔ اور بہت سی دعاؤں کی قبولیت کی اطلاع دینے والے الہامات درج فرمائے۔ ایسے الہامات درج فرمائے جن میں پیشگوئیاں کی گئی تھیں جو پوری ہوئیں بلکہ آج تک پوری ہو رہی ہیں اور اس وقت بھی سینکڑوں غیر مسلم ان کے گواہ تھے۔

یہ وہ مرحلہ ہے جس پر براہین احمدیہ نے آئندہ لکھے جانے والے علم کلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کم از کم سو سال سے مغربی فلسفہ اور سائنسی ترقی کے رعب سے جو خیالات پیدا ہوئے تھے کہ اگر کوئی خدا ہے اور کلام کرتا ہے تو وہ ماضی میں کلام کرتا تھا۔ ہمارا دور اس کے کلام سے محروم ہوگا۔ اور اب مکمل طور پر اپنی عقل کے فرمانوں پر چلیں گے، اس کتاب نے ان خیالات کے آگے ایک بند باندھ دیا اور اللہ تعالیٰ کے مامور نے یہ اعلان کر دیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اور میں اس کا ثبوت دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ قرآن مجید کی فضیلت ہے کہ اس کی پیروی کرنے والوں میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن سے خدا کلام کرے گا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ تھا جس کے آگے تمام مخالفین خاموش تھے۔ وہ اس دعوے پر اعتراضات کے دفتر تو تحریر کر سکتے تھے لیکن اس کے مقابل پر ایسا دعویٰ پیش کر کے اپنی مقدس کتاب کی فضیلت کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اس دور میں ڈوئی جیسے لوگ جنہوں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا انہوں نے بھی اپنے پر ہونے والی معین وحی کا ذکر کبھی نہیں کیا کہ خدا نے مجھ سے یہ کلام کیا اور اس کے معین الفاظ یہ ہیں؟ اس کا اخبار لیوز آف ہیلنگ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ ہر کوئی اسے پڑھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کامل نے اس مرحلہ پر اس کتاب کے ذریعہ یہ دعویٰ کرایا تھا۔ ورنہ ہر طرف سے دہریت حملہ آور تھی۔ اور اس کے مقابل پر مذاہب کے پیروکار گڑگڑاتے نظر آتے تھے۔ مثال کے طور پر لاہور میں ہونے والے جلسہ اعظم مذاہب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ جو بزرگان کرامت دکھانے کی صلاحیت رکھتے تھے وہ تو منوں مٹی تلے دفن ہو چکے ہیں، اب ہمیں ان قصوں پر ہی انحصار کرنا پڑے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں ہی ان اصولوں کی بنیاد رکھی گئی جن اصولوں پر آئندہ ہزار سال شیطان اور آدم کی آخری جنگ ہونی تھی۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر مختلف مذاہب کے درمیان ایک صحت مندانہ تبادلہ خیالات ہوسکتا ہے۔

☆...☆...☆

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 401 مطبوعہ 1884ء)

براہین احمدیہ کے جدید علم کلام پر اثرات

('ابو نائل')

براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں ہی ان اصولوں کی بنیاد رکھی گئی جن اصولوں پر آئندہ ہزار سال شیطان اور آدم کی آخری جنگ ہونی تھی۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر مختلف مذاہب کے درمیان ایک صحت مندانہ تبادلہ خیالات ہو سکتا ہے

یہ جائزہ لینے کے لیے کہ کسی کتاب نے اپنے دور کے علم کلام پر کیا اثرات مرتب کیے، یہ پس منظر دیکھنا ضروری ہے کہ جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی کیا رجحانات پنپ رہے تھے اور جس کتاب کا جائزہ لیا جا رہا ہے، اس میں ان رجحانات سے کیا مختلف نظریات پیش کیے گئے؟

براہین احمدیہ کی تصنیف اور اشاعت انیسویں صدی کے آخری پچیس سال کے دوران ہوئی۔ اس دور میں یہ آثار تو واضح نظر آ رہے تھے کہ دانشوروں میں ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جو کہ یا تو خدا کے وجود کا ہی انکار کر رہا تھا یا کم از کم یہ اعلان کر رہا تھا کہ انسان کو اب کسی مقدس کتاب یا وحی یا الہام کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی عقل سے ہی یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس دنیا کا ایک خالق ہے۔ ایک طبقہ ایسا تھا جو کہ یہ اعلان کر رہا تھا کہ یہ جاننا ہمارے لیے ممکن نہیں کہ خدا ہے کہ نہیں، اور اب اس دنیا کے انتظام سے اس کا کچھ سروکار ہے کہ نہیں۔ اس دور کے سائنسدان، فلاسفر حتّٰی کہ مذہبی قائدین بھی دنیا کو اپنی مقدس کتب اور وحی والہام سے دور لے جا رہے تھے اور ان کا تمام تر زور عقل اور اپنے نظریات کی اہمیت پر تھا۔

انیسویں صدی کے فلاسفروں کے نظریات

سب سے پہلے ہم انیسویں صدی کے جرمن فلاسفروں کی مثالیں پیش کریں گے۔ جب اس صدی کا آغاز ہوا تو فلسفہ کی دنیا میں کانٹ (Kant) کا راج تھا۔ منطق اور مذہب پر ان کی تحریر Religion within the Limits of Bare Reason اٹھارھویں صدی کے اختتام پر 1792ء میں شائع ہوئی۔ اس میں وہ اس نظریہ کا اظہار کرتے ہیں کہ اب ایک نیا دور شروع ہوگا جس میں مذہب کی بنیاد منطق ہو گی۔ وہ لکھتے ہیں:

And given the amount that people know, these days, we can hardly expect a new revelation, ushered in with new miracles. So the most reasonable and appropriate thing to do from now on is to use the book we have as the basis for ecclesiastical instruction, not cheapening it by useless or mischievous attacks, but not requiring anyone to believe it as requirement for salvation.

ترجمہ: اور اس دور میں لوگ جتنا علم رکھتے ہیں ہمیں کم ہی کسی نئی وحی کی توقع ہے جسے نئے معجزات کے ساتھ متعارف کرایا جائے۔ اب عقلمندی کا راستہ یہی ہے کہ مذہبی کتاب کو مذہبی تعلیم کا ذریعہ تو بنایا جائے اور اس پر بدنیتی سے حملے کر کے اسے نقصان نہ پہنچایا جائے لیکن یہ خیال بھی نہ کیا جائے کہ کسی انسان کے لیے نجات کے لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

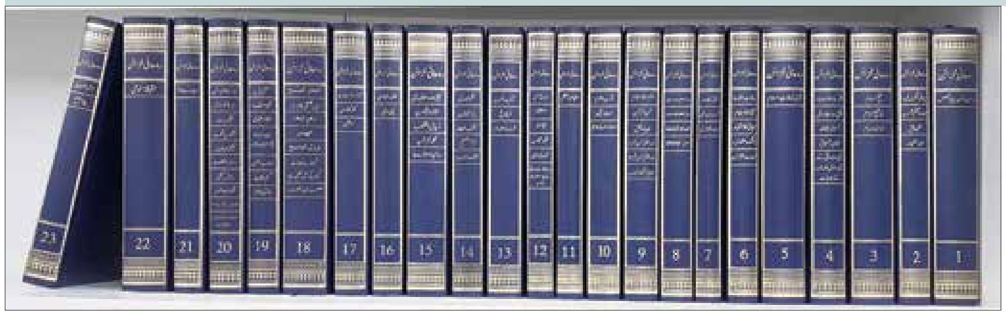
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ کانٹ کے نزدیک پہلے جو ہوا سو ہوا، اب خدا کسی سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی نجات کے لیے کسی وحی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ انیسویں صدی کے فلاسفروں میں ہیگل کا نام ایک اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے فلاسفی آف ریلیجن یعنی مذہب کی فلاسفی کے موضوع پر کچھ لیکچر دیے۔ فلسفہ کی تاریخ میں ان لیکچروں کی ایک خاص اہمیت ہے۔ ان لیکچروں میں وہ خدا کے وجود اور اس کے علم کی عظمت کو پہچاننے پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن یہ ذکر کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں:

The distinction that this knowledge is brought to us by faith, authority,revelation,or reason is here of no importance.

(Lectures on the Philosophy of Religion BY GEORG WILHELM FRIEDRICH HEGEL published by KEGAN PAUL, TRENCH, TRUBNER,&CO.London1895p37)

ترجمہ: اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ یہ علم ہمارے تک ایمان سے پہنچتا ہے یا کسی ماہر کے ذریعہ پہنچتا ہے یا وحی کے ذریعہ پہنچتا ہے یا عقل کے استدلال کے ذریعہ پہنچتا ہے۔

یہاں پر ہیگل وحی کا انکار نہیں کر رہے لیکن اس کی اہمیت کم ضرور کر رہے ہیں۔ اور عقل اور استدلال کو وحی کی سطح کے برابر لا کر کھڑا کر رہے ہیں۔ لیکن بہت جلد ہی وحی کی اہمیت کم کرنے کا سفر دہریت اور مذہب کے انکار پر ختم ہو گیا۔ ہیگل کا انتقال 1831ء میں ہوا اور 1851ء میں ایک اور جرمن فلاسفر شوپنہاور (Arthur Schopenhauer) نے مذہب کے موضوع پر ایک ڈائیلاگ (Dialogue) شائع کیا۔ اس مکالمہ میں دو کردار مذہب کے بارے بحث کر رہے ہیں کہ اصل میں یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے کسی مابعد الطبیعیات یعنی Metaphysical چیز کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک کردار کہتا ہے اصل راستہ تو فلسفہ کا راستہ ہے لیکن یہ راستہ بہت ہی ذہین اور ذی علم لوگوں کے لیے موزوں ہے۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو ان کو بہلانے کے لیے اور کسی اخلاقی ضابطے کا پابند بنانے کے لیے مذہب کا بہلاوا مناسب ہے۔ اس پر ایک اور کردار یہ موشگافی کرتا ہے کہ مذہب کسی دلیل کی طرف تو توجہ نہیں کرتا بلکہ اس کی بنیاد تو وحی ہوتی ہے۔ یہی کردار پھر یہ انکشاف کرتا ہے کہ اصل میں مذہب کا کام یہی ہے کہ وہ انسان کو فلسفہ کے عظیم دروازہ



تک پہنچا دے، اس کے بعد مذہب کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ عیسائیت اب سکڑ رہی ہے اور اب دنیا سے مذاہب کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مذہب، معجزات پر یقین، اور یہ نظریہ کہ خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے ان کا تعلق تو انسانیت کے بچپن سے تھا۔ اب انسانیت بلوغت تک پہنچ گئی ہے۔ اب مذہب کا تو کام ختم اور فلسفہ کا دور شروع ہوتا ہے۔

1882ء میں جرمن فلاسفر نطشے نے ایک تمثیل لکھی جس کا نام The Parable of the Madman تھا۔ اس میں تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دن کے وقت لالٹین ہاتھ میں لی اور باہر نکل کر آوازیں لگانی شروع کیں کہ خدا کہاں ہے؟ اور پھر اس نے اعلان کیا کہ ہم نے نعوذ باللہ خدا کو قتل کر دیا ہے۔ میں اور تم اس کے قاتل ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم نے خدا اور وحی کا تصور ہی ختم کر دیا ہے۔ اس تمثیل کے تین سال بعد نطشے نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام Thus Spoke Zarathustra تھا۔ دنیا بھر کے انسانوں کا یہی مقصد ہے کہ وہ غلاموں کی طرح ایک برتر قسم کا انسان Superman بنانے کی کوشش کریں۔ اس برتر انسان کی راہ میں خدا کا تصور حائل تھا۔ اب یہ تصور ختم ہو گیا ہے تو یہ فرضی برتر انسان ظہور کرے گا۔ اور پھر اس برتر انسان کا دور شروع ہو گا۔

یہ چند مثالیں واضح کر دیتی ہیں کہ ان فلاسفروں کی دنیا میں جو سفر وحی والہام کی اہمیت کم کرنے اور اس امکان کو رد کرنے سے شروع ہوا تھا کہ اب بھی خدا کسی سے کلام کر سکتا ہے وہ اس اعلان پر ختم ہوا کہ اب خدا تعالیٰ اور اس کے کلام اور وحی کی باتیں تو پرانے زمانے کی باتیں ہو گئی ہیں، اب انسان ان پرانے تصورات سے علیحدہ ہو کر نئے دور کا آغاز کرے گا۔

سائنسدانوں کے نظریات

اب ہم مختصر طور پر اس دور کے سائنسدانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر پر ایسے بہت سے سائنسدان موجود تھے جو شروع میں تو عیسائیت پر یقین رکھتے تھے لیکن وقت کے ساتھ انہوں نے خدا کے وجود کا تو انکار نہیں کیا لیکن وقت کے ساتھ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کے وجود کے بارے میں یقین کے ساتھ کوئی رائے قائم کی جا سکے۔ اس سلسلہ میں نظریہ ارتقاء پیش کرنے والے سائنسدان چارلس ڈارون کی مثال مناسب رہے گی۔ جب وہ 1836ء میں جنوبی امریکہ سے اپنے تحقیقاتی سفر سے واپس آئے تو اس وقت تک وہ اپنے آپ کو ایک روایتی عیسائی شمار کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی۔ اب انہیں اس دور کی عیسائیت کے عقائد پر یقین نہیں رہا تھا۔ انہوں نے 7؍مئی 1879ء کو James Doyce کے نام اپنے ایک خط میں لکھا: ''اپنے ذہن کے انتہائی اتار چڑھاؤ کے دوران کبھی بھی دہریہ نہیں رہا کہ میں نے خدا کے وجود کا انکار کیا ہو۔ جیسے جیسے میری عمر بڑھ رہی ہے، عمومی طور پر مگر ہمیشہ نہیں، میرے خیالات کے پیش نظر مجھے Agnostic کہا جا سکتا ہے۔ (Agnostic ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا کے وجود کا تو انکار نہ کرے لیکن اس کے نزدیک ہم یہ جان نہیں سکتے کہ خدا موجود ہے کہ نہیں۔)''

(https://www.darwinproject.ac.uk/letter/DCP-LETT-12041.xml)

چارلس ڈارون نے 24؍نومبر 1880ء کو Frederick McDermott کے نام ایک خط میں لکھا: ترجمہ: ''مجھے افسوس کے ساتھ آپ کو یہ بتانا پڑ رہا ہے کہ میرے نزدیک بائیبل خدا کی طرف سے وحی پر مشتمل نہیں ہے اور اس لیے میرے نزدیک یسوع مسیح خدا کے بیٹے نہیں تھے۔''

(https://www.darwinproject.ac.uk/letter/?docId=letters/DCP-LETT-12851)

فلاسفروں کی نسبت سائنسدانوں کے نظریات کی بنیاد حقائق پر زیادہ ہوتی ہے، اس لیے کم از کم اس دور میں سائنسدانوں نے مکمل طور پر خدا کے وجود کا انکار تو نہیں کیا لیکن وحی کی ضرورت کا انکار شروع کر دیا۔ اور اس سفر کا انجام بھی آخر میں دہریت پر ہی ہونا تھا۔ ایسے سائنسدانوں میں ایک اور نمایاں مثال آرتھر ہنری ہکسلے کی ہے۔ یہ بھی اس دور کے سائنسدان تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں مذاہب کو Inevitable products of human mind (انسانی ذہن کی ناگزیر پیداوار قرار دیا)

کمیونزم کے بانیوں کے نظریات

فلاسفروں اور سائنسدانوں کے نظریات کا ذکر کرنے کے بعد مناسب ہوگا کہ چند سطریں اس بارے میں لکھی جائیں

کہ اس دور میں کمیونسٹ احباب نے مذہب کے بارے میں کن نظریات کا اظہار کیا۔ اس کا ذکر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ براہین احمدیہ کی اشاعت کے دور میں کمیونسٹ نظریات کی بنیاد بھی نشو ونما پا رہی تھی۔ 1848ء میں پہلی مرتبہ کارل مارکس اور فریڈرک اینجل نے کمیونزم (اشتراکیت) کا منشور شائع کیا۔ اس میں اس خیال کا اظہار کیا گیا کہ عقل کے موجودہ دور میں مذہب نے عقل کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ اور اب اس پہلو کی طرف زیادہ توجہ دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس منشور سے اصل الفاظ نیچے نقل کیے جاتے ہیں۔

''کمیونزم پر مذہبی، فلسفیانہ اور عمومی نظریاتی نقطہ نظر سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ کیا یہ سمجھنے کے لیے غیر معمولی بصیرت کی ضرورت ہے کہ آدمی کی مادی زندگی کی حالتوں، اس کے سماجی رشتوں اور اس کی سماجی زندگی میں جب کبھی تبدیلی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ آدمی کے خیالات، تصورات اور نظریے، مختصر یہ کہ آدمی کا شعور بدل جاتا ہے؟

خیالات کی تاریخ نے اس کے سوا اور ثابت ہی کیا کیا ہے کہ جس نسبت سے مادی پیداوار کی نوعیت بدلتی ہے، اسی نسبت سے ذہنی پیداوار کی نوعیت بھی بدلتی ہے۔ ہر عہد میں فرمانروائی انہی خیالات کی رہی ہے جو فرمانروا طبقے کے خیالات تھے۔ لوگ جب ایسے خیالات کا ذکر کرتے ہیں جن سے سماج میں انقلاب آتا ہے تو وہ صرف اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ پرانے سماج کے اندر ایک نئے سماج کے عناصر پیدا کیے گئے ہیں اور پرانے حالات زندگی کے ساتھ ہر ہر قدم پرانے خیالات بھی مٹتے جاتے ہیں۔''

اس منشور میں واضح طور پر ان خیالات کا اظہار کیا گیا تھا کہ اب بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ مذہبی خیالات خود بخود مٹتے جائیں گے۔ اور عملی طور پر پہلے ہی مذہب انسانی عقل کے سامنے ہتھیار ڈال چکا ہے۔ اس لیے اس بارے میں زیادہ تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔ فریڈرک اینجلز نے اپنی ایک تحریر میں لکھا کہ اب خدا کی یہی خدمت کی جاسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے انکار کو لازمی نظریہ کے طور پر اپنایا جائے اور ایک اور قدم آگے اٹھاتے ہوئے مذہب پر عمومی طور پر پابندی لگا دی جائے۔

(Marx Engels on Religion:published by Progress Publishers Moscow1975p124)

مذہبی حلقوں کے خیالات میں تبدیلی

اب یہ تجزیہ کریں گے کہ مختلف مذہبی حلقے ان سے کس طرح متاثر ہو رہے تھے۔ خواہ مذہبی دانشور اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں انیسویں صدی کے آخر تک مختلف مذہبی دانشور اِن نظریات سے مرعوب ہو کر اپنے نظریات کو تبدیل کر رہے تھے۔ ایک طبقہ تو ایسا تھا جو برملا یہ کہہ رہا تھا کہ اب انسانوں کو وحی اور الہام اور آسمانی کتب کی صورت میں خدائی راہنمائی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ ہم اپنی عقل سے صحیفہ قدرت کا جائزہ لے کر خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ انسانی وجدان ہی اس کی راہنمائی کر دیتا ہے اور یہی سب سے بہتر راہنمائی ہے۔

اگر ہم اس دور میں ہندوستان میں شروع ہونے والی تحریکوں کا جائزہ لیں تو اس سوچ کی سب سے بڑی علمبردار برہمو سماج کی تحریک نظر آتی ہے۔ جس وقت براہین احمدیہ کی اشاعت ہوئی اس وقت کیشب چندر سین اس تحریک کی سب سے توانا آواز سمجھے جاتے تھے۔ انہی کے الفاظ میں وحی اور آسمانی کتب کے بارے میں ان کے خیالات درج کیے جاتے ہیں۔

ہمیں عظیم خدا کی پرانی قسم کی وحی کافی مل چکی ہے۔ موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں اور رشیوں نے ہمیں اس عظیم ہستی کے متعلق کافی کچھ بتا دیا ہے۔

(Keshub Chandr Sen Lectures In India, published by CASSELL AND COMPANY, LIMITED:LONDON,PARIS,NEW YORK& MELBOURNE,1904 p23)

وجدان ہماری وحی ہے اور یہی اس وحی کا ثبوت ہے۔ وجدان کی آواز قدرت کی آواز ہے اور اس لیے سچائی کی آواز ہے۔

(Keshub Chandr Sen Lectures In India, published by CASSELL AND COMPANY, LIMITED:LONDON,PARIS,NEW YORK& MELBOURNE,1904 p191)

برہمو سماج کے خیالات واضح ہیں۔ وحی اور الہام اور آسمانی کتب کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب ہم خدا کی تخلیق پر نظر ڈال کر اور اپنے وجدان کو استعمال کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں اور سچائی کو پاسکتے ہیں۔

جس طرح اس دور کے فلاسفروں سے مرعوب ہو کر ہندوؤں میں سے برہمو سماج پیدا ہوئے تھے، اسی طرح اس دور کے فلاسفروں اور سائنسدانوں سے مرعوب ہو کر مسلمانوں میں نیچری خیالات کے لوگ پیدا ہوئے۔ اس گروہ کے نظریات کی زیادہ تر بنیاد عقل اور مظاہر قدرت پر تھی۔ اگرچہ انہوں نے برہمو سماج کی طرح وحی اور آسمانی کتاب کا انکار تو نہیں کیا لیکن انہوں نے عملی طور پر دین اسلام کی بہت سے اہم ستونوں کا انکار کر دیا۔ اس دور میں اس سوچ کے سب سے بڑے علمبردار سرسید احمد خان تھے۔ انہوں نے مغربی فلسفہ سے مرعوب ہو کر خود اسلام کی بنیادوں پر بہت سے وار کر دیے۔ مثال کے طور پر انہوں نے اپنے خطبات میں پہلے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعیف ہونے پر بہت زور دیا اور پھر بہت سی احادیث کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا

''لیکن خود جناب پیغمبر خدا نے ہم کو ہدایت کی ہے کہ سوائے قرآن مجید کے ان کا تمام کلام وحی نہیں ہے بلکہ وحی وہی ہے جو تبلیغ رسالت سے رکھتی ہے اور جس کی نسبت خود پیغمبر خدا نے ان کا وحی سے ہونا بیان فرمایا یا جن میں وہ امور بیان ہیں جو عقائد مذہبی، خلق، عالم عقبیٰ اور روح کی حالت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ باقی تمام کلام آنحضرتؐ کا وہ ہے جو تبلیغ رسالت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اور جس کی نسبت خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں ایک انسان ہوں۔''

اس حوالے کو پڑھ کر اس کے سوا کوئی اَور نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تمام راہنمائی جو کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، جسمانی صفائی، نشست و برخاست، بات چیت، خاوند بیوی کے باہمی تعلقات، بچوں کی تربیت، والدین کے حقوق، معاشرت، بین الاقوامی تعلقات، حالت جنگ کے اخلاق، لین دین، تجارت، معاہدات وغیرہ کے بارے میں ایک خزانے کی صورت میں موجود ہے اسے محض ایک عام انسان کا کلام قرار دیا جارہا ہے۔ اور اس کی اہمیت کم کی جارہی ہے۔ اس کے بعد سرسید احمد خان ایک جست میں یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ''اور اگر ہم چاہیں یا حالت زمانہ اس کے ترک پر ہم کو مجبور کریں تو بغیر اس کے کہ مذہب میں کچھ نقصان عاید ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوں اس کو ترک کر سکتے ہیں۔'' (الخطبات الاحمدیہ فی العرب و سیرة المحمدیہ۔ از سرسید احمد خان۔ ناشر سرسید اکیڈمی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی 2003 صفحہ 219و220)

گویا مذہبی عقائد اور روحانی امور کے علاوہ باقی تمام امور میں اطاعتِ رسولؐ کو غیر ضروری قرار دے کر اپنی عقل اور مرضی اور زمانے کی ضرورت کو معیار قرار دیا جارہا ہے۔ اور یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر ہماری مرضی ہو گی تو ہم ان ارشادات پر عمل کریں گے اور اگر ہماری مرضی ہو گی تو ان کی خلاف ورزی کریں گے۔ سرسید نے یہ مضامین سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد کے جواب میں تحریر کیے تھے۔ لیکن چونکہ ان پر مغربی فلسفہ کا ایک رعب تھا اور ان کی تحقیق کی بنیاد روحانی روشنی نہیں تھی اس لیے وہ ایسی غلطیاں بھی کر گئے جو کہ اسلام کی بنیاد کے ہی خلاف تھیں۔

جیسا کہ پہلے حوالے درج کیے گئے تھے کہ برہمو سماج کے مذہبی عقائد کی بنیاد بھی ''نیچر'' تھی اور مغربی فلسفہ کے زیر اثر اسی قسم کے نظریات سرسید کے تھے۔ وہ تحریر کرتے ہیں: ''خدا کیا ہے، پس جو ہمارے خدا کا مذہب وہی ہمارا مذہب ہے۔ خدا نہ ہندو ہے، نہ عرفی مسلمان، نہ مقلد، نہ لامذہب، نہ یہودی نہ عیسائی۔ وہ تو پکا چھٹا ہوا نیچری ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو نیچری کہتا ہے۔'' پھر لکھا ''نیچر ہی کو ہم دیکھتے ہیں، نیچر ہی کو ہم سمجھتے ہیں، نیچر سے خدا کو پہچانتے ہیں۔'' (مقالات سرسید جلد پانز دہم مضمون نیچر مرتبہ محمد اسماعیل پانی پتی صفحہ 141 و 146) اس کے بعد 1892ء میں سرسید احمد خان صاحب نے ایک رسالہ ''الدعاء والاستجابہ'' تحریر فرمایا اور اس میں عملی طور پر دعا کی قبولیت کا انکار کیا۔ اور اس خیال کا اظہار کیا کہ مقدر تو لکھا جاچکا ہے۔ جس امر کے لیے دعا کی جائے اگر وہ مقدر میں ہے تو ایسا ہو جائے گا اور وہ ہونا ہی تھا اور اگر مقدر میں نہیں ہے تو دعا ایک عبادت ہے جس سے صبر عطا ہوتا ہے اور آخرت میں ثواب ہو گا۔ گویا دعا سے مقدر نہیں تبدیل ہوتے۔ ظاہر ہے یہ نظریہ بھی قرآنی تعلیمات کے خلاف تھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان نظریات کے رد میں ''برکات الدعا'' تحریر فرمائی۔

دوسرے مذاہب کے مذہبی قائدین اسی طریق پر کاربند تھے کہ وہ اپنے مذہب کی طرف وہ نظریات منسوب کر رہے تھے جن کا ان کی کتب میں کوئی نام ونشان نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ ایک مقدس کتاب کی طرف اپنے آپ منسوب تو کرتے تھے لیکن عملی طور پر اپنی مقدس کتاب کے برخلاف نظریات اپنے مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے۔

اس دور میں عیسائی پادریوں نے پوری دنیا میں دوسرے مذاہب کے خلاف اعلان جنگ کیا ہوا تھا۔ اس دور کے نمایاں سرگرم پادریوں میں جرمن پادری کارل فنڈر کا نام ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا انتقال 1865ء میں ہوا تھا۔ انہوں نے اسلام پر حملہ کرنے کے لیے ایک مشہور کتاب ''میزان الحق'' تحریر کی۔ ہم اسی کتاب سے اس بات کے ثبوت پیش کریں گے۔

وہ اپنی کتاب میزان الحق میں یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ عیسائیت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں تمام جہانوں کا کفارہ دیا گیا ہے۔ تو وہ چاروں اناجیل سے ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اور اصل الفاظ درج کرنے کی بجائے صرف بریکٹ میں یوحنا کے پہلے خط کے باب 2 آیت 2 کا حوالہ لکھا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے، ''وہی ہمارے گناہ کا کفارہ ہے۔ نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی۔'' چاہیے تو تھا کہ وہ اس دعوے کی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں پیش کرتے کہ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے یہ کہا تھا کہ میں تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے آیا ہوں اور جو میری تعلیم پر عمل کرے گا اس کے گناہوں کا کفارہ میرے مصلوب ہونے سے ادا ہو جائے گا۔ لیکن اتنے عالم ہونے کے باوجود فنڈر صاحب عیسائیت کے اس بنیادی عقیدہ کی کوئی دلیل چاروں اناجیل سے پیش نہیں کر سکے۔ گویا واقعہ صلیب کے بعد چند لوگوں کو یہ خیال آیا کہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ مسیح کی صلیب سے ادا ہو گیا ہے۔ اب اس نظریہ کو مشہور کرتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ عیسائی عبادات کے بارے میں توریت میں بیان کردہ احکامات کی پیروی نہیں کرتے۔ اور اپنے آپ کو ان سے آزاد خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کا کہنا ہے کہ توریت کی تعلیمات اور احکامات کبھی منسوخ نہیں ہوئے۔ اس کتاب کے دوسرے باب کا عنوان ہی یہ ہے ''عہد عتیق و جدید ہرگز منسوخ نہیں ہوئے۔'' اگر پرانے عہد نامے کے احکامات منسوخ نہیں ہوئے تو اس دور کے عیسائی حضرات اس کے احکامات کے مطابق عبادات کیوں نہیں بجا لاتے۔ خاص طور پر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے تب تک شریعت بھی قائم رہے گی۔ نہ اس کا کوئی حرف، نہ اس کا کوئی زیر زبر منسوخ ہو گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ جو ان سب سے چھوٹے احکام میں سے ایک کو بھی منسوخ کرے اور لوگوں کو ایسا کرنا سکھائے اسے آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا قرار دیا جائے گا۔'' (متی باب 5 آیت 18 و 19) لیکن اپنی مقدس کتاب کے اس حکم کے باوجود عیسائی حضرات ان احکامات کو ترک کرتے ہیں۔ اور پادری فنڈر اپنی کتاب میں اس کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ''سیدنا مسیح کے کلام سے بھی یہی تعلیم ملتی ہے کہ شریعت کے عارضی حصے اور وہ حصص جو یہودیوں کی ظاہری رسوم سے تعلق رکھتے تھے اس نئے عہد کی کامل روحانیت کے زمانہ میں جو کہ وہ تمام اقوام کے ایمانداروں کے ساتھ باندھنے کو تھا بیکار ہونے والے تھے۔''

گویا خدا نے یہ احکامات توریت میں نازل کیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی پیروی کی سخت تاکید کی لیکن ان سب باتوں کے باوجود خود چرچ کے عمائدین نے اپنے ذمہ یہ کام لے لیا کہ ان میں سے کچھ احکامات کو یہ کہہ کر منسوخ قرار دے دیں کہ ہمارے نزدیک اب ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل میں فنڈر صاحب نے

یوحنا کی انجیل کا یہ حوالہ نامکمل طور پر پیش کیا۔ ہم اس حوالے کو مکمل طور پر پیش کرتے ہیں۔ ''یِسُوعؔ نے اُس سے کہا اَے عَورت! میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تُم نہ تو اِس پہاڑ پر باپ کی پرستِش کرو گے اور نہ یروشلیم میں۔ تُم جِسے نہیں جانتے اُس کی پرستِش کرتے ہو۔ ہم جِسے جانتے ہیں اُس کی پرستِش کرتے ہیں کیونکہ نجات یہُودِیوں میں سے ہے۔ مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچّے پرستار باپ کی پرستِش رُوح اور سچّائی سے کریں گے کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈُھونڈتا ہے۔'' (یوحنا باب 4 آیت 21-24)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد ایک سامری عورت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ ان کے عقائد روایتی یہود سے مختلف تھے۔ ان کا مذہبی مرکز یروشلم نہیں تھا۔ اس ارشاد میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ اب سے توریت کے احکامات جو کہ عبادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب سے تم ان کی پیروی کرو یا نہ کرو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس دور میں عیسائی بھی اپنے آپ کو وحی کے احکامات اور اپنی مقدس کتب کی پابندی سے آزاد سمجھتے تھے۔ گو کہ دکھانے کو پرانے عہد نامے اور نئے عہد نامے کے نام لیے جاتے تھے لیکن عملی طور پر ان کی ہدایات سے آزاد سمجھتے تھے اور انہی ہدایات کی پیروی کرتے تھے جو ان کے چرچ کی طرف سے جاری ہوتی تھیں۔

کیا اب خدا کبھی کلام نہیں کرے گا

ایک اور خیال جو کہ تمام دنیا کو 'وحی اور الہام کے ذریعہ خدا کی راہنمائی' سے دور لے جا رہا تھا وہ یہ نظریہ تھا کہ قدیم زمانہ میں خدا نے جتنا انسانوں کو اپنے کلام سے مشرف کرنا تھا وہ سب ہو چکا ہے۔ اس دور میں خدا کا کوئی کلام نازل نہیں ہو سکتا۔ اس سوچ کی ایک نمایاں مثال ہندو مت میں آریہ سماج کی تحریک ہے۔ جن سالوں میں براہین احمدیہ کی اشاعت ہوئی ان دنوں میں اسلام کی مخالفت میں آریہ سماج سب سے زیادہ سرگرم تھی۔ ان کے بانی نے اپنی تعلیمات پر مشتمل کتاب ستیارتھ پرکاش لکھی۔ اس کے ساتویں سملاس میں انہوں نے یہ دعویٰ پیش کیا کہ جب نسل انسانی کا آغاز ہوا تو اسی وقت چاروں وید چار رشیوں پر نازل ہوئے تھے۔ اس کے بعد خدا نے کبھی اپنا کلام نازل نہیں کیا۔ نسل انسانی میں صرف یہ چار رشی ہی خالص اور صاف دل رکھنے والے تھے۔ اسی لیے خدا کا کلام ان پر نازل ہوا۔ اور ان کے مطابق یہ واقعہ ایک ارب چھیانوے کروڑ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ہوا تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق اس وقت نسل انسانی کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک خدا نے انسانوں سے کبھی کلام نہیں کیا۔ اور دوسرے کروں پر جو زندگی موجود ہے اس پر بھی بس یہی کلام نازل ہوا ہے۔ اس مخلوق کو بھی یہ امید نہیں کرنی چاہیے کہ خدا کا کوئی نیا کلام نازل ہو گا۔

علم کلام میں براہین احمدیہ کی انفرادیت

ہم نے مختصر سا جائزہ پیش کیا کہ براہین احمدیہ کی اشاعت سے ایک سو سال قبل کے زمانہ میں ہر طبقہ دنیا کو آسمانی کتابوں، مامورین کی راہنمائی، الہام اور وحی سے دور لے کر جا رہا تھا۔ فلاسفر اور ان سے مرعوب ہو کر کئی مذہبی قائدین یہ اعلان کر رہے تھے کہ وحی و الہام کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پہلے خدا کلام کرتا تھا اور دنیا میں اپنے مامور بھیجتا تھا تو یہ پہلے زمانہ کی بات ہے اب ہم اپنی عقل کے ذریعہ اور قدرت کے نظام پر نظر ڈال کر ہی عقائد کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت سائنسی ترقی کا نیا دور شروع ہو رہا تھا اور سائنسدان بھی اسی روش پر گامزن تھے کہ ہمارے لیے یہ جاننا ممکن نہیں کہ خدا موجود ہے کہ نہیں۔ اگر مذہبی لٹریچر میں اپنی آسمانی کتب کے حوالے دیے جاتے تھے تو اس لٹریچر کا سرسری مطالعہ ہی اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ جو نظریات بیان کیے جاتے تھے وہ اپنی مقدس کتب سے بالکل متصادم ہوتے تھے۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں بیان فرمایا ہے، اس کتاب کے لکھنے کا مقصد تمام لوگوں پر دین اسلام کی سچائی، قرآن مجید کی حقیقت اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت واضح کرنا تھا۔ (براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 23) اس دور میں بھی ہزاروں مذہبی کتب لکھی جا رہی تھیں تو اس تمام لٹریچر میں براہین احمدیہ کی انفرادیت کیا تھی؟ اس کی سب سے بڑی انفرادیت یہ تھی کہ اس کے آغاز میں ہی یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ جو بھی عقلی دلیل دی جائے گی وہ قرآن مجید سے دی جائے گی۔ اور مقابل پر آنے والے بھی اسی شرط کے پابند ہوں گے کہ جو دلیل دیں وہ ان کی مقدس کتاب سے اخذ کر کے دیں ورنہ یہی گمان ہو گا کہ ان کی مقدس کتاب تو ناقص ہے اور اس نقص کو اس کے پیروکار اپنی عقل سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ علمی بحث کا یہ طریق ایک بالکل منفرد طریق تھا جو اس دور میں بالکل ناپید تھا۔ جیسا کہ پہلے اس کی مثالیں پیش کی جا چکی ہیں کہ اس وقت تمام مکتب فکر کے دانشور زیادہ تر اپنی بحث کی بنیاد اپنی عقل کی تجویزوں کو ہی بناتے تھے۔

آغاز سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ تصنیف گذشتہ سو سال میں لکھے جانے والے ہر قسم کے لٹریچر سے بالکل مختلف تھی کیونکہ سو سال سے زائد عرصہ کا لٹریچر خواہ فلسفہ کا ہو یا سائنس کا یا مذہبی لٹریچر ہو اس میں تمام زور صرف انسانی عقل پر تھا۔ اور ساری کوشش یہی تھی کہ آسمانی کتب سے علیحدہ ہو کر اپنے نظریات پیش کیے جائیں۔ اس کتاب میں یہ چیلنج دیا گیا تھا کہ عقلی دلائل دیے جائیں گے لیکن صرف قرآن مجید سے دیے جائیں گے۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو اپنی مقدس کتاب میں اتنے اعلیٰ دلائل نکال کر دکھائے۔ اگر کوئی اپنی عقل پر نازاں ہے تو کم از کم قرآن مجید کے دلائل کو رد کر کے ہی دکھا دے۔

کن موضاعات پر دلائل پیش کیے جائیں؟ ان کی مثالیں یہ پیش کی گئیں (1) اس بات کی دلیل کہ اس عالم بنانے والا ایک وجود ہے (2) خدا کی وحدانیت کے بارے میں (3) الہام کی ضرورت کے بارے میں۔ اور اس کا مقابلہ کرنے والے پر بھی یہ لازم ہو گا کہ اس مقابل پر اگر برابر نہیں تو کم از کم پانچواں حصہ دلائل کے پیش کریں تو وہ اپنی مذہبی کتاب سے کریں یا اگر اس کی توفیق نہیں تو کم از کم قرآن مجید سے پیش کیے گئے ان دلائل کو ہی رد کر کے دکھا دیں۔ (براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 24 تا 42)

کسی مرض کے علاج سے پہلے اس کی تشخیص ضروری ہوتی ہے۔ براہین احمدیہ جلد دوم میں آپ نے ان الفاظ میں اس زمانے کی روش کا تجزیہ فرمایا: ''وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گزر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں یہ عقل کی بداستعمالی کا زمانہ ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 66) اور زمانے کی اس روش کے پیش نظر کہ ہر طرف عقل عقل کے نعرے بلند کیے جا رہے تھے، قرآن کریم کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ ''قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا بھی سارا بوجھ آپ ہی اٹھا لیا۔ اور انسان کو ہر یک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبر صادق ہو کر الٰہیات کے واقعات کی خبر دی۔ اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایہ ثبوت پہنچایا۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 حاشیہ 4 صفحہ 81)

اور اسی لیے اس روحانی مقابلہ کے لیے آپ نے اپنے آپ پر یہ پابندی لگائی کہ دعوے بھی قرآن مجید سے پیش کیے جائیں گے اور اس دعوے کے عقلی دلائل بھی اسی مقدس کتاب سے پیش کیے جائیں گے۔

اور آپ نے دوسرے مذاہب کے علماء کو بھی یہ چیلنج دیا، اگر ان کی کتاب کچھ فضائل رکھتی ہے تو وہ بھی ایسا کر کے دکھائیں۔ یہ بالکل ایک منفرد چیلنج تھا۔ اگر اس دور میں یا اس کے بعد کسی مصنف یا محقق نے اس قسم کا دعویٰ پیش کیا ہے تو مناسب ہو گا اس کی مثال پیش کی جائے۔

یہی وہ معیار تھا جس کو پیش کر کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دوسرے مذاہب کے منادیوں کو چیلنج دیا۔ مثال کے طور پر جب پادری عبد اللہ آتھم کے ساتھ مشہور مناظرہ ہوا تو آپؑ نے شروع میں ہی یہ معیار بیان فرمایا کہ ''یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ اور موازنہ میں کسی فریق کا ہرگز یہ اختیار نہیں ہو گا کہ اپنی کتاب سے باہر جاوے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہو گا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جاوے جو الہامی قرار دی گئی ہے۔'' (جنگِ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 85) جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حقیقت کی نشاندہی فرمائی کہ بائیبل میں تو بہت سے لوگوں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ لیکن مسیحی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے حقیقی بیٹے تھے اور باقی غیر حقیقی لیکن بائیبل میں کہیں پر یہ بات بیان نہیں کی گئی۔ اس کے جواب میں عبد اللہ آتھم صرف یہ کہہ سکے: ''اتنی ہی عرض ہے کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ ہو تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز نہ کریں۔'' (جنگِ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 95) یعنی وہی مرض جس میں فلاسفر مبتلا تھے یعنی اپنی عقل کو آسمانی کتاب پر فوقیت دینا۔

عقل پر نازاں احباب کو چیلنج

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اس دور میں کلام الٰہی سے مستغنی کرنے کے لیے ہر طرف عقل عقل کی چیخ و پکار کا سلسلہ جاری تھا۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے جلد دوم میں یہ چیلنج دیا: ''اور اگر اس کتاب کے ردّ لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا پابند نہیں جیسے برہمو سماج والے ہیں۔ تو اس پر صرف یہی واجب ہو گا جو ہماری سب دلائل کو نمبروار توڑ کر دکھلاوے اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کے عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص بھی اُٹھا تو اس کی عبرت انگیز تحریرات سے بھی لوگوں کو بڑا فائدہ ہو گا اور جو صاحبان برہمو سماج ہمیشہ عقل عقل کرتے ہیں ان کی عقل کا بھی قصہ پاک ہو جائے گا۔'' (براہینِ احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 86و87) جو طبقہ عقلی فضیلت کا اس قدر قائل تھا، اس کے لیے یہ ایک نادر موقع تھا کہ وہ اپنی آسمانی کتب پر اپنی عقلی دلائل کی فضیلت کا مظاہرہ کرتا۔ لیکن افسوس کہ وہ ایسا نہیں کر سکے۔ براہین احمدیہ حصہ سوم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک طویل حاشیہ میں قرآن کریم کی آیات سے یہ دلائل درج فرمائے کہ الہام اور وحی کے بغیر انسان کے لیے ہدایت پانا ممکن نہیں۔ آپؑ نے تحریر فرمایا: ''منکرین الہام کامل توحید سے بے نصیب ہیں اور ہرگز ممکن نہیں کہ ان کی روح میں سے سچے ایمانداروں کی طرح یہ آواز نکل سکے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰٮنَا لِہٰذَا ۟ وَمَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡلَاۤ اَنۡ ہَدٰٮنَا اللّٰہُ۔ الجزو نمبر ۸ (الاعراف:۴۴) سب تعریفیں خدا کو ہیں جس نے جنت کی طرف ہم کو آپ رہبری کی اور ہم کیا چیز تھے کہ خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جاتے اگر خدا رہبری نہ کرتا۔ اِن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی قدرشناسی خوب کی کہ جو صفتیں اس کی طرف منسوب کرنی واجب تھیں وہ اپنی عقل کی طرف منسوب کر دیں اور جو جلال اس کا ظاہر کرنا چاہیئے تھا وہ اپنے نفس کا ظاہر کیا۔ اور جو جو طاقتیں اس کے لئے خاص تھیں اُن سب کے مالک آپ بن گئے۔ ان کے حق میں خداوند کریم نے سچ فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنۡ شَیۡءٍ الجزو نمبر ۷ (الانعام:۹۲) یعنے الہام کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا کچھ قدر شناخت نہیں کیا۔ اور اس کی رحمت کو جو بندوں کی ہریک حاجت کے وقت جوش مارتی ہے نہیں پہچانا۔ تب ہی انہوں نے کہا کہ خدا نے کوئی کتاب کسی بشر پر نازل نہیں کی۔'' (براہین احمیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 169)

اس کے بعد تاریخ سے اس بات کے مفصل دلائل درج فرمائے کہ اگر عقل ہی وہ ذریعہ تھا جس سے خدا شناسی کے مرحلے طے ہو سکتے ہیں تو تاریخ انسانی میں ہمیشہ مختلف تہذیبیں مختلف اوقات پر مختلف نتیجوں پر نہ پہنچتی رہتیں۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں: ''لیکن فقط عقل کے پردے سے جس قدر دنیا کو ضرر پہنچا ہے۔ وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ۔ کس نے افلاطون اور اس کے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر بنایا؟ کس نے جالینوس کو روحوں کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارے میں شک میں ڈال دیا؟ کس نے تمام حکیموں کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری رکھا؟ کس نے بڑے بڑے فلاسفروں سے بت پرستی کرائی؟ کس نے مورتوں کے آگے مرغوں اور دوسرے حیوانات کو ذبح کرایا؟ کیا یہی عقل نہیں تھی جس کے ساتھ الہام نہ تھا۔ اور یہ شبہ پیش کرنا کہ بہت سے لوگ الہام کے تابع ہو کر بھی مشرک بن گئے۔ نئے نئے خدا بنا لئے۔ درست نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کے سچے الہام کا قصور نہیں بلکہ ان لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے سچ کے ساتھ جھوٹ ملا دیا اور خدا پرستی پر ہوا پرستی کو اختیار کر لیا۔ پھر بھی الہام الٰہی ان کے تدارک سے غافل ......باقی صفحہ ۳۰ پر......

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے

براہین احمدیہ کے مطالعہ سے احمدیت قبول کرنے والے احباب کی ایمان افروز سرگزشت

(فرخ سلمانی)

یہ محض ایک کتاب نہیں صور اسرافیل تھا جس نے مردوں کو جگا دیا ایک پیغام تھا جس نے بے سمت لوگوں کو منزل دکھائی بجلی کا کڑکا تھا جس نے گمراہوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیا ایک شور قیامت تھا جس نے خفتگان کو خواب ہستی سے بیدار کر دیا اس نے سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچا اور اللہ اور رسول ﷺ کا والہ و شیدا بنا دیا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور جاری رہے گا

آغاز جوانی میں حضرت مسیح موعودؑ کو بذریعہ کشف خبر دی گئی کہ قطبی نام کی ایک کتاب لکھنا آپ کے لیے مقدر ہے۔ اور قطبی لفظ میں یہ حکمت ہے کہ وہ اپنے مضبوط دلائل اور مستحکم اور غیر متزلزل براہین کی وجہ سے ستارہ کی طرح افق پر طلوع ہو گی اور دنیا بھر کو سچے دین کی طرف راہنمائی کرنے کا موجب بنے گی۔ حضورؑ کا یہ رؤیا براہین احمدیہ کی اشاعت کی شکل میں پورا ہوا۔ اس کتاب نے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی اور حضرت مسیح موعودؑ کی سات درجن کتب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس بے نظیر کتاب نے حضرت مسیح موعودؑ کے عشاق کی ایک جماعت تیار کی۔ ان میں سے چند ایسے بزرگوں کے واقعات پیش خدمت ہیں جنھوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی سعادت پائی۔



پہچان لیا

حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کا حضرت مسیح موعودؑ سے ابتدائی غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب آپ جموں میں تھے ضلع گرداسپور کے ایک باشندہ شیخ رکن الدین صاحب نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالہ لکھا ہے ان دنوں براہین احمدیہ شائع ہو رہی تھی۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ سن کر حضور کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اور ان کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا شروع ہوگیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 100)

اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پہلا اشتہار ملا جو حضور علیہ السلام نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لیے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائدین اور مفکرین کو بھجوایا تھا تو آپ جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا۔ (الحکم 22؍اپریل 1908ء) آپ خود اپنی ایک عربی تحریر میں فرماتے ہیں: ''مجھے ایک ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے کھڑا ہونے والا ہو... مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا اسی اثناء میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد، مہدی زمان، مسیح دوراں اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے فوراً مان لیا کہ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لیے مقرر فرمایا ہے میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔'' (بحوالہ کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 151)

دوربین نگاہ

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کو جب پہلی مرتبہ براہین احمدیہ کی زیارت نصیب ہوئی تو وہ اپنی دوربین نگاہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا مقام اور اعلیٰ مرتبہ فوراً بھانپ گئے اور ہزاروں جان سے فریفتہ ہو کر پکار اٹھے۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت صوفی احمد جان صاحب نے اشتہار واجب الاظہار کے نام سے مفصل ریویو شائع کیا اور بڑے پرشوکت انداز میں اپنے تاثرات سپرد قلم کیے۔ اگرچہ آپ سلسلہ بیعت سے قبل وفات پا گئے تھے مگر حضرت اقدسؑ نے آپ کا نام اپنے عقیدت مندوں کی فہرست میں مندرجہ ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا۔ حضرت صوفی احمد جان صاحب نے براہین احمدیہ کی تاثیرات کا یوں ذکر فرمایا۔

یہ کتاب دین اسلام اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن شریف کی حقانیت کو 300 مضبوط دلیل عقلی ونقلی سے ثابت کرتی ہے۔ اس چودھویں صدی کے زمانہ میں ہر ایک مذہب وملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے... ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ براہین احمدیہ۔ اس کے مؤلف جناب مخدوم مولانا مرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں جو ہر طرح سے دعوی... کو مخالفین پہ ثابت کرنے کے لیے موجود ہیں جناب موصوف عامی علماء اور فقراء میں سے نہیں بلکہ اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں...... مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد میں سے ہیں (تاثرات قادیان صفحہ 64 تا 68) آپ کے بیٹے حضرت پیر افتخار احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میرے والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطلاع اس وقت ہوئی جب کہ براہین احمدیہ کے تین حصے شائع ہوئے تھے انہوں نے جب ان تینوں کو پڑھا تو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی عقیدت و ارادت آپ کے دل میں مستحکم ہو گئی تھی اس کے بعد براہین احمدیہ حصہ چہارم شائع ہوئی۔ والد صاحب کی ارادت سے آپ کے اہل و عیال اور مریدین بھی زمرہ معتقدین میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کا مجدد ہونے کا دعویٰ تھا۔ میرے والد صاحب نے حضرت صاحبؑ کے اس دعویٰ کو قبول کر کے اپنے دوستوں واقف کاروں اور ناواقفوں میں بڑی سرگرمی کے ساتھ اشاعت شروع کی اور ایک طویل اشتہار بھی چھاپا اور اس کی نقل زمانہ حال میں روزنامہ الفضل میں شائع ہو چکی ہے میرے والد صاحب نے علاوہ اشاعت کے خود اپنے مریدوں سے مالی خدمات میں بھی حصہ دلوایا۔ ان کی زندگی کا آخری زمانہ اسی خدمت میں گزرا کہ جس قدر ہو سکے چندہ دیں اور اشاعت کریں۔'' (روزنامہ الفضل 15؍ستمبر 2001ء)

وہ شخص بڑا کامل ہے

حضرت مولوی عبداللہ سنوری رضی اللہ عنہ صاحب کو بچپن ہی سے اہل اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا شوق تھا آپ کے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے 10 ہزار روپیہ پر مشتمل انعام مقرر کر کے کتاب لکھنی شروع کی ہے اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑا کامل ہے اس کی زیارت کے لیے چلا جا۔ حضرت مولوی صاحب کو یہ ذکر سن کر ایسا ولولہ اٹھا کہ اسی جگہ سے سیدھا قادیان روانہ ہو گئے اور بٹالہ سے پیدل چل کر قادیان پہنچے اور بیت الفکر کے دروازے پر دستک دی حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ حضور کا چہرہ دیکھتے ہی دل میں بے حد محبت پیدا ہوگئی۔ فرماتے ہیں: اس وقت تک میں نے براہین احمدیہ یا اس کا اشتہار خود نہیں دیکھا یہاں آ کر بھی کوئی دلائل حضور یا کسی اور سے نہیں سنے بلکہ میری ہدایت کا موجب صرف حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک ہی ہوا۔ اس طرح حضرت مولوی صاحب کو براہین احمدیہ کی تالیف واشاعت کے آغاز میں ہی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور جلد چہارم کے طبع کے کام میں خدمت کا موقع بھی ملا اور بعد میں سرخی کے چھینٹوں والے معجزہ کے ساتھ آپ کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو گیا۔ (حیات احمد جلد اول صفحہ 444 حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نومبر 1928ء امرتسر)

عش عش کر اٹھتے

کپورتھلہ کی ابتدائی جماعت بھی براہین احمدیہ نے ہی تیار کی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ کے مایہ ناز فرزند حضرت شیخ محمد احمد مظہر فرماتے ہیں: براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست تھے اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمان صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عند الملاقات والد صاحب کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آ گئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا خان صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں محبت پیدا ہوئی اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثنا میں جالندھر ٹھہرے ہوئے تھے اور بعد کا واقعہ والد صاحب کی روایات میں مفصل درج ہے اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہوگئی۔ یہ 1884ء اور 1885ء کے قریب کا واقعہ ہے والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خان صاحب اور منشی اروڑا خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لیے کہا کرتے تھے مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ اصحاب نے لدھیانہ

پہنچ کر بیعت کر لی۔ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ 10)

حضرت منشی حبیب الرحمان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک شخص خلیفہ محی الدین نے جناب حاجی ولی اللہ خان صاحب سے بیان کیا کہ میں نے براہین احمدیہ منگائی ہے...مرحوم نے بتاکید ان سے فرمایا کہ براہین احمدیہ دیکھنے کے واسطے میرے پاس بھیج دو۔ اور اس وقت ہی ان سے منگائی تیسری اور چوتھی جلد انہوں نے... بھیج دی۔ آپ نے اس کا مطالعہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت آپ کے مطالعہ میں رہتی تھی یہاں تک کہ دونوں جلدیں ختم کر لیں اس کے بعد آپ نے دو خط تحریر فرمائے۔ ایک خط حضرت مسیح موعود کے نام اردو میں اور دوسرا مولوی محمد صاحب کے نام فارسی زبان میں۔ مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ نے جو حالات مرزا صاحب کے سنائے تھے اب جو میں نے براہین احمدیہ دیکھی تو سب غلط ثابت ہوئے اور حضرت صاحب کا حق پر ہونا ظاہر فرمایا مگر مولوی صاحب نے خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ (اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 38،39) حضرت حاجی ولی اللہ صاحب کے متعلق حضرت شیخ خواجہ یعقوب علی عرفانیؓ لکھتے ہیں "ابتدا میں جب کہ حضرت نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا براہین احمدیہ کو ہی دیکھ کر حاجی صاحب خود لوگوں پر ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ مجدد ہیں چنانچہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب 38 یا 39 بکرمی قریباً 1883ء میں قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں تشریف لے گئے تھے اس وقت ان کے پاس براہین احمدیہ تھی وہ حاجی صاحب سنایا کرتے تھے اور بہت سے آدمی جمع ہو جایا کرتے تھے مختلف لوگوں اور مجھ سے بھی سنا کرتے تھے اور حاجی صاحب لوگوں پر یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ مجدد ہیں گو حاجی صاحب بیعت نہ کر سکے مگر ان کے بعد عزیز رشتہ دار... بھی بہت سے احمدی ہو گئے۔ (اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 41،45،46)

پڑھتے ہی معتقد ہو گئے

حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ کپورتھلہ میں رہائش اختیار کی اس طرح کپورتھلہ کے صحابہ کے ساتھ ان کا ذکر ہے۔ براہین احمدیہ پڑھتے ہی مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد ہو گئے اور جب بیعت کرنے کا اعلان شائع ہوا تو وہ بعد استخارہ فوراً بیعت کرنے کی غرض سے لدھیانہ روانہ ہو گئے اور بیعت کر لی۔ منشی فیاض علی صاحب کو بھی براہین احمدیہ شائع ہونے کے وقت سے سمجھاتے رہے تھے اور بعد بیعت کرنے کے ان کو بھی ترغیب دی اور وہ بھی بیعت کر کے 313 صحابہ کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ (روزنامہ الفضل 2/ جولائی 1931ء صفحہ 5)

تعلق محبت

حضرت میاں چراغ دین صاحب کو ابتدا ہی سے دینداری کی طرف توجہ تھی۔ خوش قسمتی سے دوست بھی نیک اور دیندار ملے۔ نیک لوگوں کے حالات اور تذکرے سننے کا بہت شوق تھا۔ محکمہ نہر میں ملازمت کا آغاز کیا اور انہی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا محبت کا تعلق پیدا ہوا۔ براہین احمدیہ کے زمانہ تصنیف میں قادیان آئے اور حضور علیہ السلام کے مہمان رہے۔ براہین احمدیہ کے مددگاروں اور خریداروں کے سلسلہ میں آپ کا نام ملتا ہے۔ آپ نے 1893ء میں باقاعدہ بیعت کر لی۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 161)

خدا نما وجود

حضرت سید میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ 1876ء سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارادت مندوں میں شامل اور آپ علیہ السلام کی خدا نما شخصیت کے مداح تھے۔ جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو انہوں نے بھی اس کا ایک نسخہ خریدا اور پھر اپنے جذبات عقیدت میں چند امور کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا منگوانے کے لیے خط لکھا۔ بعد میں یہی تعلق حضرت میر ناصر نواب صاحب کے لیے بے انتہا فخر کا موجب بنا جب ان کی بیٹی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقد میں آئیں۔ آپ نے 1892ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد بیعت کی۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 1 صفحہ 243)

جہاں پہنچنا تھا پہنچ گئے

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تقریباً پانچ سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ 25 سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور سید نذیر حسین دہلوی صاحب سے علم حدیث حاصل کیا۔ اسی طرح تفسیر فقہ اور نحو وغیرہ دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔ طب یونانی میں خاص مہارت پیدا کی اور 1865ء میں وطن واپس آ کر تحریک اہل حدیث کے پُر جوش کارکن کے طور پر کام کرتے رہے آپ کے ذریعہ سے متعدد اہل حدیث جماعتیں قائم ہوئیں۔

آپ چونکہ اردو، فارسی، عربی، پشتو اور پنجابی میں بلا تکلف گفتگو کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ سے ملنے اور استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا زبان میں بڑا اثر تھا اور ماہر طبیب ہونے کی وجہ سے لوگوں میں خاص عزت تھی جس سے ان کے کاروبار پر بھی عمدہ اثر پڑا اور مالی حالت خاصی ترقی کر گئی۔ دور دور سے شاگرد استفادہ کرنے کے لیے آتے تھے بالخصوص علم حدیث میں آپ نے کئی نامور شاگرد پیدا کیے۔ جن میں حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی، مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولوی محمد عرفان صاحب ڈونگا گلی (مری)، مولوی حشمت علی راجوری، مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی، مولوی عبدالرحمٰن صاحب کھیوال اور مولوی محمد قاری صاحب جہلمی اپنے علاقہ میں حدیث کے علماء سمجھے جاتے تھے۔

لیکن ظاہری علم آپ کو متکبر اور ظاہر پرست نہ بنا سکا۔ بلکہ باطنی ترقی کے لیے آپ کی پیاس بڑھتی رہی اور آپ روحانی استفادہ کے لیے پہلے باولی شریف کے بزرگ مولوی حیات گل صاحب و مولوی غلام رسول صاحب کے پاس ٹھہرے۔ پھر کئی سال حضرت مولوی عبداللہ غزنوی صاحب کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ بعد ازاں حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف کی مریدی اختیار کی لیکن آپ کی روحانی تسکین نہ ہوئی بلکہ سرگردانی اور بے چینی بڑھتی ہی گئی جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکہ آرا کتاب براہین احمدیہ شائع کی تو اسے پڑھ کر حضور علیہ السلام کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی مہر الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد ان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص آئندہ کچھ بننے والا ہے۔ اس لیے اسے دیکھنا چاہیے۔ اس ارادہ سے وہ 1886ء میں قادیان پہنچے مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں ہوشیار پور میں مقیم تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے ہوشیار پور کا رخ کیا۔ اور بڑی کوشش کے بعد آپ کی رہائش گاہ کا پتہ لگایا۔ دروازہ پر جا کر دستک دی اور خادم کے ذریعہ اپنے نام کی اور مقصد سے متعلق اطلاع بھجوائی جب خادم اندر گیا تو اسی وقت حضرت مولوی صاحب کو فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں آپ نے پہنچنا تھا پہنچ گئے ہیں۔ اب یہاں سے مت ہٹیں۔ خادم نے واپس آ کر معذرت کی کہ اس وقت ملاقات کی فرصت نہیں۔ اس لیے پھر کسی وقت تشریف لائیں۔ حضرت مولوی صاحب نے خادم سے کہا میرا گھر دور ہے اس لیے فرصت کے انتظار میں یہیں دروازہ پر بیٹھتا ہوں۔ خادم پھر اندر گیا اور حضور علیہ السلام کو مولوی صاحب کے جواب سے مطلع کیا۔ اسی وقت حضور علیہ السلام کو عربی میں الہام ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہمان آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنی چاہیے۔ جس پر حضور علیہ السلام نے خادم کو جلدی سے دروازہ کھول کر مہمان کو اندر لے آنے کا حکم دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا کہ یہاں سے مت ہٹیں۔ جہاں پہنچنا تھا آپ پہنچ گئے ہیں۔ (ماہنامہ انصار اللہ فروری 1974ء) چند دن وہاں رہ کر حضرت مولوی صاحب حضور علیہ السلام کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ اور بیعت کی درخواست کی مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا ابھی مجھے بیعت کا حکم نہیں ملا۔ 1892ء میں حضرت مولوی صاحب نے باقاعدہ بیعت کر لی۔ 1905ء میں ان کی وفات پر حضور علیہ السلام نے فرمایا "ایک سوزش اور جذب ان کے اندر تھا اور ہمارے ساتھ ایک خاص مناسبت رکھتے تھے۔"

کمال درجہ کی حیرت

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی ملاقات کے لیے 1887ء میں قادیان آئے آپ حضور علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "غرض میں حضرت مرزا صاحب سے رخصت ہوا چلتے وقت انہوں نے اس کم ترین کو براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ انہیں میں نے پڑھا ان کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ جناب حضرت مرزا صاحب بہت بڑے رتبے کے مصنف ہیں۔ خاص کر براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت حضرت مرزا صاحب کی ذہانت پر ہوئی۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام سے دوسری ملاقات کے لیے آپ 1894ء میں قادیان آئے اور بیعت کر لی۔ (اصحاب احمد جلد 14 صفحہ 49،118 بابت حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری ایڈیشن اول جنوری 1971ء)

پڑھنے کا شوق

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ سلسلہ احمدیہ کے پہلے اخبار نویس اور مؤرخ احمدیت ہیں۔ 1872ء میں پیدا ہوئے اور 1889ء میں بیعت کی آپ اپنے حالات میں لکھتے ہیں:

1889ء میں پہلی مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ اللہ دیا صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام نے مجھے پیش کیا اور میرے سنسکرت پڑھنے کا ذکر کیا جس کو سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت صاحب علیہ السلام کو پہلی مرتبہ یہاں ملا مگر آپ کی کتاب براہین احمدیہ 87-1886ء میں چودھری رستم علی خان مرحوم کے ذریعہ دیکھ چکا تھا۔ جب کہ وہ سارجنٹ تھے گو اس کتاب کو سمجھنے کی اس وقت قابلیت نہ تھی تاہم پڑھنے کا شوق بے حد تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 637)

براہین احمدیہ کے پریس کارکنان

براہین احمدیہ جس پریس میں شائع ہوئی اس کے کارکنان میں سے بھی ایک گروہ کو ہدایت نصیب ہوئی ان میں سے حضرت شیخ نور احمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی طباعت کے لیے مطبع سفیر ہند پریس میں انتظام کیا جس کے مالک پادری رجب علی صاحب تھے۔ انہوں نے براہین احمدیہ کی بہترین طباعت کے لیے مراد آباد سے حضرت شیخ نور احمد صاحب کو بلایا جو اپنے فن میں بہت ماہر تھے تھوڑے عرصہ میں انہوں نے پادری صاحب سے الگ ہو کر اپنا ذاتی مطبع ریاض ہند پریس کے نام سے جاری کیا اور پادری صاحب نے براہین احمدیہ کی طباعت کا کام وہی معیار قائم رکھنے کے لیے اجرت پر شیخ نور احمد صاحب کو دے دیا۔ اسی دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے پریس میں تشریف لائے اور حضور علیہ السلام سے ان کا تعارف ہوا۔ اس طرح براہین احمدیہ ہی حضرت نور احمد صاحب کو مراد آباد سے پنجاب لانے اور پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کا موجب ہوئی۔ ان کے ساتھ حضرت شیخ محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ اور منشی غلام حسین رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت شیخ نور احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب و اشتہارات کے علی العموم پرنٹر رہے۔ (حیات احمد جلد اول صفحہ 386 تا 391)

دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی

حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوری بیان فرماتے ہیں۔ 13/ جون 1886ء کا واقعہ ہے پنڈت لیکھرام پشاوری نے ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار کی مخالفت میں شائع کیا جس میں آنجناب نے ایک بشیر لڑکے کی پیدائش کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اس اشتہار میں پنڈت لیکھرام نے اپنی فطرت کے مطابق دشنام دہی اور سب و شتم سے کام لیا۔ اتفاقاً وہ اشتہار میری نظر سے بھی گزرا۔ میں نے استفسار کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں ایک کارڈ لکھا۔ لیکن وہ باعث عدم علم ایسے طرز سے لکھا گیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے معاندین میں سے تصور کیا۔ الاعمال بالنیات۔ خیر یہ گزری کہ حضرت صاحب نے چند مخلص دوستوں سے بذریعہ خط و کتابت خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا جنہوں نے ازراہ کرم حضور علیہ السلام کی تسلی کی اور لکھا کہ یہ شخص ہمیشہ سے آپ کا مداح رہا ہے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع کیا جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا کہ

ہم نے الفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

اس اشتہار کے پڑھنے اور براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعے سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں

خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں کیونکہ خداتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا یہ دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔اس نیت سے اکتوبر 1886ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا اور مغرب کی نماز میں نے مسجد مبارک میں حضرت اقدس علیہ السلام کی اقتدا میں پڑھی۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہیں بیٹھ گئے اور بطور نصیحت مختصراالفاظ میں تقریر فرمائی۔صوفی صاحب نے جماعت کے پہلے جلسہ سالانہ پر 27؍ستمبر 1891ء کو بیعت کر لی۔(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 93،94)

کتاب کو پڑھ کرلٹو ہو گئے

گوجرانوالہ کے حضرت شیخ کریم بخش صاحب اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو خداتعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطافرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے جو ان دنوں مڈل جماعت کے طالب علم تھے اپنے استاد حضرت مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی تھے انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہی ہیں۔ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ کریم صاحب سے بھی اس گفتگو کا ذکر کیا۔شیخ کریم بخش صاحب نے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا۔چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص دے دیں۔حضرت شیخ کریم بخش صاحب تو اس کتاب کو پڑھ کرلٹو ہو گئے اور فوراً قادیان جاکر بیعت کر آئے۔ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔یہ واقعہ 1891ء،1892ء کا ہے۔

یہ دونوں بھائی کیونکہ گوجرانوالہ کی ایک وسیع برادری کے افراد تھے۔اس لئے ان کی خوب مخالفت ہوئی۔مگر انہوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی...دونوں بھائی قادیان گئے اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی دستی بیعت کر لی۔(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 139-140)

چودھویں کا چاند

حضرت منشی گلاب دین صاحب روہتاس (جہلم) جب 44سال کے ہوئے تو ان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حضرت منشی صاحب کی ہمشیرہ رانی زوجہ علی بخش مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اور ہر طرف روشنی پھیل گئی ہے۔انہوں نے صبح اٹھ کر اپنی خواب حضرت منشی صاحب کو سنائی اور صرف اتنا کہا کہ مہدی آ گیا ہے اس کو ڈھونڈو۔

اس کے کچھ دن بعد حضرت منشی صاحب کے ایک نہایت متقی شاگرد سید غلام حسین شاہ صاحب نے جو جہلم کچہری کے محکمہ مال میں ملازم تھے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار اور دو کتب مطالعہ کے لیے بھیجیں کہ غور سے ملاحظہ کریں۔اور دیکھیں کہ مصنف کس شان کا شخص ہے۔جب آپ نے وہ کتابیں دیکھیں جن میں ایک کتاب براہین احمدیہ تھی آپ نے اپنی ہمشیرہ سے کہا کہ مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہوگئی ہے امام مہدی کا ظہور ہو گیا ہے۔جب کتاب کا مطالعہ کیا دوران مطالعہ آپ کو کچھ مشکل پیش آئی تو آپ اپنے ایک دوست میاں اللہ دتہ صاحب کے پاس گئے جو ناخواندہ ہونے کے باوجود بڑے ذہین، دانا اور نیک سیرت انسان تھے۔انہوں نے کہا مولوی صاحب آپ صبر سے کام لیں کہیں جلدی میں صادق کا انکار نہ ہو جائے۔(الفضل قادیان 7؍جنوری 1921ء)

جب حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی قادیان اور ہوشیار پور جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے بعد واپس جہلم آئے تو منشی گلاب دین صاحب آپ کے پاس گئے اور اپنی ہمشیرہ کی خواب اور کتب کے مطالعہ کا ذکر کیا تو مولوی برہان الدین جہلمی نے کہا کہ جس کی ہمیں انتظار تھی وہ قادیان میں پیدا ہوگیا ہے جاؤ تم بھی دیکھو اور تسلی کر لو۔اس پر منشی گلاب دین صاحب نے کچھ اعتراض کیا تو غصہ میں آ کر فرمایا کہ ”پہلے انہیں جا کر دیکھو پھر آ کر میرے ساتھ بات کرنا۔“یوں آپ نے قادیان کا سفر اختیار کیا۔آپ کے ہمراہ آپ کے ایک قریبی رشتہ دار ملک غلام حسین صاحب قادیان گئے۔جب بٹالہ پہنچے تو آپ کی ملاقات مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ہوئی۔مولوی محمد حسین بٹالوی نے آمد کے بارے میں پوچھا تو علم ہوا کہ یہ دونوں آدمی مرزا صاحب کی ملاقات کے لیے روہتاس جہلم سے آئے ہیں۔مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان دونوں کو کافی بہکایا۔قریب تھا کہ آپ واپس چلے جاتے مگر اس خیال سے کہ واپس جاکر کیا بتائیں گے بٹالہ سے صبح سویرے سفر شروع کیا اور قادیان جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے (جب کہ آپ سیر کر کے واپس آ رہے تھے) ملاقات ہوئی۔آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر واپس آ گئے تو منشی گلاب دین صاحب اور ملک غلام حسین صاحب نے بیعت کا خط لکھ دیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بذریعہ خط آپ کی بیعت بتاریخ 8؍ستمبر 1892ء کو منظور فرمائی آپ کا بیعت نمبر 352درج ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف انجام آتھم میں مندرجہ فہرست 313 اصحاب میں آپ کا نمبر 34 ہے۔

(ماہنامہ انصاراللہ جنوری 2002ء)

عالم ربانی

وزیر اعظم پٹیالہ خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو وہ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے اور اس کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔آپ بصد ذوق و شوق براہین احمدیہ پڑھتے اور دوسروں سے پڑھوا کر سنتے اور گھنٹوں محظوظ ہو کر زبان سے بار بار فرماتے فی الحقیقت یہ شخص علمائے ربانی میں سے ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سفر پٹیالہ کے ایمان افروز حالات جناب مرتضیٰ حسن خان صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہوں:”وزیر صاحب کی دعوت پر حضرت اقدس علیہ السلام جون 1888ء میں پٹیالہ تشریف لے گئے۔آپ حضرت کی آمد پر جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ریاست میں اعلان کیا کہ ہمارے ایک عالم ربانی تشریف لا رہے ہیں۔ان کی زیارت کے لئے سب کو آنا چاہیے...حضرت تشریف لائے تو آپ کا استقبال اس شان و شوکت سے کیا گیا جس طرح بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کا کیا جاتا ہے ریاست کے دستور کے مطابق ہاتھی اور گھوڑے لے کر اسٹیشن پر گئے اور ایک شاندار جلوس حضرت اقدس کے استقبال کے لیے مرتب کیا گیا۔

وزیر صاحب فرماتے ہیں دنیا کے لوگوں کی عزت تو کی ہی جاتی ہے مگر اصل عزت کے لائق تو یہ لوگ ہیں جو دین کی جائے پناہ ہیں۔استقبال کے لیے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع تھے۔لوگ شوق زیارت سے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے کہتے ہیں کہ اس قدر خلقت کا اژدہام تھا کہ پٹیالہ کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر حضرت ہیں کہ اس ظاہری شان و شوکت کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھتے۔اور نہ کسی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں نہ کوئی فخر ہے نہ غرور نہ تکبر۔وہی سادگی وہی منکسر المزاجی جو جبلت میں خدا نے ودیعت فرمائی تھی اب بھی عیاں ہے۔آنکھیں حیا سے نیچے جھکی ہوئی ہیں۔لب ہائے مبارک پر ہلکا ہلکا تبسّم ہے۔چہرہ مبارک پر انوار الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔گویا ابھی غسل کر کے باہر نکلے ہیں دیکھنے والوں کی نظر آپ پر پڑتی ہے تو سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔چاروں طرف سے السلام علیکم السلام علیکم کی آواز آتی ہے آپ کمال وقار سے ہر ایک کا جواب دیتے اور دونوں ہاتھوں سے اور کبھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔“(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 330)

محبت کا جوش پیدا ہو گیا

حضرت حکیم محمد حسین صاحب المعروف مرہم عیسی اپنے احمدی ہونے کا باعث یہ بیان کیا کرتے تھے کہ آپ سرسید احمد خان صاحب مرحوم کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔اس کے بعد آپ نے حضرت صاحب کا تذکرہ سنا اور کچھ اشتہارات بھی دیکھے۔براہین احمدیہ بھی پڑھنے کا موقع ملا۔اس سے آپ کے دل میں حضرت کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور آپ قادیان تشریف لے گئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وساطت سے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 132)

دہریت کافور ہوگئی

حضرت میاں محمد دین صاحب جن کا نام 313 صحابہ میں تیسرے نمبر پر ہے۔ان کی ہدایت کا موجب بھی براہین احمدیہ بنی۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب کے تعلقات حضرت منشی جلال الدین صاحب بلانوی کے بیٹوں سے تھے۔1893ء میں حضرت منشی جلال الدین صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام (313 صحابہ میں نمبر اوّل پر) نے سیالکوٹ سے اپنے بیٹوں کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب اپنے گھر گجرات بھجوائیں۔حضرت منشی صاحب کے بڑے بیٹے مرزا محمد قیم صاحب نے ان کتب کا ذکر حضرت میاں محمد دین صاحب سے کیا اور کہا کہ تم دوسری کتابیں پڑھتے رہتے ہو یہ بھی پڑھ کر دیکھ لو۔

حضرت منشی صاحب نے فتح اسلام اور توضیح مرام کے بعد براہین احمدیہ پڑھنی شروع کی تو ساری دہریت اترنی شروع ہوگئی خود فرماتے ہیں:

براہین کیا تھی آب حیات کا بحر ذخار تھا۔براہین احمدیہ کیا تھی ایک تریاق کوہ لانی یا تریاق اربعہ دافع صرع ولقوہ تھا۔براہین احمدیہ کیا تھی ایک عین روح القدس یا روح مکرم یا روح اعظم تھا۔براہین احمدیہ کیا تھی یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ تھی ایک نور خدا تھا جس کے ظہور سے ظلمت کافور ہوگئی۔

آریہ برہمو و دہریہ لیکچراروں کے بد اثر نے مجھ جیسے اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا اور ان کے اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتے ہوئے صفحہ 90 کے حاشیہ نمبر 1 پر اور صفحہ 149 کے حاشیہ نمبر 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ کھل گئی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔

سردی کا موسم جنوری 1893ء کی 19؍ تاریخ تھی۔آدھی رات کا وقت تھا کہ جب میں ہونا چاہیے اور ہے کے مقام پر پہنچا پڑھتے ہی معاً توبہ کی۔کورا گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑھا تھا سرد پانی سے تہ بند پاک کیا۔میرا ملازم مسمی منگتو سو رہا تھا وہ جاگ پڑا۔وہ مجھ سے پوچھتا تھا کیا ہوا کیا ہوا۔لاچاتہ بند مجھ کو دو میں دھو دیتا ہوں مگر میں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہوگیا۔اور گیلا لاچا پہن کر نماز پڑھنی شروع کی۔اور منگتو دیکھتا گیا۔

محویت کے عالم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو تھک کر سو گیا اور میں نماز میں مشغول رہا۔پس یہ نماز اسی براہین احمدیہ نے پڑھائی کہ بعد ازاں آج تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔صبح ہوئی تو میں وہ محمد دین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔حضرت قبلہ منشی مرزا جلال الدین صاحب بلانے تشریف لائے تو ان سے پتہ پوچھ کر بیعت کا خط لکھ دیا 1895ء میں حضرت مسیح موعودؑ سے دستی بیعت کی۔(رجسٹر روایات صحابہ حضرت اقدسؑ جلد 7 صفحہ 46،47)

عقیدت مند

علی گڑھ میں ایک بزرگ سید محمد تفضّل حسین صاحب تحصیل دار رہتے تھے جنہیں ”زمانہ براہین احمدیہ“ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت تھی۔وہ کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں علی گڑھ میں تشریف لانے کی درخواست کر چکے تھے اسے حضور علیہ السلام نے قبول فرمایا۔اور آپ اپریل 1889ء میں لدھیانہ سے علیگڑھ تشریف لے گئے۔اس سفر میں حضور کے ہمراہ آپ کے خدام میں سے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری۔میر عباس علی صاحب۔اور حافظ حامد علی صاحب تھے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سید محمد تفضّل حسین صاحب تحصیلدار کے ہاں ٹھہرے جو ان دنوں دفتر ضلع میں سپرنٹنڈنٹ تھے آپ نے 7؍اپریل 1889ء کو بیعت کی سعادت حاصل کی 313 اصحاب کبار میں آپ کا نام ہے۔(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 376)

سانس اچھلنے لگا

حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی (خلف

الصدق حضرت مولانا محمود الحسن صاحب) آپ کے واقعہ بیعت کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھ کو ایام جوانی میں صوفیا کے گروہ سے کوئی خاص عقیدت حاصل نہ تھی لیکن والد صاحب کو اس قدر عشق الٰہی تھا کہ ہروقت اور ہرلحظہ روتے رہتے تھے۔ یہ اسی عشق الٰہی کی برکت ہے کہ مجھ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ ورنہ جوانی میں نیچریانہ خیال رکھتا تھا۔ نماز روزے کی طرف کوئی رغبت نہ تھی۔ ایسی حالت میں بغیر ذاتی نیک اعمال کے کسی مخفی تصرف الٰہی کے ذریعہ صحابہ کی جماعت میں شامل ہونا خدائے ذوالجلال کا خاص فضل وکرم اور اس کی موہبت الٰہی کے نزول کی وجہ صرف والد صاحب کا وہ عشق الٰہی ہی معلوم ہوتا ہے۔

ایک دفعہ والد صاحب اپنے سسرال میں والدہ صاحبہ کو پہنچانے پٹیالہ آئے نانا جان شیخ فخرالدین صاحب اس وقت مجسٹریٹ تھے نانا جان صاحب نے براہین احمدیہ کا ایک نسخہ یہ کہہ کر دیا کہ مولوی صاحب پنجاب میں ایک بزرگ دہریوں اور بالخصوص سرسید صاحب جیسوں کے سر کچلنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ والد صاحب نے بہت بے رغبتی سے کتاب لے لی۔ لیکن جب جلی قلم میں اشتہار دیکھا اور پڑھا تو فرماتے تھے کہ میرا سانس سینے میں اچھلنے لگا۔ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ واقعی یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور معلوم ہوتا ہے والد صاحب کتاب کو ساتھ لے گئے اور کتاب کا کئی دفعہ مطالعہ کیا کچھ عرصہ بعد پھر پٹیالہ آئے اور نانا جان صاحب کو کتاب واپس کرنی چاہی لیکن نانا جان صاحب نے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص بے دین ہو گیا ہے۔ کیوں کہ نبوت کا مدعی ہے۔ اب اس کتاب کو آپ ہی رکھیں اس وقت والد صاحب کے دل میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا بے حد اشتیاق پیدا ہوا خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر تیرے مقدرات میں قریب ہی میری موت مقدر ہے تو اپنے فضل سے اس وقت تک زندہ رکھ کہ اس مہینہ کی مجھے تنخواہ مل جائے۔ اور میں اس مقدس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تنخواہ ملنے پر آپ لودھیانہ روانہ ہو گئے اور حضرت اقدس علیہ السلام میں باریابی حاصل کی اس وقت چند احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے جن میں ایک بزرگ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی بھی تھے آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ (الحکم 21/ اکتوبر 1934ء)

زیارت اور بیعت

حضرت حکیم انوار حسین صاحب شاہ آبادی ابن مولوی ظہوری صاحب نے 1889ء میں لدھیانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور بعد ازاں براہین احمدیہ پڑھ کر اور خط وکتابت سے 1894ء یا 1895ء میں بیعت کی۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 24/ اگست 1999ء)

پڑھتے ہی

حضرت حکیم مولوی وزیر الدین صاحب میں مکیریاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے آپ کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ”آئینہ کمالات اسلام“ اور ”ضمیمہ انجام آتھم“ میں دونوں جگہ 313 اصحاب میں شامل فرمایا۔ آپ حضور علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے بہت پہلے سے حضور علیہ السلام کے معتقد تھے۔ اور براہین احمدیہ پڑھتے ہیں بیعت کی درخواست کر چکے تھے لیکن اس وقت حضور علیہ السلام کو بیعت لینے کا حکم نہیں ملا تھا۔ (البدر 30/ ستمبر 1999ء)

براہین احمدیہ کا حوالہ

حضرت محمد حسین صاحب ٹیلر ماسٹر بیان کرتے ہیں کہ مجھے بچپن سے کشتی دیکھنے کا شوق تھا۔ ایک دن کشتی دیکھ کر آیا۔ ایک گھر میں کوئی مہمان لاڑکانے سے آیا ہوا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ وہاں کے کوئی حالات سناؤ۔ اس مہمان نے کہا کہ وہاں پر ایک مولوی نے تقریر کی ہے کہ زیادہ تعلیم پڑھنے سے دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ قادیان میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میں خدا ہوں۔ میں نے کہا کہ حوالہ دو۔ اس مہمان نے کہا براہین احمدیہ میں ہے۔ ایک احمدی کو تلاش کیا گیا وہ محمد حیات تھے وہ چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس براہین احمدیہ ہے۔ محمد حیات صاحب نے کہا ہے کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا خدا میرے میں ہے اور میں خدا میں ہوں میں نے اس مہمان سے کہا کہ یہ تو معمول کی بات ہے۔ جو شخص شیطانی خیالات کا حامل ہو اسے مجسم شیطان کہہ دیا جاتا ہے جو رحمانی خیالات کا حامل ہو اسے رحمانی کہہ دیا جاتا ہے اس شخص نے کہا کہ لو بھائی یہ بھی مرزائی ہو گیا۔ میں نے کہا کہ مرزائی تو بہت اچھی چیز ہے۔ روئی دار ہوتی ہے۔ اگر کسی کو نمونیا ہو جائے تو اس کے گلے میں پہنا دیتے ہیں۔ میں اپنی دکان پر آ گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ امام مہدی آ گیا ہے۔ میں قادیان کے لیے روانہ ہوا۔ رات کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا جب میں بٹالے پہنچا۔ قیام کی کوئی جگہ نہ تھی۔ حیران پریشان مسافر خانے کے برآمدے میں کھڑا تھا ایک آدمی اندر سے نکلا اس نے پوچھا کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا جانا تو میں نے سکھر ہے مگر اب قادیان جاتا ہوں۔ وہ مجھے ایک احمدی حسین بخش کے گھر لے گیا۔ صبح قادیان روانہ ہونے لگا لیکن میزبان نے اصرار کیا کہ جب تک آپ کھانا کھالیں آپ کو جانے نہ دوں گا۔ وہ بازار گئے اور سبزی وغیرہ لائے اور پکا کر روٹی کھلائی۔ یکہ پر بٹھایا اور کہا قادی کی سواری ہے۔ یکہ والے سے پوچھا کرایہ کیا لو گے۔ یکہ والے نے کہا آڑھائی آنا کرایہ ہے۔ پہلے دو سواری بیٹھی تھیں۔ تیسرا میں ہو گیا۔ ایک آدمی جس کی بہت لمبی داڑھی تھی وہ بھی بیٹھا تھا۔ اس نے پوچھا کس جگہ جانا ہے۔ میں نے کہا حضرت امام مہدی کی زیارت کو جا رہا ہوں۔ اس لمبی داڑھی والے نے کہا پتہ نہیں لوگ کیوں آتے ہیں۔ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ میں نے استغفار کیا۔ قادیان پہنچے تو وہ آگے تھا اور میں پیچھے۔ وہ مرزا گل محمد کے احاطے کی طرف مڑ گیا۔ میں وہاں کھڑا تھا ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں نے بتایا اور پھر پوچھا یہ جو شخص مجھ سے آگے تھا یہ کون ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ مرزا امام الدین ہے۔ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو حضرت مولوی صاحب نے میرا بازو پکڑ کر کہا جو آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہی آگے بڑھتے ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور اپنے بچپن کے حالات سناتا رہا حضور علیہ السلام میرے حالات سنتے رہے۔ میں نے اپنے چھوٹے بھائی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ اخبار بدر بھی لگوایا۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حاصل کیں۔ واپس گیا تو میرا بھائی ان کتب کو ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا کہ ان کتب میں جادو بھرا ہے۔ جو بھی ان کو ہاتھ لگائے گا وہ مرزائی ہو جائے گا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ اگست 2000ء)

دل کی کھڑکیاں کھل گئیں

محترم خواجہ کمال الدین صاحب (متوفی 28/ دسمبر 1932ء) کی بیعت کے پرکیف واقعہ سے ”براہین احمدیہ“ کی زبردست اعجازی قوتوں اور کرشمہ سازیوں کی ایک تاریخی اور علمی جھلک خوب نمایاں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے بی اے ایل ایل بی تھے۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ تھے اس لیے دماغ میں دنیا کی ترقیات کی تمناؤں میں مذہب کو کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ مثل ہے جوانی دیوانی خواجہ کمال الدین صاحب پر اس دیوانی کا بھی اثر تھا۔ یہاں تک کہ آزاد روی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ کچھ تو مشن کالج کے مشہور پادری پرنسپل ڈاکٹر یوانگ اور ان کے ہم مشربوں کا اثر اور کچھ طبیعت کی معقول پسندی نے یہ خیال دماغ پر مستولی کر دیا کہ جب دنیا ہی مقصود خاطر ہے اور مذہب ایک لغویت ہے تو پھر کیوں نہ عیسائی مذہب اختیار کیا جائے جس کے پیرووں کی وجاہت وحکومت اور جس کی سوسائٹی کا تعیش و تنعم آج اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جب پادری یوانگ اور دوسرے پادریوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اور بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دیے اور اب یہ عالم ہوا کہ ڈاکٹر یوانگ اور پادریوں کی دعوتیں خواجہ صاحب کے گھر ہوتی تھیں۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب دن رات ان کے ہاں مدعو رہتے تھے۔ اور بائبل کے تبلیغی جلسوں اور محفلوں میں عیسائیت کی تائید کرنا خواجہ کمال الدین کا کام تھا جہاں کوئی اور متنازعہ امر درمیان میں آیا اور کسی نے پادریوں پر اعتراض کیا اور ڈاکٹر یوانگ نے خواجہ صاحب کو مخاطب کیا اور یہ فوراً تصدیق و تائید کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اب یہ ہوا کہ باقاعدہ بپتسمہ لینے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

ادھر جناب الٰہی کی رحمت نے دستگیری کی تیاری شروع کر دی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کی کتاب براہین احمدیہ خواجہ صاحب کے ہاتھ پڑ گئی یہ کتاب کس طرح ان تک پہنچی مجھے علم نہیں مگر کتاب پہنچی اور خواجہ صاحب نے پڑھی خدا جانے کیا اثر قلب پر پڑا دنیا ہیچ نظر آنے لگی اور خدا کی معرفت کی روشنی کے لئے دل کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ خواجہ صاحب جس آگ کے گڑھے میں گرنے کی تیاریاں کر رہے تھے وہ اب صاف عیاں نظر آنے لگا۔ اپنے انجام کا سوچ کر کانپ اٹھے اور اپنی بد اعتقادی اور بد اعمالیوں سے توبہ کی پادری یوانگ کی محفل میں جو آج جانا ہوا تو وہ حسب معمول اپنی تبلیغی مجلس میں عیسائیت کو پیش کر کے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیوں خواجہ صاحب میں نے ٹھیک کہا؟ خواجہ صاحب نے بیٹھے بیٹھے اس خیال کی ایسی تردید کی کہ پادری حیران رہ گیا۔ جلدی سے کہنے لگا۔ خیر خیر خواجہ صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے پادری نے اس کے فوراً بعد مجلس برخاست کر دی اور علیحدہ جا کر خواجہ صاحب سے اس کا سبب پوچھا کہ آج آپ نے عجیب طرح کے خیالات کا اظہار کیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میرا مذہب اب تک فقط دنیا طلبی تھا اور اس کے لیے اس عیسائیت سے بڑھ کر مجھے کوئی مذہب نظر نہیں آیا تھا اس لئے میں عیسائی ہونے کے لئے تیار تھا۔ لیکن میں نے ایک مرد خدا کی کتاب پڑھی ہے اس سے مجھے دنیا ہیچ نظر آنے لگی ہے اور اس کتاب نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ دین اسلام کے سوا آج کوئی مذہب مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے کیوں کہ صرف وہی ایک مذہب ہے جو خدا تک آج بھی بندہ کو پہنچاتا ہے اور یہی مذہب کی غرض وغایت ہوسکتی ہے۔ بس میں اس کتاب کو جس کا نام براہین احمدیہ ہے پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں اور یہ وہ اسلام ہے جو ماں باپ کے گھر سے نہیں بلکہ علم وحکمت کے در سے مجھے ملا ہے اس لیے میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔

براہین احمدیہ اور حضرت مرزا غلام احمد کا نام نامی کفر کے لیے موت کی گھنٹی تھی پادری اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ان کا یہ شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن بایں ہمہ ابھی خواجہ صاحب کے دل میں طرح طرح کے وساوس موجزن تھے اور بداعمالیوں اور بگڑی ہوئی عادتوں کو چھوڑنا خواجہ صاحب کے لیے آسان کام نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان سے ملتان تشریف لے جا رہے تھے۔ امرتسر کے اسٹیشن پر خواجہ صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلاف معمول خواجہ صاحب کو زور سے سینے سے لگایا اور خواجہ صاحب کی بیعت بھی لے لی یہ غالباً 1893ء کا واقعہ ہے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینے سے لگتے ہی میرے دل کو ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون حاصل ہوا اور وساوس تو سینے سے یوں دھل گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں اور میرا دل یقین اور معرفت کی لذت سے بھر گیا اور ہر ایک بری بات سے یک قلم نفرت ہو گئی اور وہ ٹھنڈک تو مہینوں مجھے قلب میں محسوس ہوتی رہی اور عبادت کا وہ ذوق وشوق پیدا ہو گیا کہ شب بیداری تہجد اور نمازوں میں خشوع وخضوع کا وہ عالم ہوا کہ کسی طرح ان چیزوں سے سیری نہ ہوتی تھی غرض کہ تقویٰ اور عبادت کا ایسا رنگ غالب ہوا کہ ہم نشینوں کو حیرت ہو گی صحیح راستے پر لگنے سے دماغ کے فطری جوہر بھی کھلنے لگے۔ (تذکرہ انصار احمدیہ حصہ اول صفحہ 48 ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

میری کتاب پڑھو

محترم مرزا سردار محمد صاحب نے 1953ء میں احمدیت قبول کی آپ فدائی احمدی تھے۔ اپنی ساری برادری میں سے آپ اکیلے خوابوں کے ذریعے احمدی ہوئے۔ آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ شخص خواب میں آئے جو فرما رہے تھے ”مرزا سردار محمد مجھے پہچانو“ میں ہی امام وقت مہدی و مسیح موعود ہوں اور میری یہ کتاب (براہین احمدیہ کی طرف اشارہ کیا) پڑھو۔ آپ ان دنوں لیہ شہر میں مقیم تھے۔ آپ نے اس خواب کا ذکر وہاں کے اسٹیشن ماسٹر صاحب

جو کہ احمدی تھے سے کیا۔ اور اسٹیشن ماسٹر صاحب سے دریافت کیا آپ کے مرزا صاحب اس حلیہ کے ہیں اسٹیشن ماسٹر صاحب نے اس بات کی تائید کی اور آپ نے براہین احمدیہ کے بارے میں دریافت کیا اور پڑھنے کے لئے اسٹیشن ماسٹر صاحب سے مانگی۔ اسی طرح آپ کی خوابوں کا اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے مطالعہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور آخر 1953ء میں آپ نے احمدیت قبول کرلی۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 24؍دسمبر 2001ء صفحہ 5)

حقانیت روشن ہوگئی

بھارت کے مولانا عبدالرحیم صاحب شہید اپنی قبول احمدیت کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ 1980ء میں الہ آباد بورڈ سے عربی ادب میں فضیلت کی سند حاصل کی 1981 میں دارالعلوم دیوبند سے حدیث کا دور مکمل کیا اور دوبارہ دارالعلوم دیوبند سے حدیث کا دور مکمل کیا۔ پھر بنگال کے مختلف مدارس میں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور 1990ء سے 1995ء تک صدر مدرس وفاق الحدیث کے عہدہ پر قائم رہے پھر پنجاب آئے تو پہلے پنجاب میں احمدیت کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے اور پھر ہماچل پردیش و ہریانہ میں بھی احمدی مبلغین کا تعاقب کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس وقت حسد و عناد میں مخالفین احمدیت کی کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کہ اچانک نفس لوامہ نے ابھرنا شروع کیا۔ اور پھر عقل سلیم کے تقاضے پر احمدی کتب کا مطالعہ کرنے کی خواہش بھی پیدا ہوئی۔

بہت تلاش کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو تصانیف براہین احمدیہ اور حقیقۃ الوحی دستیاب ہوئیں تو ان کے مطالعہ سے حقانیت ان پر روشن ہوگئی چنانچہ 1997ء میں پورے انشراح سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق مل گئی۔ (الفضل انٹرنیشنل لندن 13؍اپریل 2001ء)

حجت پوری ہوگئی

محترم مولوی عزیزالرحمن منگلا صاحب چک منگلا کے رہنے والے تھے۔ جو ریلوے اسٹیشن سوبھا گہ ضلع سرگودھا کے عین مشرق میں دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عرصہ ہوا ایک جید عالم اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل پیر منور الدین صاحب (ساکن بھوچھال کلاں ضلع جہلم) اس گاؤں میں رہائش پذیر ہوگئے۔ اور وہاں ایک مدرسہ جاری کردیا جس میں اردگرد کے طلباء نے کافی تعداد میں داخل ہوکر تحصیل علم کیا۔ محترم مولوی عزیز الرحمن صاحب منگلا نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد مذکورہ مدرسہ میں داخل ہوکر ابتدائی طور پر عربی علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں ایک مشہور عالم مولوی نصیر الدین ساکن چکڑالہ پھر مکرم مولوی حبیب الرحمن صاحب ساکن کھلانٹ ضلع ہزارہ سے صرف و نحو، فقہ وکتب حدیث پڑھیں۔ محترم مولوی صاحب موصوف کو احمدیت کا تعارف اس طرح ہوا کہ ان کے استاد مکرم پیر منور الدین صاحب ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے علماء سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلہ میں وہ مکرم مولوی محمد علی صاحب امیر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے پاس بھی احمدیہ بلڈنگ تشریف لے گئے۔ وہاں ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے متعلق بات چیت ہوئی۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کو کافی تعداد میں کتب اپنی گرہ سے خرید کر پیش کیں۔ واپس آکر مکرم پیر صاحب نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ محترم مولوی عزیز الرحمن صاحب چونکہ ان کی لائبریری کے منتظم تھے اس لیے ان کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ نے اپنے مطبوعہ سوانح عمری میں تحریر فرمایا ہے: ''عام طور پر میں ایک کتاب پڑھتا جاتا تھا اور پیر صاحب لیٹے لیٹے سنتے جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ براہین احمدیہ کے پہلے حصہ سے لے کر 1899ء تک کی تمام کتابیں ہم نے خوب مطالعہ کرلیں ان کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہم بہت نیک خیالات رکھتے تھے اور اس بارہ میں ہم دوسرے علماء سے مذاکرے کرتے رہتے تھے۔

ہوتے ہوتے پیر صاحب کے تمام مریدوں کے عقائد پختہ ہوگئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نیک انسان ہیں لیکن ہمیں ان کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو نیک بزرگ مانتے ہوئے ہمیں اپنی پیری مریدی کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیے۔ ایک مرید کی دعوت پر پیر منور الدین صاحب سلانوالی تشریف گئے۔ وہاں تقسیم ملک کے بعد کافی مہاجر آباد ہو چکے تھے اور وہ لوگ ہمارے عقائد سے واقف ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہمیں مرزائی مشہور کردیا۔ اور ہمارے ساتھ مناظرہ کی طرح ڈالی۔ پیر منور بھی جوشیلے آدمی تھے انہوں نے لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب اپنے تمام دعاوی میں سچے ہیں۔ اس پر مناظرہ رکھا گیا۔ انہوں نے راتوں رات مولوی بلا لیے۔ ہمیں نہ اس قسم کے مناظروں کا پتہ۔ نہ پورے دلائل کا علم۔ بہرحال دوسرے دن عبداللہ معمار امرتسری ان کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ اور خاکسار عزیز الرحمن پیر صاحب کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ مجھے کہیں سے احمدیہ پاکٹ بک بھی مل گئی۔ ویسے بھی وفات مسیح کے دلائل ایک کاپی پر جمع کر رکھے تھے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے مناظرہ بہت اچھا رہا۔ اور یہ بھی عجیب قسم کا مناظرہ تھا نہ احمدی نہ لاہوری نہ قادیانی اور وفات مسیح اور صداقت حضرت مرزا صاحب پر ہم لوگ مناظرہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل میں خدا تعالیٰ ہمیں ٹریننگ دے رہا تھا کہ تم نے احمدی بن کر دعوت الی اللہ کرنی ہے۔ ابھی سے تیاری اور مشق کرلو۔

انہی ایام میں ربوہ مرکز احمدیت جب ہمارے علاقہ میں آباد ہونا شروع ہوا اور سرگودھا شہر میں بھی کافی احمدی احباب آنا شروع ہوئے تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تصنیفات اکٹھی کرنی شروع کیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم پڑھی۔ حقیقۃ الوحی پڑھی۔ نبوت کا مسئلہ حل ہوگیا۔ ان دنوں میں نے مسئلہ مصلح موعود۔ مسئلہ خلافت پر لٹریچر پڑھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر حق واضح کردیا کہ خلافت برحق۔ اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کی روشنی میں مصلح موعود میرا پیارا محمود ہے۔

اس کے بعد میرا اور میرے استاد پیر صاحب کا اختلاف شروع ہوا۔ پیر صاحب اسی عقیدہ پر جم گئے تھے مرزا صاحب نبی نہیں اور نہ ہی خلافت کی ضرورت ہے اور نہ ہی بیعت کی ضرورت ہے۔ اور خاکسار ان مسائل کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اب میں اعتقادی احمدی ہو چکا تھا۔ لیکن پیر صاحب کو چھوڑنا بھی بہت مشکل تھا۔ کیونکہ ان کے ہم پر بہت سے احسانات تھے اور ان کا رعب بھی اتنا تھا کہ ان کو چھوڑنا کارے دارد تھا۔ لیکن لٹریچر کے ذریعہ سے اب حق واضح ہو چکا تھا۔ میں ایک دفعہ لاہور گیا وہاں جودھامل بلڈنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1947ء کی ہجرت کے بعد رہائش پذیر تھے۔ شام کی نماز میں نے حضرت مصلح موعود کی اقتداء میں ادا کی اور مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب نے میرا تعارف حضرت مصلح موعود سے کروایا۔ نماز کے بعد ان دنوں حضور نفسیات پر کچھ لیکچر دیا کرتے تھے اور کافی دوست جمع ہو جایا کرتے تھے۔ حضور رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اور حضور کے طرز گفتگو نے مجھے کچھ ایسا گرویدہ کیا کہ میں رونے لگ گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے علاقہ پوچھا اور تعلیم پوچھی میں نے سب کچھ بتایا۔ لیکن اس ملاقات اور حضور کی نگاہ نے مجھے اپنا مطیع بنالیا۔ اب میں نے علیحدگی میں پیر صاحب سے بات چیت بہت مؤدبانہ انداز میں شروع کی اور اپنے دلائل دینے شروع کیے کہ خدا کے مامور کے مقابلہ میں آپ کو اپنی گدی چھوڑ دینی چاہیے اور بیعت میں شامل ہونا چاہیے۔ لیکن یہ قدم پیر صاحب کے لئے اٹھانا بہت ہی مشکل تھا۔ اور ہمیں پیر صاحب کا چھوڑنا بہت مشکل تھا۔ اسی کشمکش میں 1950ء میں میں نے حج کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس سفر میں میری ایک غرض یہ تھی کہ اس معاملہ کے متعلق مقامات مقدسہ پر جاکر دعا کروں گا مجھے بیس دن کراچی ٹھہرنا پڑا کیوں کہ ہمارا جہاز لیٹ ہوگیا تھا۔ میں جمعہ کی نماز احمدیہ ہال کراچی میں جاکر پڑھتا۔ اور رات دن سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کرتا۔ مجھے یاد ہے کہ دعوت الامیر اور ذکر الٰہی میں نے وہاں ہی کسی احمدی دکاندار سے خریدی تھیں اور سفر حج پر ساتھ لے گیا۔ ہاں مرقاۃ الیقین بھی ہر وقت میں اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اس کا ہر وقت مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ سن رکھا تھا کہ خانہ کعبہ پر پہلی نظر ڈالتے وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا میں نے دو دعائیں مانگیں۔

1۔ خدایا عمر بھر جو دعا مانگوں وہ قبول فرمانا 2۔ جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہونا اگر تیری رضا کا موجب ہے تو مجھے ضرور داخل فرمانا۔ یوں تو بیت اللہ۔ مدینہ منورہ۔ منیٰ۔ میدان عرفات وغیرہ تمام مقامات مقدسہ پر دعائیں کیں۔ لیکن یوم عرفہ یعنی حج کے دن تو خصوصاً دعاؤں کا موقع ملا۔ عرفات کے میدان میں تقریباً میں آٹھ نو بجے پہنچ گیا تھا۔ دوپہر کے بعد ظہر وعصر جمع کر کے احرام کی حالت میں ایک مشکیزہ پانی کا کندھے پر ڈالے اور کاپی دعاؤں کی ساتھ لیے ایک چھتری لے کر جبل رحمت پر چڑھ گیا۔ جہاں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اس مقام پر حج کے دن کھڑے ہوکر قرآنی دعاؤں اور احادیثی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے خدا سے یوں مخاطب ہوا۔

مولا کریم میں گناہ گار پاکستان سے تیرے اس متبرک مقام پر اس لئے آیا ہوں کہ میرے گناہ بخش اور اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تیرا سچا مسیح موعود ہے اور اس کی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے تو مجھے اس کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے مالک اگر قیامت کے روز تو مجھ سے سوال کرے گا کہ تو نے مسیح موعود کو کیوں نہ مانا۔ تو اس کا ذمہ دار اب تو ہوگا۔ میں روتے گرتے پڑتے تیرے در پر پہنچ گیا ہوں۔ اب آئندہ کا راستہ تو کھول۔ جو حالت دعا اور حالت گریاں اس وقت مجھ پر طاری ہوئی وہ مجھے ساری عمر نہیں بھولے گی۔۔ واپس آکر دو سال متواتر پیر صاحب سے بحث و مکالمہ ہوتا رہا۔

اور اس عرصہ میں مجھے کئی خوابیں بھی آئیں۔ جن کو میں نوٹ کرلیتا۔ اور میری عقیدت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے روز بروز بڑھتی گئی۔ آخر میں نے حتمی فیصلہ کرلیا۔ اور خدا تعالیٰ نے میرے اندر قوت بھر دی کہ خواہ اب پیر صاحب ناراض ہوں اب خدا تعالیٰ نے عقلی، علمی، روحانی طور پر مجھ پر حجت پوری کردی ہے اب اگر مداہنت سے کام لوں تو شاید سلب ایمان کا معاملہ نہ ہو جائے۔ پس 1954ء کے جلسہ سالانہ پر یہ خاکسار حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور دستی بیعت سے مشرف ہوا۔ اور میرے ساتھ رائے اللہ بخش صاحب ولد احمد منگلا نے بھی بیعت کی۔ اور بعد میں خاکسار کے ذریعہ سے پیر منور الدین کے تمام مرید سوائے چند ایک کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے داخل سلسلہ حقہ احمدیہ ہوگئے۔'' (قبول احمدیت کی داستان صفحہ 4 تا 27 از عزیزالرحمان منگلا صاحب)

تعلیم کے دوران

مکرم میجر ریٹائرڈ عبدالحمید صاحب سابق مربی انگلستان امریکہ اور جاپان کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے ایک معزز راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جون 1932ء میں گارڈن کالج راولپنڈی میں تعلیم پانے کے دوران براہین احمدیہ کا مطالعہ کر کے احمدیت کی آغوش میں آئے ان کے والد صاحب نے ابتدا میں ان سے سخت رویہ اختیار کیا مگر بالآخر محترم میجر صاحب کی دعوت الی اللہ رنگ لے آئی اور 1934ء میں ان کے والد صاحب بھی اس سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 8؍اکتوبر 1997ء صفحہ 4)

براہین احمدیہ جلد 5 کی پیشگوئی

محترم چودھری شاہ دین صاحب چٹھہ صاحب ایک عالم تھے اور اُٹھنا بیٹھنا بھی اُس وقت کے بڑے بڑے علماء کے ساتھ تھا۔ ایک روز وہ ایک عرضی لکھوانے سیالکوٹ کچہری میں گئے تو ایک احمدی عرضی نویس کی میز پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ جلد 5 پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اُس کتاب کو دیکھنا شروع کیا۔ اس شعر پر نظر پڑی کہ ''زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی بحال زار''۔ اُن دنوں ہندوستان کے اخبارات میں کثرت میں یہ خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ زارِ روس پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔ یہ پیشگوئی پُوری ہوتے دیکھ کر آپ کے دل پر بہت اثر ہوا اور اُسی وقت بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ 1918ء کی بات ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 9؍مارچ 2021ء صفحہ 10)

الغرض یہ محض ایک کتاب نہیں صور اسرافیل تھا جس نے مردوں کو جگا دیا ایک پیغام تھا جس نے بے سمت لوگوں کو منزل دکھائی بجلی کا کڑکا تھا جس نے گمراہوں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا ایک شور قیامت تھا جس نے خفتگان کو خواب ہستی سے بیدار کردیا اس نے سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچا اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا والہ و شیدا بنا دیا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔

☆...☆...☆

براہین احمدیہ اور فلسفہ توحید

اسلام اور دیگر مذاہب کا خدا تعالیٰ کے تصوّر کی بابت موازنہ از براہین احمدیہ

خدا تعالیٰ معبود برحق، مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رذائل ہے

(شہود آصف۔گھانا)

قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآنِ شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رُتبہ نہیں دیا

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

تمام مذاہب عالم کا مقصدِ اولیٰ وارفع نجات کے سرچشمہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اس کی صفات پر محکم ایمان اور یقین پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی انسان کو گناہ سے نجات اور پاکیزگی دلا سکتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اسی مطمح نظر کو سامنے رکھ کر دنیا میں آئے اور ساری عمر اسی کے حصول میں کوشاں رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعثت کا ایک بڑا مقصد یہی بیان فرمایا کہ آپ خدا تعالیٰ کے وجود کو لوگوں کو دکھائیں اور یقین کامل پیدا کریں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں، اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف رہبری کرتا ہوں۔ دنیا میں لوگوں نے جس قدر طریقے اور حیلے گناہ سے بچنے کے لئے نکالے ہیں اور خدا کی شناخت کے جو اصول تجویز کئے ہیں وہ انسانی خیالات ہونے کی وجہ سے بالکل غلط ہیں اور محض خیالی باتیں ہیں جن میں سچائی کی کوئی روح نہیں ہے۔ میں ابھی بتاؤں گا اور دلائل سے واضح کروں گا کہ گناہوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بات پر کامل یقین انسان کو ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ جزا سزا دیتا ہے جب تک اس اصول پر یقین کامل نہ ہو گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں ہوسکتی۔‘‘ (ملفوظات جلد 2 صفحہ:9 ایڈیشن 1988ء)

براہین احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کی شاہکار اور بے مثل تصنیف ہے۔ اس کتاب کے پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے۔ تیسرا حصہ 1882ء اور چوتھا حصہ 1884ء میں شائع ہوا۔ اس کا پانچواں حصہ مشیت ایزدی کے تحت طویل عرصہ کے بعد 1905ء میں حضورؑ نے تحریر فرمایا۔ یوں تو براہین احمدیہ حقانیتِ اسلام، صداقتِ قرآن اور رسالتِ آنحضرت ﷺ کے دلائل بینہ و صادقہ سے پُر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات، فلسفہ توحید، صفات باری تعالیٰ کی لطیف تشریحات، خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر ہونے والے اعتراضات اس کتاب کا خاص موضوع ہیں۔

براہین احمدیہ کے وقت

ہندوستان کا مذہبی منظر نامہ

براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت وہ زمانہ تھا جب دیگر مذاہب شدت سے اسلام اور خاص طور پر عقیدۂ توحید پر حملہ آور تھے۔ ان میں عیسائیت، آریہ سماج، برہمو سماج، دہریہ وغیرہ پیش پیش تھے۔ مسلمان بھی اپنی کوتاہ فہمی کی بدولت اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات کو معطل سمجھتے تھے۔ کوئی دو خداؤں کو ماننے والا تھا، کوئی تثلیث کا پیرو تھا، کوئی ہزاروں لاکھوں دیوی دیوتاؤں کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا تھا۔ کوئی خدا کی صفت تکلم کا کافر تھا تو کوئی محض عقل کو ہی کافی خیال کرنے والا تھا۔ کوئی خدا کی خالقیت کا منکر تھا، کوئی عیسیٰ کو بھی خالق طیور مانتا تھا۔ کوئی الہام کا منکر تھا تو کوئی خدا تعالیٰ کو دنیا کے نظام سے بے خبر اور لاتعلق خیال کرتا تھا۔ غرض ہر شخص، فرقہ اور مذہب کے ذاتی خیالات اور عقائد کا ایک طوفان بدتمیزی تھا جو بعثت مسیح موعودؑ کے وقت برپا تھا اور ہندوستان ان مذہبی مناظروں کا مرجع اور مرکز تھا۔

اس پس منظر کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ ہندوستان کے مذہبی افق پر رونما ہوئے اور ایک لازوال تصنیف ’’براہین احمدیہ‘‘ تحریر فرمائی۔ جس میں عقیدہ توحید، ذات و صفات باری تعالیٰ پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ نیز دیگر مذاہب کے اوہام باطلہ کے دندان شکن جوابات دیے۔ حضرت اقدسؑ کے بیان فرمودہ نکات معرفت میں سے چند ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اسم ’’اللہ‘‘ کے اصطلاحی معنی۔ مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ

حضرت مسیح موعودؑ کے وقت علماء نے ظاہر میں لفظ ’’اللہ‘‘ کے معانی کو لے کر ایک طویل بحث جاری کی ہوئی تھی کہ اللہ سے مراد کیا ہے۔ آپؑ نے قرآن کی اصطلاح کو سامنے رکھتے ہوئے بہت پر حکمت اور پرمغز تعریف فرمائی۔ آپؑ فرماتے ہیں: قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآنِ شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رُتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے جن کا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب الحمد للہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لا سکتا ہے۔ وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں۔ اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے۔ مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو۔ بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کرسکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے۔ جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رذائل سے بکلّی منزہ ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ: 435-436)

خدا تعالیٰ کی مالکیت اور خالقیت کے متعلق

ہندو اور آریہ عقائد کا رد

موجودہ ہندومت ایک مشرکانہ مذہب ہے اور اس کے متبعین ہزاروں معبودان باطلہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کی تاویل ہندو اس رنگ میں کرتے ہیں کہ خدا بھگوان ہے اور اس نے دیگر متعدد دیوی دیوتاؤں کو بعض طاقتیں دے رکھی ہیں۔ اس لیے وہ بھی بھگوان کی طرح دنیا کے مختلف کاموں پر مقرر ہیں اور اسے انجام دے رہے ہیں۔ اسی لیے ہندومت کے پیروکار ان دیوی دیوتاؤں کی عبادت بھی کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے کاموں میں دخل اندازی کرنے والا قرار دیتے ہیں۔

1875ء میں ایک ہندو پنڈت دیانند سرسوتی نے ایک نئے ہندو فرقہ کی بنیاد رکھی اور اسے آریہ دھرم کا نام دیا۔ پنڈت دیانند نے ایک طرف تو ہندو بت پرستی اور دیوی دیوتاؤں کا انکار کیا اور توحید کو اپنا مسلک بیان کیا دوسری طرف اس نے یہ عقیدہ تخلیق دیا کہ خدا تعالیٰ نے روحوں کو پیدا نہیں کیا بلکہ یہ تمام ارواح ازخود وجود میں آئی ہیں۔ خدا ان کا خالق نہیں ہے نہ ہی وہ کوئی نئی روح پیدا کرسکتا ہے۔ نہ ہی وہ ان ارواح کو دائمی نجات دے سکتا ہے۔

براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت یہ دونوں گروہ بڑی شدت سے اپنے عقائد باطلہ کی ترویج میں مصروف تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے متعلق پُرحکمت تعریف سے ان تمام عقائد فاسدہ اور باطلہ کی تردید فرما دی۔ آپؑ فرماتے ہیں: بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو۔ عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانہ ربوبیت میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے کاموں میں ان کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا کے ارادوں کو بدلنے والے اور اس کی تقدیروں کو زیر زبر کرنے والے ہیں۔ اور نیز ہندو لوگ کئی انسانوں اور دوسرے جانوروں کی نسبت بلکہ بعض ناپاک اور نجاست خوار حیوانات یعنی خنزیر وغیرہ کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ان کا پرمیشر ایسی ایسی جونوں میں تولد پا کر ان تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے ملوث ہوتا رہا ہے کہ جو ان چیزوں کے عائد حال ہیں اور نیز انہیں چیزوں کی طرح بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور خوف اور غم اور بیماری اور موت اور ذلت اور رسوائی اور عاجزی اور ناتوانی کی آفات میں گرفتار ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام اعتقادات خدائے تعالیٰ کی خوبیوں میں بٹہ لگاتے ہیں اور اس کے ازلی وابدی جاہ وجلال کو گھٹاتے ہیں۔ اور آریہ سماج والے جو ان کے مہذب بھائی نکلے ہیں۔ جن کا یہ گمان ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک وید کی لکیر پر چلتے ہیں۔ وہ خدائے تعالیٰ کو خالقیت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام روحوں کو اس کی ذات کامل کی طرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1: صفحہ: 436-437)

پس جو مذاہب خدا تعالیٰ کی بابت اس طرح کے عقائد رکھتے ہوں وہ کس طور پر درست ہوسکتے ہیں۔ ان کی تعلیم کیونکر کامل اور قرآن سے افضل ہوسکتی ہے۔ یہ عقائد تو اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کم کرنے والے ہیں نہ کہ بڑھانے والے۔

عیسائی عقیدہ

’’یسوع مسیح ابن اللہ ہے‘‘ کی تردید

ہندوستان میں یورپین اقوام کی آمد کے ساتھ عیسائیت کی ترویج شروع ہوگئی۔ 1857ء کے غدر کے بعد انگریزی حکومت نے ہندوستان میں اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے تھے۔ ہندوستان میں اپنے قیام کو دوام بخشنے کے لیے یہاں بڑی شدّ و مدّ سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی گئی۔ عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ جگہ جگہ بائبل سوسائٹیاں قائم ہوئیں اور لاکھوں کی تعداد میں کتب، رسائل اور پمفلٹ شائع ہونے لگے۔ ہندوستان میں چند ہزار عیسائیوں سے شروع ہو کر 1881ء میں عیسائیوں کی تعداد چار لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی۔ پادری یہ ترقی دیکھ کر گمان کرنے لگے کہ اگلے بیس تیس سال میں وہ تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لیں گے۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ تصنیف فرما کر عیسائیت کے بنیادی عقیدہ کی بیخ کنی فرما دی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح ناصری اللہ کے بیٹے ہیں اور خدا نے انسانوں کو گناہوں سے بچانے کے لیے اپنے بیٹے کو بھیجا تا کہ وہ صلیب پر لٹک کر اپنی جان کی قربانی دے۔ اس بے ہودہ عقیدہ کی عقلی اور نقلی اعتبار

سے تردید کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: جو کچھ عیسائی لوگ خدائے تعالیٰ کا جلال ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے یعنی اگر کسی دانا سے پوچھا جائے کہ کیا اس ذات کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے آپ ہی کافی ہو آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ یا بیٹے کے تمام دنیا کو پیدا کیا ہو اور آپ ہی تمام روحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جن کی انہیں حاجت ہے اور آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیوم اور مدبر ہو۔ بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ ان کو زندگی کے لئے درکار تھا وہ سب اپنی صفت رحمانیت سے ظہور میں لایا اور بغیر انتظار عمل کسی عامل کے سورج اور چاند اور بے شمار ستارے اور زمین اور ہزارہا نعمتیں جو زمین پر پائی جاتی ہیں محض اپنے فضل وکرم سے انسانوں کے لئے پیدا کی ہوں اور ان سب کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہوا ہو لیکن پھر وہی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کے لئے بیٹے کا محتاج ہو جائے اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جس کو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں جس نے باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان کا اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اس کی الوہیت ثابت ہو بلکہ مرقس کے ۸ باب ۱۲ آیت میں اس کی عاجزانہ حالت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا اور اس کے مصلوب ہونے کے وقت بھی یہودیوں نے کہا کہ اگر وہ اب ہمارے روبرو زندہ ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ لیکن اس نے ان کو زندہ ہو کر نہ دکھلایا اور اپنی خدائی اور قدرت کاملہ کا ایک ذرہ ثبوت نہ دیا۔ اور اگر بعض معجزات بھی دکھلائے تو وہ دکھلائے کہ اس سے پہلے اور نبی بکثرت دکھلا چکے تھے بلکہ اسی زمانہ میں ایک حوض کے پانی سے بھی ایسے ہی عجائبات ظہور میں آتے تھے (دیکھو باب پنجم انجیل یوحنا) غرض وہ اپنے خدا ہونے کا کوئی نشان دکھلا نہ سکا جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں خود اس کا اقرار موجود ہے بلکہ ایک ضعیفہ عاجزہ کے پیٹ سے تولد پا کر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھی دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بدقسمت اور بے نصیب کہلاتے ہیں۔ اور پھر مدت تک ظلمت خانہ رحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بدرَرَو ہے پیدا ہو کر ہر یک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اوپر وارد کر لیا اور بشری آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی جس سے وہ بیٹا باپ کا بدنام کنندہ ملوث نہ ہو اور پھر اس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اپنے نیک نہ ہونے کا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا اور پھر درصورت یہ کہ وہ عاجز بندہ کہ خواہ نخواہ خدا کا بیٹا قرار دیا گیا بعض بزرگ نبیوں سے فضائل علمی اور عملی میں کم بھی تھا۔... میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے اور ظاہر ہے کہ اگر ابن مریم کے واقعات کو فضول اور بیہودہ تعریفوں سے الگ کر لیا جائے تو انجیلوں سے اس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص بندہ یعنی جیسے کہ بندے ہوا کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ کے ماتحت نبیوں میں سے ایک نبی تھا۔ اور اس بزرگ اور عظیم الشان رسول کا ایک تابع اور پس رو تھا اور خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا یعنی اس کی تعلیم ایک اعلیٰ تعلیم کی فرع تھی مستقل تعلیم نہ تھی اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ عالم الغیب ہوں۔ نہ قادر ہوں۔ بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں۔ اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعہ رات کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے دعا کی اور چاہتا تھا کہ دعا اس کی قبول ہو جائے مگر اس کی وہ دعا قبول نہ ہوئی اور نیز جیسے عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں وہ شیطان سے آزمایا گیا پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پا کر مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دکھ اٹھاتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی ہوئی تھی اس لئے محروم رہا اور یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کے لئے پیدا کر لیتا۔ غرض ایک مدت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہ کر اور ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور اس جہان سے اٹھایا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادر مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفات ناقصہ ہونی چاہئے۔ کیا وہ اسی سے قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہے اور کیا ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنی مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچے پیدا ہو کر ایک بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا اور چار باقی جو رہے ان بیچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصہ نہ ملا بلکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جبکہ کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہو سکتا ہے یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو۔ تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو بلکہ جس قدر بچے پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا ہی ہوں تا وہ پاک رحم مخلوق کی شرکت سے منزہ رہے اور فقط خداؤں ہی کے پیدا ہونے کی ایک کان ہو۔ پس قیاس متذکرہ بالا کے رو سے لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بھائی اور بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے بخرہ پاتے ہیں اور ان پانچوں حضرات کی والدہ تو رب الارباب ہی کہلاتی۔ کیونکہ یہ پانچوں حضرات روحانی اور جسمانی قوتوں میں اسی سے فیض یاب ہیں۔ عیسائیوں نے ابن مریم کی بے جا تعریفوں میں بہت سا افترا بھی کیا۔ مگر پھر بھی اس کے نقصانوں کو چھپا نہ سکے اور اس کی آلودگیوں کا آپ اقرار کر کے پھر خواہ نخواہ اس کو خدائے تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد1 صفحہ:438-443)

خدا کی صفت تکلم پر اعتراضات کے جواب نیز ہندو عقیدہ کہ ''خدا کی وحی وید تک محدود ہے'' کا ردّ

ہندو مت اور بعض دیگر مذاہب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو الہام ان کے رشیوں اور نیک لوگوں کو خدا کر چکا ہے وہی دنیا کے لیے کافی ہے۔ مزید کسی الہامی کتاب کی ضرورت نہیں۔ آپؑ نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہستی ہے اور اس کا علم اور کلام بھی لامحدود ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: یاد رکھنا چاہیئے جو ہمارا ہندوؤں کی طرح ہرگز یہ اعتقاد نہیں جو خدا کے پاس اتنی ہی کلام تھی جتنی وہ ظاہر کر چکا۔ بلکہ بموجب اعتقاد اسلام کے خدا کی کلام اور خدا کا علم اور حکمت مثل ذات اس کی کے غیر محدود ہے۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ قُل لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا (الکھف:110)... یعنے اگر خدا کی کلام کے لکھنے کے لئے سمندر کو سیاہی بنایا جائے تو لکھتے لکھتے سمندر ختم ہو جائے اور کلام میں کچھ کمی نہ ہو۔ گو ویسے ہی اور سمندر بطور مدد کے کام میں لائے جائیں۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ:100 حاشیہ)

مسلمانوں میں سے بھی ایک طبقہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت تکلم اور وحی والہام کو بند قرار دیا۔ اس عقیدہ کی آپؑ نے بڑی سختی اور شدت سے تردید فرمائی۔ آپ نے براہین احمدیہ کے پانچوں حصوں میں بکثرت اپنے الہامات کا ذکر فرمایا اور اللہ سے علم پا کر پیشگوئیاں درج فرمائیں جو پوری ہوئیں۔ یہ الہامات اللہ تعالیٰ کے صفت تکلم کے بیّن ثبوت ہیں نیز حضرت اقدسؑ کی صداقت کے بھی روشن دلائل ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں آپ فرماتے ہیں: ''یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصّوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں... میں ساتھ ہی خدائے کریم ورحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام ایسا مذہب نہیں بلکہ دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سیّد ومولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالماتِ الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے''۔ پھر فرمایا: ''یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سنتا رہے گا ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صاف اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سُننے کی طرح بولنے کا سِلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہو گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21 صفحہ:354-355)

منکرین وحی والہام برہموسماج فرقہ کے عقائد کی تردید

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانے میں ایک ہندو فرقہ ''برہمو سماج'' بام عروج پر تھا۔ اس فرقہ کا بانی مبانی راجہ رام موہن رائے تھا جس نے 1828ء میں اس فرقہ کی بنیاد رکھی۔ ان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ ہم خدا کے تو قائل ہیں لیکن عقل کی رو سے وحی والہام کو ثابت نہیں کر سکتے اس لیے خدا تعالیٰ صفت تکلم اور وحی والہام کی قوت سے بے بہرہ ہے۔ منکرین وحی والہام وصفت تکلم کو جواب دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: اگر برہمو لوگ کہیں کہ صداقت مذکورہ بالا [اللہ تعالیٰ] کے ہم قائل ہیں تو جاننا چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ہم اسی مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ برہمو لوگ خدائے تعالیٰ کے لئے گونگا اور غیر متکلم ہونا اور نطق پر ہرگز قادر نہ ہونا اور اپنے علوم کے القا اور الہام سے عاجز ہونا تجویز کرتے ہیں اور جو حقیقی اور کامل ہادی میں صفات کاملہ ہونی چاہئے۔ ان صفات سے اس کو خالی سمجھتے ہیں بلکہ اس قدر ایمان بھی انہیں نصیب نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی ہستی اور الوہیت کو اس نے اپنے ارادے اور اختیار سے دنیا میں ظاہر کیا ہے۔ برخلاف اس کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک مردہ یا ایک پتھر کی طرح کسی گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ عقلمندوں نے آپ محنتیں کر کے اس کے وجود کا پتہ لگایا اور اس کی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا۔ پس ظاہر ہے کہ وہ بھی مثل اپنے اور بھائیوں کے محامدِ کاملہ حضرتِ احدیت سے منکر ہیں۔ بلکہ جن تعریفوں سے اس کو یاد کرنا چاہئے وہ تمام تعریفیں اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ:443-444)

حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ میں یہ مضمون بھی بیان فرمایا کہ برہمو سماجی دراصل دہریت سے متاثر ہیں اور ناقص عقل سے ہی تمام روحانی امور میں تشفی چاہتے ہیں۔ خدا کی شناخت کے بارے میں ان کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ان کا مقولہ ہے کہ خدا کے وجود کا پتہ لگ جانا خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک اتفاقی امر ہے کہ عقلمندوں کی کوششوں سے ظہور میں آیا اور یوں بیان کرتے ہیں کہ اول اول جب بنی آدم پیدا ہوئے محض بے عقل اور وحشیوں کی طرح تھے خدا نے اپنے وجود سے کسی کو خبر نہیں دی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ ہی خیال آیا کہ کوئی معبود مقرر کریں۔ اول پہاڑ اور درخت دریا وغیرہ کو کہ آس پاس اور اردگرد کی چیزیں تھیں، اپنا خدا ٹھہرایا۔ پھر کچھ ذرا اوپر چڑھے اور ہوا۔ طوفان وغیرہ کو قادر مطلق خیال کیا۔ پھر اَور بھی آگے قدم بڑھا کر سورج۔ چاند۔ ستاروں کو اپنا رب سمجھ بیٹھے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ غور کامل کرنے سے حقیقی خدا کی طرف رجوع لے آئے۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد1 صفحہ:179)

خدا کی شناخت کے لیے عقل کے ساتھ الہام لازمی ہے

آپؑ نے ان اوہام فاسدہ کی تفصیلی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی شناخت کے لیے محض عقل کافی نہیں ہے جبتک نیّر الہام ساتھ نہ ہو۔ عقل صرف خدا ''ہونا چاہیے'' کے مقام تک پہنچ سکتی ہے جبکہ الہام خدا تعالیٰ ''ہے'' کے مقام تک پہنچاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: مجرد عقل انسان کو اس اعلیٰ درجہ یقین کا مالک نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ غایت درجہ حکم عقل کا یہ ہے کہ وہ کسی شے کے موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرے جیسا کسی چیز کی نسبت یہ حکم دے کہ اس چیز کا ہونا ضروری ہے یا یہ چیز ہونی چاہیئے مگر ایسا حکم ہرگز نہیں دے سکتی کہ واقعہ میں یہ چیز ہے بھی اور یہ پایۂ یقین کامل کا کہ علم انسان کا کسی امر کی نسبت ہونا چاہیئے کے مرتبہ سے ترقی کر کے ہے کے مرتبہ تک پہنچ جائے تب حاصل ہوتا ہے کہ جب عقل کے ساتھ کوئی دوسرا ایسا رفیق مل جاتا ہے کہ جو اس کی قیاسی وجوہات کو تصدیق کر کے واقعات مشہودہ کا لباس پہناتا ہے یعنے جس امر کی نسبت عقل کہتی ہے کہ ہونا چاہیئے وہ رفیق اس امر کی نسبت یہ خبر دے دیتا ہے کہ واقعہ میں وہ امر موجود بھی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عقل صرف ضرورت شے کو ثابت کرتی ہے خود شے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ کسی شے کی ضرورت کا ثابت ہونا امر دیگر ہے اور خود اس شے کا ثابت ہو جانا امر دیگر بہرحال عقل کے لئے ایک رفیق کی حاجت ہوئی کہ تا وہ رفیق عقل کے اس قیاسی اور ناقص قول کا کہ جو ہونا چاہیئے کے لفظ سے بولا جاتا ہے مشہودی اور کامل قول سے جو ہے کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبر نقصان کرے اور واقعات سے جیسا کہ وہ

نفس الامر میں واقعہ ہیں آگاہی بخشے۔سو خدانے جو بڑاہی رحیم اور کریم ہے اور انسان کو مراتب قصوی یقین تک پہنچانا چاہتا ہے اس حاجت کو پوری کیا ہے اور عقل کے لئے کئی رفیق مقرر کرکے راستہ یقین کامل کا اس پر کھول دیا ہے تا نفس انسان کا کہ جس کی ساری سعادت اور نجات یقین کامل پر موقوف ہے اپنی سعادت مطلوبہ سے محروم نہ رہے۔ اور ہونا چاہیئے کے نازک اور پُرخطر پل سے کہ عقل نے شکوک اور شبہات کے دریا پر باندھا ہے بہت جلد آگے عبور کرکے ہے کے قصر عالی میں جو دارالامن والاطمینان ہے داخل ہوجائے اور وہ رفیق عقل کے جو اس کے یار اور مددگار ہیں۔ ہر مقام اور موقعہ میں الگ الگ ہیں۔ لیکن از روئے حصر عقلی کے تین سے زیادہ نہیں اور ان تینوں کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر حکم عقل کا دنیا کے محسوسات اور مشہودات سے متعلق ہو جو ہر روز دیکھے جاتے یا سنے جاتے یا سونگھے جاتے یا ٹٹولے جاتے ہیں تو اس وقت رفیق اس کا جو اس کے حکم کو یقین کامل تک پہنچاوے مشاہدہ صحیحہ ہے کہ جس کا نام تجربہ ہے۔اور اگر حکم عقل کا ان حوادث اور واقعات سے متعلق ہو جو مختلف ازمنہ اور امکنہ میں صدور پاتے رہے ہیں یا صدور پاتے ہیں تو اس وقت اس کا ایک اور رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام تواریخ اور اخبار اور خطوط اور مراسلات ہے اور وہ بھی تجربہ کی طرح عقل کی دود آمیز روشنی کو ایسا مصفا کر دیتا ہے کہ پھر اس میں شک کرنا ایک حمق اور جنون اور سودا ہوتا ہے اور اگر حکم عقل کا ان واقعات سے متعلق ہو جو ماوراءالمحسوسات ہیں جن کو ہم نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور نہ کان سے سن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کی تواریخ سے دریافت کرسکتے ہیں تو اُس وقت اُس کا ایک تیسرا رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام الہام اور وحی ہے اور قانون قدرت بھی یہی چاہتا ہے کہ جیسے پہلے دو مواضع میں عقل ناتمام کو دو رفیق میسر آگئے ہیں تیسرے موضع میں بھی میسر آیا ہو۔کیونکہ قوانین فطرتیہ میں اختلاف نہیں ہوسکتا بالخصوص جبکہ خدانے دنیا کے علوم اور فنون میں کہ جن کے نقصان اور سہو اور خطا میں چنداں حرج بھی نہیں انسان کو ناقص رکھنا نہیں چاہا تو اس صورت میں خدا کی نسبت یہ بڑی بدگمانی ہوگی جو ایسا خیال کیا جاوے جو اُس نے ان امور کی معرفت تامہ کے بارے میں کہ جن پر کامل یقین رکھنا نجاتِ اُخروی کی شرط ہے اور جن کی نسبت شک رکھنے سے جہنم ابدی طیار ہے انسان کو ناقص رکھنا چاہا ہے اور اس کے علم اخروی کو صرف ایسے ایسے ناقص خیالات پر ختم کر دیا ہے کہ جن کی محض اٹکلوں پر ہی ساری بنیاد ہے اور ایسا ذریعہ اس کے لئے کوئی بھی مقرر نہیں کیا کہ جو شہادتِ واقعہ دے کر اس کے دل کو یہ تسلی اور تشفی بخشے کہ وہ اصولِ نجات کہ جن کا ہونا عقل بطور قیاس اور اٹکل کے تجویز کرتی ہے وہ حقیقت میں موجود ہی ہیں اور جس ضرورت کو عقل قائم کرتی ہے وہ فرضی ضرورت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ضرورت ہے اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ الٰہیات میں یقین کامل صرف الہام ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1صفحہ:78-80حاشیہ نمبر 4)

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

پھر فرمایا:"جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے اناالموجود کی آواز زور دار طاقتوں کے ساتھ معجزانہ رنگ میں اور خارق عادت کے طور پر سنائی نہ دے اور فعلی طور پر اس کے ساتھ دوسرے زبردست نشان نہ ہوں اُس وقت تک اُس زندہ خدا پر ایمان آنہیں سکتا۔"(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21،صفحہ 30)

شرک کی چار اقسام کی تردید۔
سورۃ الاخلاص کی لطیف تفسیر

براہین احمدیہ میں سیدنا حضرت اقدسؑ نے سورۃ الاخلاص کی نہایت لطیف تشریح بیان فرمائی اور بیان فرمایا کہ شریک چار طور پر ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے۔آپؑ فرماتے ہیں: پھر بعد ثبوت وجود صانع عالم کے طالب حق کو اس بات کا سمجھانا ضروری تھا کہ وہ صانع ہر یک طور کی شرکت سے پاک ہے سو اس کی طرف اشارہ فرمایا قُلۡ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ الخ۔اس اقلّ عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر یک قسم کی شراکت سے وجود حضرت باری کا منزّہ ہونا بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرکت از روئے حصر عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل اور تاثیر میں۔سو اس سورۃ میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذّات ہیں جو اس کی طرف ہردم محتاج ہیں اور وہ لَمۡ یَلِدۡ ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لَمۡ یُوۡلَدۡ ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا شریک بن جائے اور وہ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا شریک قرار پاوے۔سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1صفحہ:518حاشیہ)

وجود باری تعالیٰ کے دلائل۔
دلیل لمّی اور دلیل انّی

براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے اثبات کے لیے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے آپؑ نے متعدد دلائل پیش فرمائے۔ ایک موقع پر آپؑ فرماتے ہیں:اس کے وحدہ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوۡ کَانَ فِیۡہِمَاۤ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا(الانبیاء23)۔وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنۡ اِلٰہٍ الخ(المؤمنون:92) یعنی اگر زمین و آسمان میں بجز اُس ایک ذات جامع صفات کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو وہ دونوں بگڑ جاتے۔کیونکہ ضرور تھا کہ کبھی وہ جماعت خدائیوں کی ایک دوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اسی پھوٹ اور اختلاف سے عالم میں فساد راہ پاتا اور نیز اگر الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد ان میں سے اپنی ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا اور ان کے آرام کے لئے دوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا پس یہ بھی موجب فساد عالم ٹھہرتا یہاں تک تو دلیل لِمّی سے خدا کا واحد لاشریک ہونا ثابت کیا۔ پھر بعد اس کے خدا کے وحدہ لاشریک ہونے پر دلیل اِنّی بیان فرمائی اور کہا۔قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ فَلَا یَمۡلِکُوۡنَ کَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡکُمۡ وَلَا تَحۡوِیۡلًا الخ(بنی اسرائیل 57)۔یعنی مشرکین اور منکرین وجود حضرت باری کو کہہ کہ اگر خدا کے کارخانہ میں کوئی اور لوگ بھی شریک ہیں یا اسباب موجودہ ہی کافی ہیں تو اس وقت کہ تم اسلام کے دلائل حقیت اور اس کی شوکت اور قوت کے مقابلہ پر مقہور ہو رہے ہو ان اپنے شرکاء کو مدد کے لئے بلاؤ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز تمہاری مشکل کشائی نہ کریں گے اور نہ بلا کو تمہارے سر پر سے ٹال سکیں گے۔اے رسول ان مشرکین کو کہہ کہ تم اپنے شرکاء کو جن کی پرستش کرتے ہو میرے مقابلہ پر بلاؤ۔ اور جو تدبیر میرے مغلوب کرنے کے لئے کرسکتے ہو وہ سب تدبیریں کرو اور مجھے ذرہ مہلت مت دو اور یہ بات سمجھ رکھو کہ میرا حامی اور ناصر اور کارساز وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ہے اور وہ اپنے سچے اور صالح رسولوں کی آپ کارسازی کرتا ہے مگر جن چیزوں کو تم لوگ اپنی مدد کے لئے پکارتے ہو۔وہ ممکن نہیں ہے جو تمہاری مدد کرسکیں اور نہ کچھ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1صفحہ:518-519حاشیہ)

خدا تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اسلام اور قرآن ہے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدانما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہوجائے جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُرحکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کرکے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہوکر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اُس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کرلیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لَاشَے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد :1صفحہ:25-26)

☆...☆...☆

ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں براہین احمدیہ کا تذکرہ وتشہیر

(ابو محمد انؔ)

> اتنا تو کہنے سے ہم بھی دریغ نہیں کر سکتے کہ بلاشبہ کتاب لاجواب ہے اور جس زور و شور سے دلائل حقہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدظلہ نے اپنے مکشوفات و الہامات کو بھی مخالفان اسلام پر ظاہر کر دیا ہے اس میں اگر کسی کو شک ہو تو مکاشفات الٰہی اور انوار نامتناہی جو عطیہ الٰہی ہیں ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پاوے اور عین الیقین حاصل کرے (اخبار منشور محمدی)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کی کُل حیات درحقیقت رسول ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق من یجدّدُ لہا دینَہا کا مصداق تھی۔ جس زمانہ میں آپ تشریف لائے اس دور میں اسلام، بانئ اسلام اور قرآن کریم پر مخالفین کی جانب سے پے در پے حملے ہو رہے تھے۔ چنانچہ کہیں آپ عیسائیوں اور آریہ سماج والوں کے اسلام کے خلاف کھولے گئے محاذ کے خلاف مصروف العمل نظر آتے ہیں تو کہیں آپ اسلام کے چاند پر پڑنے والے اندرونی غبار کو ہٹانے کی کوشش میں لگے دکھائی دیتے ہیں جو کہ قدیم سنت کے مطابق وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیشگوئیوں کے مطابق مرجھانے لگا۔ اور اس کی روشنی مدھم پڑنے لگی اور چہرہ غبار آلود ہو گیا۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ ان کے اپنے ایمان بھی متزلزل تھے۔ ان سب حالات میں اس جری اللہ کو یہ کس طرح برداشت ہو سکتا تھا کہ وہ سکون سے یہ سب ظلم دیکھ سکے۔ چنانچہ آپؑ نے ازبس کوشش کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام کی سیرت اور محاسن کو دوبارہ زندگی بخشی اور دفاع اسلام کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا بیڑا اپنے سر لے لیا۔ چنانچہ حضورؑ اسی مقصد کو خود بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ[6] کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دُشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔ پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو اسلام کے لیے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنے والا ہے جو قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہوگا…‘‘ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 51، 52)

اسی مقصد کے لیے حضور علیہ السلام نے اگرچہ ابتدائی عمر سے ہی مباحثات اور مضامین وغیرہ کی شکل میں یہ کام شروع کر دیا تھا البتہ پہلی باضابطہ کاوش آپؑ نے 1879ء میں اپنی معرکہ آرا کتاب براہین احمدیہ کی شکل میں تصنیف فرمائی جو کہ فی ذاتہ بے مثال تھی اور بمثل مشہور الفضل ما شہدت بہ الاعداء جس کی اغیار نے بھی خوب تعریف کی۔



براہین سے متعلق پہلا اشتہار

اس دور میں برصغیر میں اہلحدیث کا مشہور اخبار اشاعۃ السنۃ جاری تھا جس کی ایڈیٹر شپ محمد حسین بٹالوی کے پاس تھی۔ بٹالوی صاحب بلامبالغہ اپنے حلقۂ احباب میں ایک اچھا اثر و رسوخ رکھنے والے تھے اور حضورؑ کے ہم مکتب بھی تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ سے متعلق پہلا اشتہار اپریل 1879ء میں اسی رسالہ اشاعۃ السنہ میں بعنوان اشتہار بغرض استعانت واستظہار از انصار دین محمد مختار صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہ الابرار شائع ہوا۔ جس کی عبارت یوں تھی: ’’اخوان دیندار مومنین غیرت شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالبِ حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے۔ اور اس کے جواب میں قلم اُٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔ اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے و مع ذالک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے۔ اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائیداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبضہ و تصرف میں) دستبردار ہو جاؤں گا۔ اور سب کچھ اس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنی اطمینان کر لے۔ مجھ سے تمسک لکھا لے یا رجسٹری کرا لے اور میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو آ کر بچشم خود دیکھ لے۔ باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی اُمت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں۔ اور بُجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ توریت زبور، انجیل، فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو حصے اور زیادہ کر دیے۔ جن کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزء ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے، تو چورانوے روپیہ صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نو سو چالیس روپے سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

ازانجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے۔ اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے۔ تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی۔ ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا۔ یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔ غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو جلد تر بسر انجام پہونچا دیں اور نام اس کتاب کا ’’البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیۃ کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ‘‘ رکھا گیا ہے۔ خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے آمین۔

خاکسار غلام احمدؑ از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب (ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر 4 جلد دوم اپریل 1879ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 16، 17)

حضور علیہ السلام نے جہاں اس اشتہار میں براہین احمدیہ کی طباعت کا مقصد بیان فرماتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کا باعث دراصل آریہ دھرم والے ہیں وہیں اگر اس اشتہار سے پہلے حضورؑ کے شائع ہونے والے بے شمار مضامین پر نظر دوڑائی جائے تو انہیں آریہ سماج سے متعلق حضور انور کے پیشتر مضامین کا ایک سلسلہ ہے جو مختلف اخبارات میں ہمیں نظر آتا ہے۔ ان اخبارات میں سے بنگلور سے چھپنے والا ایک اخبار ’’منشور محمدی‘‘ بھی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے بھی کثرت سے لکھا ہے بلکہ آپ کے فرزند اکبر مرزا سلطان احمد صاحبؓ نے بھی بھرپور انداز میں اس اخبار کے لیے تحریر کیا ہے۔ یہ اخبار 25/اگست 1872ء کو جاری ہوا تھا۔ حضورؑ کا اس اخبار کا انتخاب کرنا اور اس میں کثرت سے لکھنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس اخبار کی غرض و غایت یہ تھی کہ جو مخالف اخبار مسلمانوں کے مذہب کی توہین کرتے تھے یہ ان کی تردید کرتا تھا۔ مشنریوں کی کتابوں، مضمونوں اور خاص طور پر نور افشاں لدھیانہ کے عیسائی اخبار کے اعتراضات کے اس میں جوابات دیے جاتے تھے۔ بہت کم سیاسی تبصرے ہوتے تھے۔ کوئی عیسائی اگر مسلمان ہوتا تو اس کی خبر پہلے صفحہ پر بہت


ہندو صاحبوں کی بحث



نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھی۔ اس اخبار کے مضامین مدلل اور محققانہ ہوتے تھے۔ اس اخبار نے سب سے بڑی خدمت یہ کی ہے کہ وہ مضامین یا کتابیں جو عیسائیوں کی مخالفت یا ان کے اعتراضوں کے جواب میں یا اسلام کی فوقیت و افضلیت پر لکھی گئی تھیں اور ان کے مصنفین اپنی مالی مجبوریوں کی وجہ سے ان کو چھپوا نہیں سکتے تھے اس نے ان کو قسط وار چھاپ کے محفوظ کر دیا تھا۔ سوائے عیسائی اخبارات کے تقریباً تمام معاصرین اس اخبار کے حامی تھے۔ چنانچہ کشف الاخبار بمبئی مؤرخہ 22؍ مارچ 1888ء نے اس پر تبصرہ کیا ہے کہ ”بنگلور سے سترہ برس سے نکلتا ہے عین حالت جوانی میں قومی بے پروائی اور قومی سفاکی سے یہ قومی پرچم بڑی بیدردی سے مارا گیا تھا مگر جن ہمدردوں کو اس کی پیاری اور غایت درجہ مفید باتیں یاد تھیں انہوں نے احیائے موتی کی فکر کی اور الحمد للہ ان کی کوشش کارگر ہوئی۔ دل کش بہار جو پہلے تھی اب بھی موجود ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے منگا کر دیکھ لیجئے۔ منشور محمدی اسلامی مباحث کا پورا آرگن ہے اور مسائل و حقائق عیسوی بدلائل خوب باطل کرتا ہے۔ اپنے جنس کا ہندوستان بھر میں ناموری کے ساتھ صرف ایک یہی ہے۔ پھر اس کا دھیمی چال چلنا اہل قوم کے لئے ہتک ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ کم از کم ایک پرچہ کی خریداری فرمائی جائے۔ ہر شخص کو تجربہ سے معلوم ہو گا کہ یہ پرچہ مسلمانوں کے لیے مذہبی اصول کو عیسوی نیشن زنی سے محفوظ رکھنے کے لئے زبردست آلہ ہے۔“ (تاریخ صحافت اردو از امداد صابری جلد 2 صفحہ 421 تا 437 مطبوعہ جدید پرنٹنگ پریس 22 گلی کبابیاں جامع مسجد دہلی)

اس اخبار (منشور محمدی) میں حضور علیہ السلام کی جانب سے لکھا گیا ایک معروف مضمون آریہ سماج کے بانی ’پنڈت سوامی دیانند سرسوتی‘ کے نام بھی ملتا ہے۔ بسا اوقات تو ان مضامین کا ایک طویل سلسلہ ہوا کرتا تھا جو کئی اقساط پر مشتمل ہوتا تھا مثلاً اسی اخبار منشور محمدی (بنگلور) میں 29؍ جنوری تا 18؍ اپریل 1878ء کے دوران حضور علیہ السلام کا ایک طویل مضمون بعنوان ”ہندو صاحبوں کی ہدایت“ سات (7) اقساط میں شائع ہوا۔

اخبار منشور محمدی ﷺ میں حضورؑ کے ایک اور مضمون کا سلسلہ اور براہین احمدیہ کی تشہیر

بعد ازاں اسی منشور محمدی اخبار میں براہین احمدیہ سے متعلق اشتہارات بھی شائع ہوتے رہے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے دوران 1878ء 1879ء میں حضور علیہ السلام کا ایک سلسلہ مضامین ایک ہندو عالم باوا نرائن سنگھ کے نام بھی ملتا ہے۔ چنانچہ 16؍ مئی 1879ء بمطابق 5 جمادی الاول 1296ھ کے اخبار ”منشور محمدی“ میں حضور باوا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”لہٰذا ہم نے حسب درخواست باوا صاحب ایک کتاب مسمی بہ براہین احمدیہ علیٰ حقیّۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ادلہ کاملہ قطعیہ سے مرتب کر کے تیار کی ہے۔“ (حیات احمد، جلد دوم صفحہ 8 تا 9) اب تک براہین کے ہندوستان بھر میں چرچے ہونے لگ گئے۔ اور لوگ کافی بے تابی سے اس کا انتظار بھی کر رہے تھے۔ چنانچہ حضور کی جانب سے 1881ء میں اشتہار بعنوان ’براہین احمدیہ کا اعلان‘ منشور محمدی اخبار (5؍ محرم 1299ھ/ نمبر 1 جلد 11) میں ہی شائع کیا گیا کہ دیباچہ اور مقدمہ کتاب موصوف کا چھپ گیا ہے بقیہ بھی اب آہستہ آہستہ شائع ہو رہی ہے۔ اس لیے کچھ مزید انتظار کی درخواست کی گئی۔ یہاں پر حضورؑ نے اس مجبوری کا بھی اظہار کیا کہ امرتسر میں ہیضہ وتپ کی وبا کے باعث پریس وغیرہ کے کام کافی متاثر ہوئے ہیں اس لیے طباعت میں دیری کا سامنا ہے۔ (مولوی محمد حسین بٹالوی کا براہین احمدیہ پر ریویو از اشاعۃ السنۃ)



براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد ہندوستان کے اکثر علماء نے آپؑ کو اسلام کی حقیقی خدمت کرنے والا قرار دیا۔ اور مختلف ریویو وغیرہ لکھے۔ بٹالہ سے تعلق رکھنے والے مشہور و معروف عالم مولوی محمد حسین بٹالوی کی ایک تحریر پیش ہے جہاں مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کی تصنیف براہین احمدیہ پر ایک تفصیلی ریویو لکھتے ہوئے کہا کہ ہماری نظر میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی…اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھالیا ہو۔“ (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 169)

مولوی بٹالوی صاحب نے صرف یہیں پر بس نہیں کی بلکہ براہین احمدیہ سے انکار کرنے والے مسلمانوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ ”افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی و بحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں ہی نے انکار کیا ہے اور برطبق اتجعلون رزقکم انکم تکذبون اس احسان مولف کے مقابلہ میں کفران کر کے دکھا دیا۔ مزید برآں بٹالوی صاحب نے اس انکار کی وجہ بھی بتلادی کہ ایسے مسلمان دراصل گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد و بغاوت کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ مرزا صاحب نے اس کتاب میں اسے غیر مناسب قرار دیا ہے لہٰذا وہ مسلمان اس کتاب کے خلاف ہیں لیکن کیونکہ برملا حکومت کے خلاف اظہار کرنے سے ڈرتے بھی ہیں اس لیے اس کو کسی اور پیرایہ میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں فلاں فلاں امور کفریہ (دعوی نبوت اور نزول القرآن اور تحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لیے اس کا مؤلف کافر ہے۔“ (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 170)

پھر اپنے ریویو کے آخر پر مولوی صاحب حضرت صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لوگوں کو اس کو خریدنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبویہ محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کرے۔ پھر کیا اس احسان کے بدلے مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ فی کس نہ سہی فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کی ادنی قیمت دیکر خرید کریں…“ بٹالوی صاحب نہ صرف یہ بلکہ اس ریویو کے آخر پر خداوند سے ایک دعا بھی کرتے ہیں کہ ”اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہان سے زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کے برکات سے مالامال کر دے اور کسی اپنے صالح بندہ کے طفیل اس خاکسار شرمسار گناہگار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کتاب کی اخص برکات سے فیضیاب کر آمین وللارض من کاس الکرام نصیب“ (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 11 صفحہ 348)

اشاعۃ السنۃ کا ہی مزید مطالعہ کریں تو ہمارے سامنے یہ منظر بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ نہ صرف مولوی صاحب کو حضرت اقدسؑ کی اس کاوش نے انتہائی متاثر کیا تھا بلکہ مولوی صاحب نے اس کتاب کی بہتر ترویج اور تشہیر کے لیے حضورؑ کو تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب کے لیے مختلف رؤساء سے متعلق تحریک بھی کی تھی۔

چنانچہ اشاعۃ السنہ میں مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق میں بہت کچھ ترغیب دے چکے ہیں جس سے مسلمانان حامیان اسلام متاثر ہونے کی امید قوی ہے۔ اب ہم اس کتاب کے مؤلف مرزا غلام احمد صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہیں وہ یہ کہ مرزا صاحب اس باب میں ان اعیان و رؤساء اسلام کی طرف سے مراجعت کریں جن میں اکثر ایسے اہل وسعت ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب توجہ کریں تو صرف اپنی ہمت سے بلا شراکت غیر کتاب کو چھپوا سکتے ہیں۔ آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے جس کی عظمت شان ہے اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت حکایت ہے۔ آں حضرات کے نام نامی یہ ہیں:

1. نواب والا جاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر امیر ریاست بھوپال۔
2. نواب محمود علی خان صاحب بہادر رئیس چھتاری ضلع بلند شہر۔



3. نواب محمد ابراہیم علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔
4. نواب محمد داؤد خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس۔
5. جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالھم۔
6. آغا کلب عابد بیگ صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر
7. سید ہدایت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ
8. جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام۔ ناصر اسلام بررو تصنیف و کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرآدآباد
9. خان صاحب محمد امام خان صاحب مالگذار کانواڑہ ضلع سیونی۔
10. خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار آری ضلع

سیوئی۔

پھر براہین کی قیمت سے متعلق تجویز کرتے ہیں کہ ''قیمت براہین احمدیہ جو بنرخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے جنکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب اور نوع سے بھی مدد پہنچنے کی توقع ہے ان کے سواء اور مذہب (عیسائی آریہ وغیرہ) والوں سے اس کی قیمت پچیس روپیہ لے جاوے گی اور ایک روپیہ نو آنہ محصول ڈاک علاوہ بر آن۔'' (اشاعۃ السنہ جلد 2 نمبر نہم و دہم بابت ستمبر و اکتوبر 1880ء صفحہ 3-4)

قارئین! شومئ قسمت دیکھیے ان سب کے باوجود یہی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب پھر بعد میں حضور علیہ السلام کے شدید مخالف بن گئے اور آپؑ کی مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحب کے اسی طرز عمل (پہلے تائید میں شدت بعد ازاں مخالفت میں شدت) سے متعلق فرمایا: ''ہمیں اس کی حالت پر تعجب ہے کہ جس وقت ایک درخت کا ابھی تخم ہی زمین میں ڈالا گیا ہے اور کسی طرح کا نشوونما پتہ نکلا ہے نہ پھل لگا ہے نہ کوئی پھول تو اس معدومی کی حالت میں تو اس کی تعریف کی جاتی ہے کہ اس کی نظیر ۱۳ سو سال میں کہیں نہیں ملتی اور اب جب وہ درخت پگلا اور پھولا اور نشوونما پائی تو اس کے وجود سے انکار کیا جاتا ہے ابتدا میں ہمارے دعویٰ کی مثال رات کی تھی اس وقت تو شپر کی طرح اسے قبول اور پسند کیا اور اب جب دن چڑھا اور سورج کی طرح وہ چمکا تو آنکھ بند کر لی۔ جن ایام میں شناخت کے آثار نہ تھے اور اس وقت یہ امر مستور تھا تو ریویو لکھے اور رائے ظاہر کی اب یہ وقت آیا تھا کہ وہ اپنے ریویو پر فخر کرتا کہ دیکھو جو باتیں مَیں نے اول کہی تھیں وہ آج پوری ہو رہی ہیں اور میری اس فراست کے شواہد پیدا ہو گئے ہیں مگر افسوس کہ اب وہ اپنی فراست کے خود ہی دشمن ہو گئے ہم نے کونسی بات نئی کی ہے جس حکم کے وہ لوگ منتظر ہیں بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس نے آ کر ہر ایک رطب و یابس کو قبول کر لینا ہے اور وہ وحی کی پیروی کرے گا یا کہ ان مختلف مولویوں کی؟ اس نے آ کر انہی کی ساری باتیں قبول کر لینی ہیں تو پھر اس کا وجود بیہودہ ہے۔'' (البدر جلد ۲ نمبر ۱۶ صفحہ ۱۲۳ مورخہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء)

حسن اتفاق دیکھیے کہ کچھ یہی احوال حضور علیہ السلام کے ایک اور معاند کا بھی تھا۔ جس کا نام ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ چنانچہ مولوی صاحب اپنی تحریر 'تاریخ مرزا' میں بعنوان 'مرزا صاحب کی نظر عنایت خاکسار' لکھتے ہیں کہ ''جس طرح مرزا صاحب کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا صاحب سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ براہین تک میں مرزا صاحب سے حسن ظن تھا...''

چنانچہ مولوی صاحب پھر سلسلہ کے ایک معاند کی شکل اختیار کر گئے۔ حضورؑ نے بھی گاہے گاہے مولوی صاحب کی بابت اپنی تحریرات میں بیان کیا۔

اخبار منشور محمدی کا براہین احمدیہ پر ریویو

بنگلور سے نکلنے والے اخبار منشور محمدی نے 1882ء میں اپنی 2 اشاعتوں میں براہین سے متعلق تفصیلی ریویو شائع کیا۔ چنانچہ اپنے پہلے ریویو منشور محمدی جلد 12 نمبر 21 صفحہ 212-219 میں اخبار ہذا نے بعنوان ذیل اپنے ریویو کا آغاز کیا: جآء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

براہین احمدیہ ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

سبحان اللہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ابھی موجود ہیں کہ حمایت دین اسلام کے لیے محنت شاقہ اپنے پر گوارا کرتے ہیں۔ دین حق کی غمخواری میں زحمتیں اٹھاتے اور مصیبتیں جھیلتے ہیں، یا وہ لوگ بھی ہیں جن کو دین سے سروکار نہیں...مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علمائے اہل اسلام سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے کوئی ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر اور آنحضرت ﷺ کے ثبوت نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی برآئی۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی تالیف یا تصنیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی۔ براہین احمدیہ ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ جس میں مصنف زاد قدرہ اللّٰھم مع المسلمین بطور میانہ کے تین سو براہین قطعیہ عقلیہ سے حقیقت قرآن اور نبوت محمدیہ کو ثابت کیا ہے۔ افضل العلماء فاضل جلیل جرنیل فخر اہل اسلام ہند مقبول بارگاہ صمد جناب مولوی میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کی تصنیف ہے۔ سبحان اللہ کیا تصنیف منیف ہے کہ جس سے دین حق کا لفظ لفظ ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقت قرآن و نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ مخالفوں کو کیسے آب و تاب سے دلائل قاطعہ سنائے گئے ہیں...ایھا الناظرین یہ وہی کتاب ہے جو فی الحقیقت لاجواب ہے اور دعویٰ تو یہ ہے کہ اس کا جواب ممکن نہیں اگر مخالف بشرائط مندرجہ اشتہار وجواب لکھیں تو پھر دس ہزار روپیہ مفت نذر ہے اور حال یہ ہے کہ اگر مخالفوں کو کچھ بھی خدا ترسی ہو تو وہ بجز مطالعہ اس کتاب کے جواب یہی دینا چاہئے کہ لاالٰہ الا اللہ حق اور محمد رسول اللہ برحق۔ ہم تو فخریہ یہ کہتے ہیں کہ جواب ممکن نہیں، ہاں قیامت تک محال ہے...بھائیو کتاب براہین احمدیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ جس کا ثانی نہیں...الٰہی مصنف کتاب مبارک براہین احمدیہ کی محنتوں اور عرقریزیوں کا تو ہی صلہ دے کہ ہم ہیں عاجز بندے محض بے مقدور اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ تیرے دین کی تائید میں سرگرمی دکھلائیں اور خریدیں کتاب براہین احمدیہ کو بلا قصور الٰہی ہمارے مذہب کے جو رئیس ہیں یا مقدور ان کو ہدایت نصیب کیجئے کہ وہ اشاعت مذہب میں کریں نہ قصور خداوندا جن امیران عالی ہمم نے اس کتاب کی طبع میں اعانت کی ہے اور جن کے نام نامی مصنف نے بشکوری لکھے ہیں اس کا عوض ان کو یہاں بھی دیجیو اور وہاں بھی۔ یا اللہ یا غفور۔ آمین

کیا خوب ہے یہ کتاب سبحان اللہ
اک دم میں کرے ہے دین حق سے آگاہ
از بس کہ یہ مغفرت کی بتلاتی ہے راہ
تاریخ بھی یا غفور 1297 نکلی واہ واہ

(منشور محمدی 25 رجب 1300ھ/ (بمطابق 31/ مئی 1883ء) جلد 12 نمبر 21 صفحہ 212-218)

براہین احمدیہ حصہ چہارم پر ریویو



پھر اسی اخبار منشور محمدی نے اپنی ایک اور اشاعت میں براہین کے حصہ چہارم کی بابت بھی ریویو شائع کیا۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے: ''براہین احمدیہ ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ'' یہ وہی لاجواب کتاب ہے جس کو فخر اہل اسلام ہند اسوۃ المحققین قدوۃ المدققین مقبول بارگاہ صمد مولوی مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام فیوضہ نے کمال تحقیق و تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لیے بوعدۂ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا ہے۔ ہم نے اس کتاب کے اگلے حصوں پر اخبار منشور محمدی نمبر 21 جلد 12 مورخہ 25 رجب 1300 ہجری میں ریویو لکھا ہے۔ اب جس پر ہم اپنا ریویو لکھتے ہیں وہ اسی کتاب کا چوتھا حصہ ہے۔''

چنانچہ اس کے بعد ایڈیٹر کتاب کے مضامین پر 11 پوائنٹس پر مشتمل ایک تفصیلی ریویو بھی شامل کرتا ہے۔ جس کے بعد لکھا ہے کہ ''اس کتاب کی زیادہ تعریف کرنی ہماری حد امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفین اسلام پر حجت اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی کی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں۔

ع حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را،

مگر اتنا تو کہنے سے ہم بھی دریغ نہیں کر سکتے کہ بلاشبہ کتاب لاجواب ہے اور جس زور و شور سے دلائل حقہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدظلہ نے اپنے مکشوفات و الہامات کو بھی مخالفان اسلام پر ظاہر کر دیا ہے اس میں اگر کسی کو شک ہو تو مکاشفات الٰہی اور انوار نامتناہی جو عطیہ الٰہی ہیں ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پاوے اور عین الیقین حاصل کرے۔ اثبات اسلام وحقیت نبوت و قرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی ہے۔ ابھی آغاز ہے مگر اس کتاب کے مطالعہ سے انجام کا مزہ ملتا ہے۔ افسوس ہے کہ کتاب تو ثبوت دین الٰہی میں بے نظیر ہے مگر مسلمانوں کی کم توجہی سے مکمل چھپ جانے میں دیر پر دیر ہے۔ بڑی کتاب ہے۔ حجت اسلامی قائم کرنے میں لاجواب ہے۔ پر بیقدری ارباب زمانہ سے اس کا طبع التوا میں پڑ گیا ہے۔ جو امیر ذی مقدور ہیں وہ ہمت کے کچے اور دین کے کاموں میں از بس پسپا ہیں۔ مالدار مسلمانوں کو مال کمانے کا ہی دھن ہے محبت خدا اور رسول کا نہ ان کو خیال ہے اور نہ ان کو پروا۔ پس یہ عمدہ کتاب چھپے تو کیونکر چھپے اور کس طرح حجۃ البالغہ الاسلام مخالفوں پر ظاہر ہو۔ الٰہی تیرا ہی فضل چاہئے کہ ہمارے رئیسوں اور مالدار مسلمانوں کا دل اس کی تائید کے طرف آوے۔ آمین۔

مضامین عالیہ مندرجہ کتاب براہین احمدیہ کی تعریف کیونکر ہو سکے۔ یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کے لئے مخالفین کو دس ہزار روپیہ کی تحریص دلائی گئی ہے اور اشتہار دئے ہوئے عرصہ ہو چکا مگر کسی کو قلم اٹھانے کی اب تک طاقت نہ ہوئی۔ ہم بلا تصنع کہتے ہیں کہ ساری جلد چہارم حقائق و معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے اور جابجا دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو شبہ ہو تو ہمارے پاس آوے اور اپنی آنکھوں سے ہر ایک بات کا مشاہدہ کرے۔ پس مسلمان اگر اس مبارک کتاب کی خریداری نہ کریں اور اعانت سے قاصر رہیں تو فردائے قیامت خدا اور رسول کو کیا جواب دیں گے۔ اس کتاب کے چھپنے کو البتہ صرف کثیر درکار ہے دس پندرہ ہزار روپیہ تکمیل انطباع کے لئے چاہئے مگر یہ رقم کچھ ایسی کثیر نہیں جو فراہم نہ ہو۔ بشرطیکہ قوم چاہے۔ یوں تو ہمارے امرائے عالیشان ہزاروں لاکھوں روپیہ اپنی عیش و عشرت میں صَرف کر دیتے ہیں۔ اور مالدار مسلمان شادی و غمی میں دس پندرہ ہزار کے صرف کی کچھ مالیت نہیں سمجھتے۔ دین کی اعانت بھی اگر ان سے نہیں تو پھر کس سے ہو۔ آیا غریب مسلمانو کو یہ مقدور ہے کہ وہ بلا مشارکت امرائے اسلام پندرہ ہزار روپیہ خرچ کر دیں۔ ہمارے امیروں کی کوتاہ دلی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکے کہ اس کتاب کی اصل لاگت سو روپیہ ہے اور غریب و کم استطاعت مسلمانوں کو 10 روپیہ پر فروخت کی جاتی ہے ظلم ہے اگر رئیس بھی اسی قیمت پر کتاب کو چاہیں اور خریداری کی آمادگی صرف دس روپیہ بھیجنے پر ظاہر کریں۔ حضرت مصنف نے عنوان کتاب میں ایک نواب صاحب کا حال لکھا ہے جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کے شیدا و والہ ہیں۔ جب ان سے اعانت کی درخواست کی گئی تو پہلے لکھا کہ البتہ بیس پچیس جلد ریاست کی جانب سے خریدی جائیں گی۔ دوبارہ یاد دہانی پر جواب ملا کہ کتب مباحثات دینی کی اعانت خلاف منشاء سرکار ہے اس لئے

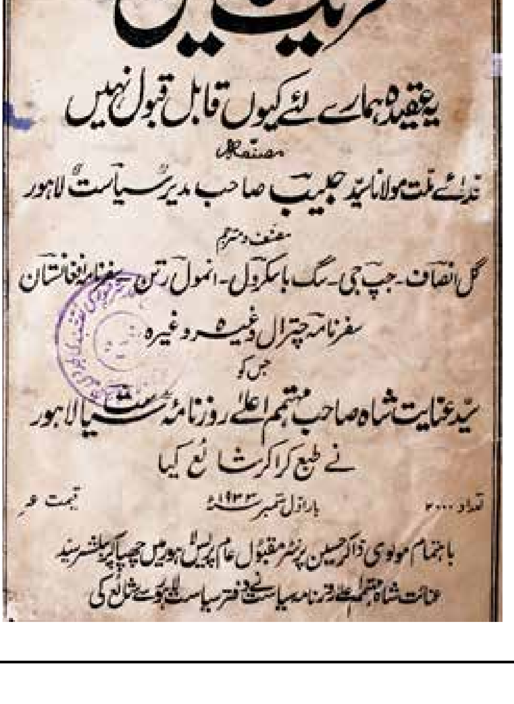


اعانت ممکن نہیں۔ سبحان اللہ حضرت نواب صاحب کی یہ دلسوزی دین قابل تعریف ہے۔ گورنمنٹ کے منشاء کو ان رئیس عالی بخت کے سوا اور کس نے نہ پایا حضرت ریاست سے خریداری بفرض محال خلاف منشاء گورنمنٹ تصور کر لی جائے تو آپ کے جیب خاص سے بطور اعانت دینی ہزار پانسو روپیہ دینا خلاف منشاء سرکار نہ تھا۔ دیکھو گورنر جنرل لارڈ رپن لفٹننٹ گورنر وغیرہ اس فنڈ کے معاونوں میں داخل ہیں جس فنڈ سے پادری اشاعت دین پولوسی پر کمر باندھے ہیں اور جس فنڈ سے مذہب اسلام کی خلاف میں عماد الدین و صفدر علی وغیرہم کتابیں لکھتے ہیں۔ پس اگر آپ اپنی طرف سے کچھ عنایت فرماتے تو پھر یہ گلہ ہی نہ ہوتا۔ جب قرآن و حدیث کے عامل رئیسوں کا یہ حال ہے تو پھر شارب الخمر اور فسق و فجور کے مرتکب امیروں سے کیا امید اعانت دین ہوسکتی ہے۔ حضرات اہل اسلام سے ہم بارہا درخواست کر چکے ہیں کہ ایک فنڈ ایسا قائم کیا جاوے جس کے سرمایہ سے کتب رد نصاریٰ چھپ کر مشتہر ہوں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کا ادھر خیال ہی نہیں آتا۔ دین اسلام کی یہ اشاعت جو آجکل مذہب پولوسی سے ہزارہا درجے ترقی پر ہے اس کی وجہ حقیت اور سچائی اسلام ہی ہے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسلمان اس کی تائید کرتے ہیں۔ اگر مسلمان دین کی تائید کرتے تو علیٰ وجہ الکمال اسلام اور بھی رونق پذیر ہوتا۔ اکثر رسائل و کتب بمضامین ردّ مذہب پولوسی قالب تالیف میں آ کر بے اعانتی کی وجہ سے مشتہر نہیں ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب جس کا ہم ریویو لکھ رہے ہیں ایسی عمدہ اور مکمل کتاب ہے کہ اس کو مطالعہ کر کے ہر ایک دین سے بدلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ مقابلہ اسلام کر کے حجت اسلامی قائم کر سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان ایسی کتاب کی تائید سے باز ہیں۔ مالدار مسلمان اگر زکوٰۃ کا مبلغ ہی اس کام کے لئے بخش دیں تو آج تمام کتب نامطبوعہ چھپ کر مشتہر ہوسکتی ہیں۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ آریہ اور برہمو سماج کے مذاہب باطلہ کی اشاعت کے لئے ہزاروں لاکھوں روپیہ اس مذہب کے پیرو خرچ کرتے ہیں اور مسلمان جن کو مذہبی طور پر اعانت دین واجب ہے اعانت سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ صاحبو فردائے قیامت خدا و رسول کو کیا جواب دو گے۔ بھائی دنیا کے لئے تو سب کچھ تو کچھ عقبیٰ کے لئے بھی خرچ کریں الدّنیا مزرعۃ الآخرۃ کا ثمرہ حاصل کریں۔ مالدار مسلمان سو پچاس سے کمک کریں جو کم مقدور ہیں وہ ایک روپیہ سے ایک پائی تک دیں اگر اس طرح کا سرمایہ بہم پہنچے تو کیا کچھ اسلام کی ترقی ہو نہیں سکتی۔ اب مسلمانوں کو ضرور ہے کہ خریداری براہین احمدیہ پر مستعد ہوں اگر ایک شخص سے اس کتاب کی تائید نہ ہو سکے تو ہر شہر و قصبہ میں دس دس پچاس پچاس مسلمان جمع ہوں اور چندہ کریں جو مبلغ چندہ سے حاصل ہو وہ مصنف کتاب کے پاس بھیجا جاوے۔ اگر ہندوستان و پنجاب بمبئی و دکن کے مسلمان ذرا بھی اس طرف متوجہ ہوں تو عرصہ قلیل میں ساری کتاب براہین احمدیہ چھپ کر نور افزائے دیدۂ اہل طلبی ہو جاوے گی۔ الٰہی مسلمانوں کو دین کی اعانت کی توفیق دے۔ اسلامی ریاستوں کے امیر و نواب دین متین کی تائید میں کمر باندھیں۔ الٰہی مصنف اللھم متع المسلمین بطول حیاتہ کو اس کتاب کی تصنیف کا اجر دے۔ آمین ثم آمین۔ فقط'' (منشور محمدی 15؍جمادی الآخر 1301ھ/(بمطابق 11اپریل 1884ء) جلد 13 نمبر 17 صفحہ 195-198)

قارئین، مشہور کہاوت ہے کہ فضیلت تو تب ہے جب کوئی مخالف کسی خوبی کا اعتراف کرے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی اسلام کے لیے خدمات کا جہاں مذکورہ بالا علماء نے بالوضاحت اور انتہائی وثوق کے ساتھ اعتراف کیا وہیں بعد میں آنے والے علماء بھی یہ تعریف کیے بنا نہ رہ سکے۔ براہین احمدیہ حضور علیہ السلام کی ایسی معرکہ آرا کاوش تھی کہ جب کبھی حضور علیہ السلام کا جس بھی پیرائے میں ذکر آئے، یا حضور کی علمی کوششوں کا ذکر ہو؛ براہین کا تذکرہ لازم و ملزوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند ایسے حوالے پیش ہیں:

اخبار سیاست کے مدیر مولوی سید حبیب صاحب جماعت اور بانی اسلام کے خلاف اپنی کتاب ''تحریک قادیان'' میں جہاں شدید مخالفانہ روش اختیار کیے دکھائی دیتے ہیں وہیں حضورؑ کے مسیحیوں اور آریہ سماج سے ہونے والے مباحثات کی بابت لکھتے ہیں: ''اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اُس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سِپر ہونے کا تہیہ کرلیا... مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔'' (تحریک قادیان صفحہ 208)

1897ء میں مولوی سید محمد حسن بدایونی کی تحریر کی گئی کتاب 'مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء' جو تذکرۂ علمائے ہندوستان کے نام سے ستمبر 2018ء میں شائع ہوئی اس میں حضورؑ کا 405 نمبر پر ذکر موجود ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''مرزا غلام احمد قادیانی ابن غلام مرتضیٰ (ضلع گورداس پور)، آپ نامی گرامی شہرہ آفاق فرقہ 'مرزائی احمدی کے بانی [اور] امام مہدی و مسیح موعود کے مدعی، بحالت بروزی ہوئے۔ آریہ اور عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام سے مباحثے و مناظرے رہے۔ ان کے خلیفہ مولوی حکیم نورالدین


حصہ اول
تحریک قادیان
یہ عقیدہ ہمارے لئے کیوں قابل قبول نہیں
مصنفہ
فدائے ملت مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست لاہور
مصنف و مترجم
گل انصاف - جپ جی - سنگ باسکر ول - انمول رتن - سفرنامہ افغانستان
سفرنامہ چترال وغیرہ وغیرہ
جس کو
سید عنایت شاہ صاحب مہتمم اعلےٰ روزنامہ سیاست لاہور
نے طبع کرا کر شائع کیا
تعداد ۲۰۰۰ — بار اول ستمبر ۱۹۳۳ء — قیمت عہ
باہتمام مولوی ذاکر حسین پرنٹر مقبول عام پریس لاہور میں چھپا پبلشر سید عنایت شاہ مہتمم اعلےٰ روزنامہ سیاست نے دفتر سیاست لاہور سے شائع کی

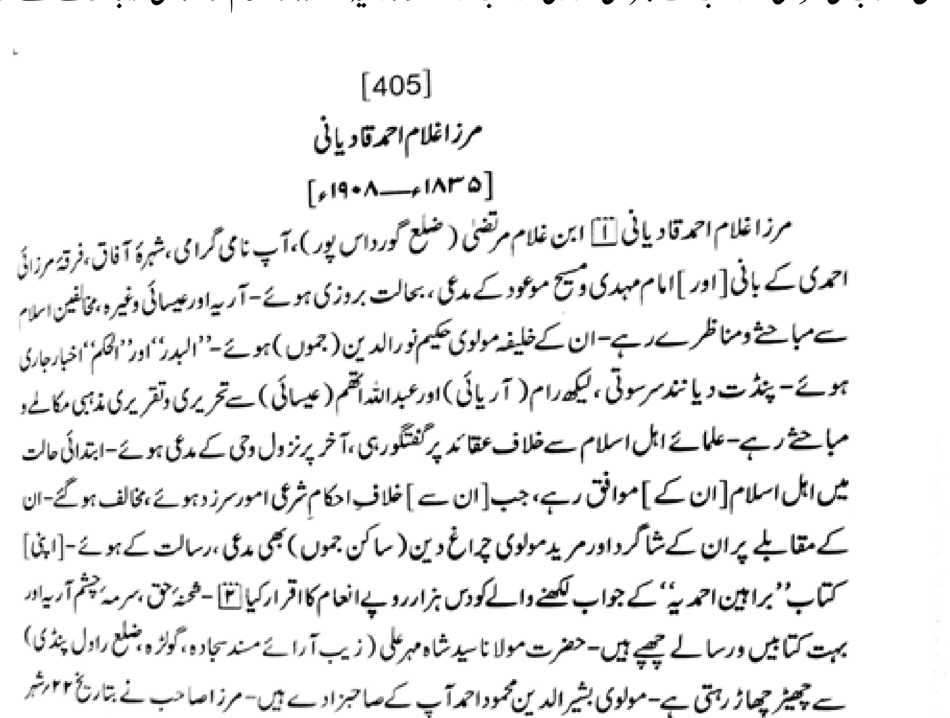
(جموں) ہوئے۔ ''البدر'' اور ''الحکم'' اخبار جاری ہوئے۔ پنڈت دیانند سرسوتی، لیکھ رام (آریائی) اور عبداللہ آتھم (عیسائی) سے تحریری و تقریری مذہبی مکالمے و مباحثے رہے۔ علمائے اہل اسلام سے خلاف عقائد پر گفتگو رہی، آخر پر نزول وحی کے مدعی ہوئے۔ ابتدائی حالت میں اہل اسلام (ان کے) موافق رہے، جب (ان سے) خلاف احکام شرعی امور سرزد ہوئے، مخالف ہو گئے۔ ان کے مقابلے پر ان کے شاگرد اور مرید مولوی چراغ دین (ساکن جموں) بھی مدعی رسالت ہوئے۔ (اپنی) کتاب براہین احمدیہ کے جواب لکھنے والے کو دس ہزار روپے انعام قرار کیا...الخ'' (تذکرہ علمائے ہندوستان از سید حسین بدایونی / تحقیق: ڈاکٹر خوشتر نورانی مطبع دار النعمان لاہور)

عصر حاضر میں حضورؑ کی تعلیمی و تحقیقی کاوشوں کے ساتھ کی جانے والی زیادتی

علامہ اقبال کے احمدی ہونے نہ ہونے سے متعلق گاہے گاہے علمی و ادبی حلقوں میں بحث ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اعظم گڑھ سے منسوب ایک تاریخی رسالہ 'معارف' نے چند عشروں پہلے اکتوبر 2002ء میں ''اقبال اور احمدیت'' کے عنوان سے ایک بحث شائع کی جس میں جہاں ایک طرف اقبال کا اپنا بیان کہ ''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔'' وہیں دوسری جانب ان کی احمدیت سے انحراف کی داستان بھی انہیں کی زبانی بیان کی گئی ہے وہ درج ہے، جس میں علاوہ دیگر باتوں کے اقبال نے مولوی چراغ علی مرحوم کا بانی احمدیت کو براہین احمدیہ میں معاونت فراہم کرنے کا ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ مولوی چراغ علی صاحب نے باقی مسلمان علماء کی طرح فقط مالی معاونت کی تھی جس پر حضور نے شکریہ کا اظہار بھی کیا تھا۔ البتہ کیا کسی قسم کی کوئی علمی امداد بھی کی تھی، اگرچہ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ ایسا ممکن ہوا ہو گا جس کا تشفی بخش جواب حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان کیا ہے (جو آخر پر درج ہے)، مگر اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب نے پھر بھی مولوی صاحب کو باضابطہ لکھ کر تفصیل اور آگاہی لینا چاہی، مگر افسوس کہ جناب مولوی صاحب کا حافظہ بھی یکدم غائب ہوگیا اور یہ لکھنے پر اتفاق کیا کہ۔ مجھے مطلق یاد نہیں اور نہ مجھے اب ان چیزوں سے کچھ سروکار ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ان امور میں میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ (عبد الحق) (حیات احمدؑ جلد دوم از یعقوب عرفانی صاحبؓ صفحہ 42)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''آجکل تو ''زمیندار'' اور ''احسان'' وغیرہ مخالف اخبارات یہ بھی لکھتے رہتے ہیں کہ کوئی مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی تھے وہ آپ کو یہ مضامین لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ جب تک اُن کی طرف سے مضامین کا سلسلہ جاری رہا آپ بھی کتاب لکھتے رہے مگر جب انہوں نے مضمون بھیجنے بند کر دیے تو آپ کی کتاب بھی ختم ہوگئی۔ گو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی چراغ علی صاحب کو کیا ہوگیا کہ اُنہیں جو اچھا نکتہ سُوجھتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیج دیتے اور اِدھر اُدھر کی معمولی باتیں اپنے پاس رکھتے۔ آخر مولوی چراغ علی صاحب مصنّف ہیں۔ براہین احمدیہ کے مقابلہ میں اُن کی کتابیں رکھ کر دیکھ لیا جائے کہ آیا کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ پھر وجہ کیا ہے کہ دوسرے کو تو ایسا مضمون لکھ کر دے سکتے تھے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور جب اپنے نام پر کوئی مضمون شائع کرنا چاہتے تو اُس میں وہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ پس اوّل تو انہیں ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضمون لکھ لکھ کر بھیجتے؟ اور اگر بھیجتے تو عُمدہ چیز اپنے پاس رکھتے اور معمولی چیز دوسرے کو دے دیتے۔ جیسے ذوق کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ظفر کو نظمیں لکھ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مگر ''دیوانِ ذوق'' اور ''دیوانِ ظفر'' آجکل دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صاف نظر آتا ہے کہ ذوق کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ ظفر کے کلام میں نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ظفر کو کوئی چیز دیتے بھی تھے تو اپنی بچی ہوئی دیتے تھے اعلیٰ چیز نہیں دیتے تھے حالانکہ ظفر بادشاہ تھا۔ غرض ہر معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی چراغ علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضامین بھیجا کرتے تھے تو انہیں


[405]
مرزا غلام احمد قادیانی
[۱۸۳۵ء — ۱۹۰۸ء]
مرزا غلام احمد قادیانی [۱] ابن غلام مرتضیٰ (ضلع گورداس پور)، آپ نامی گرامی، شہرۂ آفاق، فرقۂ مرزائی احمدی کے بانی [اور] امام مہدی و مسیح موعود کے مدعی، بحالت بروزی ہوئے۔ آریہ اور عیسائی وغیرہ، مخالفین اسلام سے مباحثے و مناظرے رہے۔ ان کے خلیفہ مولوی حکیم نورالدین (جموں) ہوئے۔ ''البدر'' اور ''الحکم'' اخبار جاری ہوئے۔ پنڈت دیانند سرسوتی، لیکھ رام (آریائی) اور عبداللہ آتھم (عیسائی) سے تحریری و تقریری مذہبی مکالمے و مباحثے رہے۔ علمائے اہل اسلام سے خلاف عقائد پر گفتگو رہی، آخر پر نزول وحی کے مدعی ہوئے۔ ابتدائی حالت میں اہل اسلام [ان کے] موافق رہے، جب [ان سے] خلاف احکام شرعی امور سرزد ہوئے، مخالف ہو گئے۔ ان کے مقابلے پر ان کے شاگرد اور مرید مولوی چراغ دین (ساکن جموں) بھی مدعی، رسالت کے ہوئے۔ [اپنی] کتاب ''براہین احمدیہ'' کے جواب لکھنے والے کو دس ہزار روپے انعام کا اقرار کیا [۲]۔ شحنۂ حق، سرمہ چشم آریہ اور بہت کتابیں و رسالے چھپے ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ مہر علی (زیب آرائے مسند سجادہ، گولڑہ، ضلع راول پنڈی) سے چھیڑ چھاڑ رہتی ہے۔ مولوی بشیر الدین محمود احمد آپ کے صاحبزادے ہیں۔ مرزا صاحب نے بتاریخ ۲۴ر شہر صفر المظفر، یوم پنج شنبہ، وقت ساڑھے دس بجے دن، ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔
286

چاہیئے تھا کہ معرفت کے عُمدہ عُمدہ نکتے اپنے پاس رکھتے اور معمولی علم کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیجتے۔ مگر مولوی چراغ علی صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں بھی۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھ لو کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ انہوں نے تو اپنی کتابوں میں صرف بائیبل کے حوالے جمع کئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے وہ معارف پیش کئے ہیں جو تیرہ سَو سال میں کسی مسلمان کو نہیں سُوجھے۔ اور اِن معارف اور علوم کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی ان کی کتابوں میں نہیں۔" (فضائل القرآن، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 350)

اسی تناظر میں کچھ عرصہ قبل ایک پروگرام میں سوال کا جواب دیتے ہوئے معروف مذہبی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد نے اہل علم اور معروف افراد کے احمدیت کی آغوش میں آنے سے متعلق کہا کہ "وہ کام جو کر رہا تھا، اس نے عیسائی مشنریز کے ساتھ مناظرے کر کے غلام احمد نے انہیں شکست دے دی۔ اور پھر جو ایک زبردست Violent تحریک اٹھ گئی تھی ستھیارتھ پرکاش کا جو مصنف تھا آریہ سماج۔ تو آریہ سماج کے لوگوں سے بھی اس نے مناظرے کیے اور انہیں شکست دے دی۔ ان دو چیزوں کی وجہ سے آنکھوں کا تارہ بن گئے۔ اس لیے کہ ہمارے علماء تو پڑھتے ہی نہیں، نہ بائبل پڑھتے ہیں نہ کسی اور مذہب کی کوئی کتاب تو آخر مناظرہ کس طرح کریں.."

(Dr Israr Ahmad Speaking Truth About Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani A.Flv,2011.Accessed January 07, 2023. https://www.youtube.com/watch?v=LHyDvHkYnGM.)

اسی طرح حکومت پنجاب کی جانب سے 1953ء کے فسادات پر شائع کی جانے والی انکوائری رپورٹ میں جماعت احمدیہ کے تعارف میں بھی حضور علیہ السلام کے تعارف کے ساتھ براہین احمدیہ کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ رپورٹ ہذا کے صفحہ 9 پر لکھا ہے کہ

Here we content ourselves with only giving a brief account of the Ahmadiya movement, which was founded by Mirza Ghulam Ahmad,a grandson of Mirza Ghulam Murtaza who was a General in the Sikh Darbar. Mirza Ghulam Ahmad was born on 13th February1835,at Qadian,a village in the district of Gurdaspur, which exclusively belonged to his family in proprietary rights.He learned Persian and Arabic languages at home but does not appear to have received any Western education.In1864he got some employment in the District Courts, Sialkot, where he served for four years.On his father's death he devoted himself whole-heartedly to the study of religious literature, and between 1880 and 1884 wrote his famous 'Buraheen-i-Ahmadiya' in four volumes. Later he wrote some more books. Acute religious controversies were going on in those days and there were repeated attacks on Islam, not only by Christian missionaries but also by preachers of Arya Samaj, a liberal Hindu movement which was becoming very popular.

(Munir, Muhammad. "Report of the Court of Inquiry constituted under Punjab act II of 1954 to enquire into the Punjab disturbances of 1953." (1954). Pg.10)

☆...☆...☆

آخر فتح حضرت مسیح موعودؑ کو ہی حاصل ہوئی

حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳؍ستمبر ۱۹۳۷ء میں فرمایا: "علماء حقیقی وہی ہیں جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو مگر ان علماء میں سے بھی وہ لوگ جو اِس مقام پر نہیں پہنچے ہوئے ہوتے جس مقام پر پہنچ کر خدا تعالیٰ انہیں اِعۡمَلُوۡا مَاشِئۡتُمۡ کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے، بعض دفعہ ٹھوکر کھاجاتے اور پھر ایسے ذلیل ہو جاتے ہیں کہ ان کی ذلّت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی تعریف کی، اتنی تعریف کی کہ اسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے ایک پُرجوش مرید آپ کی تعریف کر رہا ہے۔... مگر پھر وہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے آپ پر کُفر کا فتویٰ لگایا اور تمام ہندوستان میں آپ کی مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ محض اس لئے کہ میری ہتک ہوئی ہے، مجھ سے اپنے دعویٰ کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔ اور دراصل پہلا غصہ انہیں آپ پر یہی تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے انہیں بتایا کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھ رہے ہیں جس میں وفاتِ مسیح کا ذکر آتا ہے۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی کہنے لگے کہ ہم سے تو انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر اسی غصہ میں وہ سارے ہندوستان میں پھرے اور آپ پر کُفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ انہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے لئے ہاؤ ہو کا شور بھی مچا لیا، آپ کو گالیاں بھی دی گئیں، آپ کو بُرا بھلا بھی کہا گیا۔ آپ کے خلاف لوگوں کو مشتعل بھی کیا گیا مگر آخر فتح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی۔"

فضائلِ قرآنِ مجید

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کلامِ پاکِ یَزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُوءلُوئے عُمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے

خُدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو، یہ کیسا کِذب و بہتاں ہے؟

اگر اِقرار ہے تم کو خُدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اِس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کِیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

براہین احمدیہ سے متعلق بعض ضروری امور

(احسان احمد)

پہلے سے موجود لٹریچر میں جن موضوعات پر لکھا جاچکا ہے وہ عموماً براہین احمدیہ کے مضامین، اس سے متعلق علماء اور عوام کے تاثرات، اور کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق تاریخی واقعات پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ چند ایک اہم موضوعات درج ذیل ہیں جن پر مزید جمع و تدوین کی کافی گنجائش ہے

کتاب براہین احمدیہ سے متعلق کئی مضامین جماعتی لٹریچر میں پہلے سے موجود ہیں لیکن یہ کتاب اور اس کے موضوعات ایک بحرِبے کنار ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ براہین احمدیہ کے حوالہ سے تاریخ احمدیت، حیات احمد، براہین احمدیہ اور مولوی عبدالحق (بابائے اُردو) کا مقدمہ، ماہنامہ انصاراللہ کے دو عدد براہین احمدیہ نمبر دسمبر 1997ء اور فروری 1998ء تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ چونکہ اس مضمون میں ہمارا مقصد صرف ان اہم امور کا ذکر کرنا ہے جو ابھی تک مزید تحقیق کے مستحق ہیں۔ اس لیے تفصیل میں جانے کی بجائے بعض تحقیقات کا اختصار سے ذکر کیا گیا ہے۔

پہلے سے موجود لٹریچر میں جن موضوعات پر لکھا جاچکا ہے وہ عموماً براہین احمدیہ کے مضامین، اس سے متعلق علماء اور عوام کے تاثرات، اور کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق تاریخی واقعات پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ چند ایک اہم موضوعات درج ذیل ہیں جن پر مزید جمع و تدوین کی کافی گنجائش ہے۔

1) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا براہین احمدیہ کے زمانہ تک وسعت مطالعہ۔

2) براہین احمدیہ لکھنے کے دوران پیش آنے والے واقعات و حالات۔

3) براہین احمدیہ کے زمانہ کے عینی شاہدین اور بعد کے اصحاب کی روایات۔

اس کے علاوہ کئی موضوعات ترتیب دیے جاسکتے ہیں جو الگ الگ کتاب کا درجہ رکھتے ہیں، جیسا کہ براہین احمدیہ میں مذکور نشانات اور الہامات جو بعد کے زمانہ میں پورے ہوئے۔ براہین احمدیہ جلد پنجم میں اس کی کسی قدر تفصیل موجود ہے۔ غیر مذاہب اور دنیا کے مختلف ممالک میں براہین احمدیہ کے ذریعہ تعارف اور خطوط کا بھیجنا ایک الگ موضوع ہے جو ابھی تک کافی گمنامی میں پڑا ہوا ہے۔

بہرحال ہم نے اس تحقیق میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے براہین احمدیہ کی تائید میں لکھے جانے والی کتب کا تعارف پیش کیا ہے۔ نیز بعض حوالہ جات اور روایات متفرق طور پر آخر پر درج کیے ہیں جن سے الگ موضوعات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

☆...براہین احمدیہ کی تائید اور دفاع میں مندرجہ ذیل کتب لکھی گئیں۔ (بعض اشتہارات بھی براہین احمدیہ کی تائید میں مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے لیکن وہ اس وقت خارج از بحث ہیں)

☆...براہین احمدیہ پر ریویو از مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 6-11 بمطابق جون تا نومبر 1884ء)

☆...تصدیق براہین احمدیہ بجواب تکذیب، خبط، تنقیہ وغیرہ از حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ، مطبوعہ 1890ء۔

☆...القول الفصل و ما ھو بالھزل، براہین احمدیہ کے ریویو پر ریویو از میر حامد صاحب سیالکوٹی مطبوعہ 1891ء۔

☆...تائید براہین احمدیہ حصہ اول و دوم از شہاب الدین چشتی صابری مطبوعہ 1891ء۔

☆...رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ اول عرف تہذیب المکذبین از مولوی ابو رحمت حسن صاحب، مطبوعہ 1895ء۔

☆...رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ دوئم، عرف وید و قرآن کا مقابلہ از مولوی ابو رحمت حسن صاحب، مطبوعہ 1900ء۔

براہین احمدیہ پر ریویو
از مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

کل صفحات: 155

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا براہین احمدیہ پر ریویو اس لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں بٹالوی صاحب نے ہر طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دفاع کیا ہے نیز براہین احمدیہ اور اس کے مصنف پر ہونے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔ رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 7 بمطابق 1884ء کے 155 صفحات پر مشتمل (طویل ہونے کے باعث یہ ریویو کتاب کی حیثیت رکھتا ہے) اس ریویو سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹،۱۷۰)

مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہموطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶ صفحہ ۱۷۶)

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کے رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی القا اکثر جھوٹ نکلتے ہیں اور الہامات مؤلف براہین سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا۔ (چنانچہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے گو ہم کو ذاتی تجربہ نہیں ہوا) پھر وہ القاء شیطانی کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک شیطان کو بھی یہ قوت قدسی ہے کہ وہ انبیاء و ملائکہ کی طرح خدا کی طرف سے مغیبات پر اطلاع پائے اور اس کی کوئی خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے حاشا و کلا۔ شاید یہاں ہمارے معترض مہربان مولف براہین احمدیہ کے ساتھ ہم کو بھی ملائیں اور ہم پر بھی فتویٰ کفر لگائیں اور یہ فرمائیں کہ اس جواب میں مولف براہین کو آنحضرت سے ملایا گیا ہے اور ان کے الہامات کو وحی نبوی کی مانند تصرف شیطانی سے معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ لیکن میں ان کے فتویٰ کفر سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں خود ان پر فتویٰ کفر لگا سکتا ہوں۔ جو ان کے پاس آلہ یا سانچا یا مشین تکفیر ہے وہ میں بھی کہیں سے مستعار لے کر کام چلا سکتا ہوں۔ ہاں ان کی بات کا یہ جواب دیتا ہوں کہ مؤلف براہین احمدیہ (جبکہ اس کے الہامات صادق ہوں اور ولایت مسلم) یا اور اولیاء امت محمدیہ اپنے الہامات میں نبیوں کی مثل معصوم نہیں تو محفوظ تو ہو سکتے ہیں خصوصاً ان الہامات میں جو قرآن اور دین اسلام کے موافق اور مؤید ہوں۔ ان الہامات میں حفاظت کا حصہ وہ بطور وراثہ بحکم العلماء ورثۃ الانبیاء عصمت انبیاء سے پاتے ہیں۔ ان میں اُن میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عموماً (یعنی اپنے ہر ایک الہام میں) معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء خصوصاً ان الہامات میں جو شرع نبی کے مخالف نہ ہوں) اور ان الہامات پر وہ قائم و ثابت رہے ہوں محفوظ ہوتے ہیں۔ انبیا کے الہامات کی عامہ خلائق کو پابندی واجب ہے اولیاء کے الہامات کی پابندی غیر پر واجب نہیں۔



الہامات انبیاء اصل ہیں۔ یہ الہامات ان کی ظل۔ (اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 9 صفحہ 284)

"اس کتاب کی خوبی اور بحق اسلام نفع رسانی اس کتاب کو بچشم انصاف پڑھنے اور ہمارے ریویو کو دیکھنے والوں کی نظروں میں مخفی نہ رہے گی۔ لہٰذا بحکم "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" کافہ اہل اسلام پر (اہلحدیث ہوں خواہ حنفی شیعہ ہوں خواہ سنی وغیرہ) اس کتاب کی نصرت اور اس کے مصارف طبع کی اعانت واجب ہے۔ مولف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبویہ محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کرلے۔ پھر کیا اس احسان کے بدلے مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ فی کس نہیں فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کی ادنیٰ قیمت دے کر خرید کریں اور اس پر یہ شعر پڑھیں **شعر**

جمادے چند دادم جان خریدم
بحمد اللہ کہ بس ارزان خریدم

اب ہم اس ریویو کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں:۔ اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر ان کی ذات سے ان کے ماباپ سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کے برکات سے ان کو مالامال کر دے اور کسی اپنے صالح بندہ کے طفیل اس خاکسار شرمسار گناہگار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کتاب کی اخص برکات سے فیضیاب کر آمین و للارض من کاس الکرام نصیب۔ (اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر 11 صفحہ 348)

تصدیق براہین احمدیہ از حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ مطبوعہ 1890ء کل صفحات: 334

حضرت مسیح موعود مہدی ومعہود علیہ السلام کی معرکہ آرا تصنیف ''براہین احمدیہ''ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ جس کو آپ علیہ السلام نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لیے بوعدہ انعام دس ہزار شائع کیا تھا۔ اس تصنیف منیف پر پنڈت لیکھرام نے''تکذیب براہین احمدیہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ کو ایک خط مرقوم فرمایا جس میں لکھا۔''... میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نام ایک شخص نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے۔ اور اپنی کتاب کا نام ''تکذیب براہین احمدیہ'' رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی استعداد ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں۔ وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی عملی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ غرض اس شخص نے خواندہ ہندوؤں کی منت سماجت کر کے اور بہت سی کتابوں کا اس نے خیانت آمیز حوالہ لکھ کر یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہندوؤں میں بہت جوش ہو رہا ہے یقین ہے کہ کشمیر میں بھی یہ کتاب پہنچی ہو گی کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لالہ لچھمن داس صاحب ملازم ریاست کشمیر نے تین سو روپیہ اس کتاب کے چھپنے کے لیے دیا ہے۔ شاید یہ بات سچ ہو یا جھوٹ ہو لیکن اس پُر افتراء کتاب کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے اور یہ عاجز ابھی ضروری کام سراج منیر سے، جو مجھے درپیش ہے بالکل عدیم الفرصت ہے اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا اور نہ آپ کی تعریف کی رُو سے بلکہ قوی یقین سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لیے آپ کے دل میں جوش ڈالا ہے اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے، کوئی دوسرا آدمی ان صفات سے موصوف نظر نہیں آتا۔ اس لیے میں آپ کو یہ بھی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اول سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کئے ہیں۔ ان سب کو ایک پرچہ کاغذ پر بیاد داشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو جوابات معقول دل میں ڈالے وہ سب الگ الگ لکھ کر میری طرف روانہ فرماویں اور جو کچھ خاص میرے ذمہ ہو گا، میں فرصت پا کر اس کا جواب لکھوں گا۔ غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جد و جہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح مالی کام میں آپ نے پوری پوری نصرت کی ہے اس سے یہ کم نہیں ہے کہ آپ خداداد طاقتوں کی رو سے بھی نصرت کریں۔ آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لیے بہت زور لگا رہے ہیں۔ میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لیے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔ بہت جلد مجھ کو اطلاع بخشیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کا مددگار ہو۔ آپ اگر مجھے لکھیں تو میں ایک نسخہ کتاب مذکور کا خرید کر آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ۲۶؍ جولائی ۱۸۸۷ء''

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۴۲، ۴۳)

اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ نے پنڈت لیکھرام کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کے جواب میں تصدیق براہین احمدیہ جیسی لاجواب کتاب تصنیف فرمائی جو ۱۸۹۰ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کتاب میں جو بجواب تکذیب۔ تنقیہ۔ خبط وغیرہ ہے اس میں آریہ صاحبان کے اعتراضات کے جواب میں نہایت معقول دلائل دیے گئے ہیں اور مختلف مقامات پر قرآن کریم کی نہایت لطیف تفسیر کی گئی ہے اور اسلام کی صداقت بڑے زور سے ثابت کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب پر یہ ریویو فرمایا: ''حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظراتِ دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال میں کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷ حاشیہ)

پہلے ایڈیشن کے آخر پر تصدیق براہین احمدیہ جلد دوم سے متعلق درج ذیل دو اشتہار ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلد دوم بھی شائع ہونے کے لیے پنجاب پریس سیالکوٹ میں جا چکی تھی اور ۷۰۰ کے قریب اس کے صفحات دوسرے اشتہار میں بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جلد شائع ہوئی یا نہیں، پنجاب پریس سیالکوٹ میں جانے کے بعد اس کے شائع ہونے اور منظر عام پر آنے میں کیا رکاوٹ حائل ہوئی اس بارہ میں ہمارا لٹریچر خاموش نظر آتا ہے۔

اشتہار اول اور دوم کی عبارت یہاں درج کی جاتی ہے۔

تصدیق براہین احمدیہ

جلد دوم

اس بیش قیمت کتاب کی دوسری جلد بھی بڑے اہتمام کے ساتھ پنجاب پریس سیالکوٹ میں چھپ رہی ہے۔ اور عنقریب فروخت کے لیے بالکل تیار ہو جائے گی۔ اس جلد میں بھی بڑے ضروری اور مفید مطلب مضامین پر بحث کی گئی ہے خصوصاً مسئلہ تناسخ کی تردید میں بڑا مفصل مضمون لکھا گیا ہے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

المشتہر عبدالکریم بورڈ سکول سیالکوٹ

اشتہار دوم کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

تصدیق براہین احمدیہ

مصنّفہ جناب مولوی نورالدین صاحب حکیم ریاست جموں بجواب تکذیب۔ خبط۔ تنقیہ۔ وغیرہ۔ اس میں آریہ صاحبان کے اعتراضات کے جواب نہایت معقول دلائل سے دیے گئے ہیں۔ اور مختلف مقامات قرآن کریم کی نہایت لطیف تفسیر کی گئی ہے۔ اس کتاب نے لاریب مخالفین کا منہ کھٹا کر دیا ہے اور اسلام کی صداقت بڑے زور کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔ پہلی جلد نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھپ کر تیار ہے قیمت ۸

حصہ دوم جو قریب ۷۰۰ صفحہ کے ہے زیر طبع ہے۔ اس میں مکذب براہین نے طبع ثانی میں جو تصدیق کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے اس کا جواب بھی مدنظر ہے۔

القول الفصل و ما ھو بالھزل، براہین احمدیہ کے ریویو پر ریویو از میر حامد صاحب سیالکوٹی

کل صفحات: 112

یہ کتاب حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ کی طرف سے مولوی محمد حسین بٹالوی کے براہین احمدیہ کے ریویو پر ریویو ہے۔ پہلے دو صفحات پر ایک نظم اور پھر ۴ صفحات پر انٹروڈکشن کے عنوان کے تحت اس کتاب کا تعارف درج فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے کل ۱۱۲ صفحات ہیں۔ کتاب کے سرورق پر سنہ اشاعت درج نہیں لیکن کتاب کے اندر موجود تعارف سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف نے اسے 1890ء میں تصنیف فرمایا اور 1891ء میں پنجاب پریس سیالکوٹ میں غلام قادر فصیح صاحب کے اہتمام سے شائع کیا۔

☆... تائید براہین احمدیہ حصہ اول و دوم از شہاب الدین چشتی صابری مطبوعہ 1891ء

کتاب کا کسی قدر تعارف خود مصنف کے قلم سے:

''اے صاحبان جن کو حق اور حق پسندی سے پیار ہے۔ ان کے لیے تائید براہین احمدیہ المعروف عینک چشم آریہ کا یہ دوسرا حصہ تیار ہے۔ جس پہلو سے دیکھو گے یہی ثابت ہو گا کہ انسان کے لیے نجات جاودانی کا وسیلہ قرآن شریف ہے۔ جس کے مقابلہ میں آریہ وید کی تعلیم نہایت ہی خفیف وضعیف ہے۔ بلکہ روحانی تعلیم اور معجز نمائی میں آریہ وید پرلے درجہ کا نحیف ہے۔ اس حصہ میں نسخہ خبط احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام کا جواب باصواب ہے۔ غور سے پڑھو گے تو ثابت کر لو گے کہ پنڈت صاحب کی لچر تحریر و تقریر کی کس طرح مٹی خراب ہے۔ مجھے نہ مرزا صاحب کی کسی طرح رعایت ہے نہ پنڈت صاحب کے ساتھ عناد و بیجا شکایت ہے۔ صرف حق و باطل میں تمیز کرنے کے لیے عوام کی خدمت منظور ہے۔ اگر کوئی برا مانے تو اس کا قصور ہے۔

مہربانی کر کے اول سے آخر تک مطلع فرمایئے۔

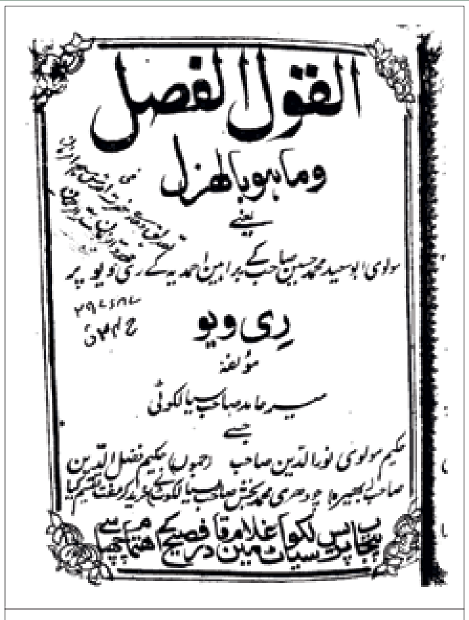
خاکپائے

نیازمند شہاب الدین صابری

(حصہ دوم تائید براہین احمدیہ المعروف عینک چشم آریہ صفحہ ۳)

تائید براہین احمدیہ کا پہلا حصہ فی الحال دستیاب نہیں ہو سکا، دوسرے حصہ کے صفحات کی تعداد 86 ہے۔

کتاب کے مصنف شہاب الدین چشتی صابری کے حالات



معلوم نہیں ہو سکے۔ تاریخ احمدیت میں لائف آف احمد مصنفہ عبدالرحیم درد صاحب کے حوالہ سے صرف اتنا ذکر ملتا ہے کہ نکودر ضلع جالندھر کے ایک عرائض نویس شہاب الدین غوری نے بھی اس کے جواب میں ایک کتاب ''تائید براہین احمدیہ'' لکھی جو 1891ء میں قیصری پریس جالندھر سے طبع ہوئی۔ (لائف آف احمد صفحہ 124)(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۳۱۴)

رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ اول عرف تہذیب المکذبین:

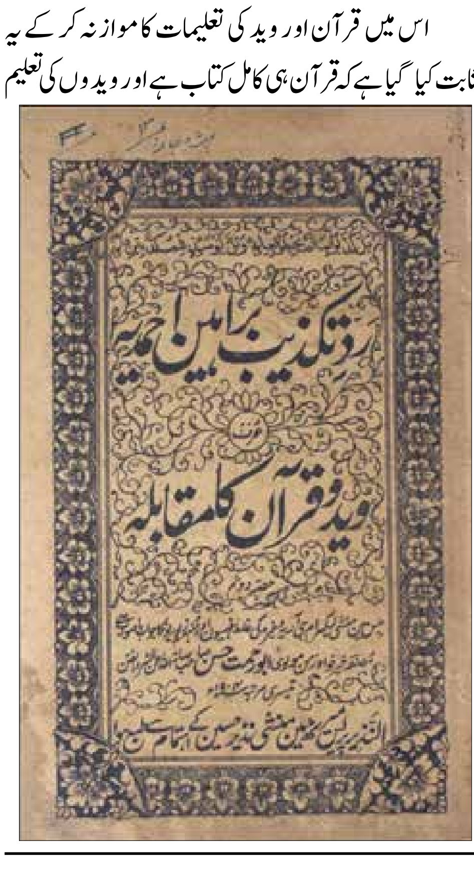
صفحات: 130

یہ کتاب تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام کا جواب ہے۔ اس کتاب میں عقلی و نقلی جوابات کے علاوہ مصنف نے الزامی جواب دینے کا طریق استعمال کیا ہے اور ویدوں کی غیر مہذب تعلیمات پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ پہلا ایڈیشن ۱۸۹۵ء میں ۱۳۰ صفحات پر اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں ۱۵۰ صفحات پر میرٹھ سے شائع ہوا۔

رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ دوئم، عرف وید و قرآن کا مقابلہ:

صفحات: 152

اس میں قرآن اور وید کی تعلیمات کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن ہی کامل کتاب ہے اور ویدوں کی تعلیم



ناقص، خلاف قانون قدرت اور حیاء سوز ہے۔متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ زیرنظر ایڈیشن تیسری مرتبہ 1904ء میں النذیر پریس میرٹھ میں منشی نذیر حسین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

مولوی ابو رحمت حسن صاحب کا تعارف

مولوی ابو رحمت حسن صاحب کے جس قدر حالات دریافت ہوئے ہیں وہ مزید تحقیق کے محتاج ہیں کیونکہ ان کی بیعت کا صریح ذکر نہیں ملتا لیکن ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خطوط لکھنا اور خود حاضر ہو کر اپنی برادری کی مخالفت کا ذکر کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بہرحال آپ احمدی ہی تھے اور ایک وقت تک اپنے ایمان کو خفیہ رکھتے رہے۔ آپ کئی کتب کے مصنف اور کامیاب مناظر تھے اور آپ کی تبلیغ کا زیادہ کام ہندو اور آریہ مذہب کے خلاف تھا۔ آپ کی تصنیفات کی ایک نامکمل فہرست درج ذیل ہے۔

☆…تہذیب المکذبین، رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ اول

☆…وید و قرآن کا مقابلہ، رد تکذیب براہین احمدیہ حصہ دوئم

☆…وید کی حقیقت

☆… قرآن کی حقیقت کا جواب

☆… رد خطرات

☆… تحقیق الالہام

☆… مباحثہ کسیر

☆… مباحثہ موضع سکندر آباد

☆… مباحثہ موضع رسول پور

☆… صلوۃ اور سندھیا کی کتاب

☆… ید بیضا بجواب رسالہ کالی چرن

☆… ہدایت نامہ بجواب قسم نامہ

ان کتب کے علاوہ ماہوار رسالہ ''النذیر'' میں جو منشی نذیر حسین کے زیر اہتمام میرٹھ سے شائع ہوتا تھا میں آپ کے کئی مضامین اور کتب کا ذکر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات میں آپ کا دو دفعہ ذکر ملتا ہے۔ جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ نے مولوی ابو رحمت حسن صاحب کا ذکر سنایا۔ کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس آیت پر (اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا، سورۃ الانبیاء آیت 92) مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے۔فرمایا کہ جو خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں۔ جب اس نے ان اعضاء کو خلق کیا اس وقت تہذیب نہ تھی۔ خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے ہیں تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ دیکھنا یہ ہے کہ کیا زبان عرب میں اس لفظ کا استعمال ان کے عُرف کے نزدیک کوئی خلاف تہذیب امر ہے۔ جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے اسے خلافِ تہذیب ٹھہرائیں۔ ہر سوسائٹی کے عُرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۸ تا ۱۰ مورخہ ۱۰؍ نومبر ۱۹۰۲ء)

مولوی ابو رحمت صاحب نے عرض کی۔حضور میرے واسطے دُعا فرمائی جاوے کہ پیشتر تو میری زندگی اور رنگ میں تھی مگر اب جب سے میں نے علی الاعلان حضور کے عقائد کی اشاعت اپنا فرض مقرر کر لیا ہے تو میری برادری بھی مخالف ہو گئی ہے اور درپئے آزار ہے اور عام طور سے لوگ بھی مجمعوں میں کم آتے ہیں۔اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ صبر سے کام لیں اور استقلال رکھیں۔ آپ دیکھ لیں گے کہ پہلے سے بھی زیادہ لوگ آپ کے مجمعوں میں جمع ہوں گے اور ساری مشکلات دُور ہو جاویں گی۔ ایسی مشکلات کا آنا از بس ضروری ہے۔ دیکھو امتحان کے بغیر کسی کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ دنیا ہی میں دیکھ لو کہ پاسوں کی کیسی پُوچھ ہوتی ہے کہ کیا پاس کیا ہے۔ پس جو لوگ خدائی امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں پھر اُن کے واسطے ہر طرح کے آرام و آسائش، رحمت اور فضل کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو۔قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:۳) صرف زبان سے کہہ لینا تو آسان ہے مگر کچھ کر کے دکھانا اور خدائی امتحان میں پاس ہونا بڑی بات ہے۔

دیکھو۔ ہماری ہی ابتدائی حالت پر غور کرو کہ اوّل اوّل ہمارے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا مولوی محمد حسین نے ہمارے واسطے کُفر کا فتویٰ تیار کیا اور پشاور سے لے کر بنارس تک تمام ہندوستان کے بڑے بڑے مولویوں کی دو تین صد مُہریں لگوائیں اور فتویٰ دے دیا کہ ان کا قتل کرنا، ان کا مال لوٹ لینا، ان کی عورتیں چھین لینا سب جائز ہے۔ اور یہ لوگ کافر، اکفر، ضال، مضل اور یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ مگر دیکھ لو کہ ان کی کیا پیش گئی۔ خدا تعالیٰ نے ان کو کیسا ذلیل کیا۔

پس سچے مومن بننا چاہیے۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر ذرا نظر ڈالو۔ آپ کے زمانہ میں کیسی مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر آپ کے اور آپ کے صحابہؓ کے وفا، صدق، صبر اور استقامت نے کیا کچھ کر دکھایا۔ یقیناً جانو کہ اگر کروڑ توپ بھی ہوتی۔ جب بھی یہ کام جو ان لوگوں کے ایمان، صدق، صبر اور استقلال نے کر دکھایا۔ ہرگز ہرگز نہ کرسکتی۔ دیکھو آپ کے پاس نہ کوئی فوج تھی نہ توپیں تھیں نہ سپاہی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے کیسی تائید کی کہ بڑے بڑے لوگ خس و خاشاک کی طرح فتح ہوتے چلے گئے۔

ہمیں خیال آیا کہ ہمارا نام مہدی ہے۔ عیسٰی ہے اور کرشن کے نام سے بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں پکارا ہے اور انہیں تینوں کی آمد کی انتظار میں اس وقت تین بڑی قومیں لگی ہوئی ہیں۔مسلمان مہدی کے، عیسائی عیسٰی کی آمد ثانی کے اور ہندو کرشن اوتار کے۔ چنانچہ ان ناموں میں یہی حکمت الٰہی ہے۔

مولوی ابو رحمت صاحب نے عرض کی کہ حضور کرشن کے معنے ان کی لغت کے بموجب ہیں وہ روشنی جو آہستہ آہستہ دنیا کو روشن کرتی ہے۔ تاریکی جہالت کے مٹانے والے کا نام کرشن ہے۔حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کے متعلق جو گوپیوں کی کثرت مشہور ہے اصل میں ہمارے خیال میں بات یہ ہے کہ اُمّت کی مثال عورت سے بھی دی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف سے بھی اس کی نظیر ملتی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِلخ (التحریم:۱۲) یہ ایک نہایت ہی باریک رنگ کا لطیف استعارہ ہوتا ہے۔ اُمّت میں جو ہر صلاحیت ہوتا ہے اور نبی اور امت کے تعلق سے بڑے بڑے حقائق معارف اور فیضان کے چشمے پیدا ہوتے ہیں اور نبی اور امت کے سچے تعلق سے وہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جن سے خدائی فیضان اور رحم کا جذب ہوتا ہے۔ پس کرشن اور گوپیوں کے ظاہری قصّہ کی تہہ میں ہمارے خیال میں یہی رازِ حقیقت پنہاں ہے۔مولوی ابو رحمت صاحب نے عرض کی کہ گوپی کے معنے یوں بھی ہیں کہ گو کہتے ہیں زمین کو اور پی پالنے والے یعنی کرشن جی کے مرید ان باصفا ایسے لوگ تھے جو نیک مزاج اور مخلوق کی پرورش کرنے والے تھے۔حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ انسان کو زمین سے بھی تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر ہے کہ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا (الحدید:۱۸) ارض کے زندہ کرنے سے مراد اہل زمین ہیں۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۷ صفحہ ۷-۸ مورخہ ۶؍مارچ ۱۹۰۸ء)

غیر ممالک میں براہین احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی دعوت

براہین احمدیہ کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی خطوط مختلف مذاہب کے لیڈروں اور معروف شخصیات کے نام لکھے، اور اپنے ایک خط کا انگریزی ترجمہ کروا کر براہین احمدیہ کے مضامین کا تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قادیان آنے کی دعوت بھی دی۔ ذیل میں اس خط کا مضمون اور انگریزی اخبارات سے تین متعلقہ حوالہ جات درج ہیں۔اہل قلم حضرات اس بارہ میں تحقیق کر کے الگ سے مضمون بھی لکھ سکتے ہیں۔ یہاں صرف اختصار کے ساتھ ذکر کرنا اور توجہ دلانا مقصود ہے۔

خط جو مختلف مذاہب کے لیڈروں کے نام بھیجا گیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد ما وجب گزارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بےخبر ہیں صراطِ مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کے ۳۷ جز چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے۔۔۔لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لیے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی دو سو چالیس کاپی چھپوائی گئی ہیں) معہ اشتہار انگریزی جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہیں) شائع کیا جاوے اور اُس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرت مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامت سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں ارسال کی جاویں یہ ان حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبان کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتی ہیں اور پھر وجود خوارق اور کرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔ یہ تجویز اپنی فکر اور اجتہاد سے نہیں قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع کریں گے) ملزم و لاجواب و مغلوب و لاجواب و مغارب ہو جاویں گے بناء علیہ پر یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں (اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدر ہیں) ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کی کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃ اللہ اس خط کے مضمون کی طرف سے توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے اگر اپنی اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہو گی اور اس کارروائی کے (کہ آپ کو خط رجسٹری شدہ ملا اور پھر آپ نے اُس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب براہین احمدیہ میں پوری تفصیل سے بحث کی جاوے گی اور اصل مدعا خط جس کی ابلاغ کے لیے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے اس دین کی حقانیت اور قرآن شریف کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں کی (خوارق و پیشگوئیوں) شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کرسکتا ہے آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کر لیں ولیکن اس شرط و نیت سے (جو طالب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ قادیان میں مشرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جاویں گے۔ اس شرط و نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لاویں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہو گا اور اگر آپ آویں اور ایک سال تک رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوارہ کے حساب سے آپ کو حرجانہ یا جرمانہ دیا جاوے گا۔ اس دو سو روپیہ ماہوارہ کو آپ اپنی شایان شان نہ سمجھیں یا تو اپنی حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اُس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لیے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرماویں آپ اپنی شرط اظہار اسلام (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد انگریزی اُردو اخباروں میں شائع کیا جاوے گا ہم سے اپنی شرط دو سو روپیہ ماہوار حرجانہ یا جو آپ پسند کریں اور ہم اُس کی ادائی کی طاقت بھی رکھیں۔ عدالت میں رجسٹری کرائیں بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلشانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر اُن کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت

میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ فقط

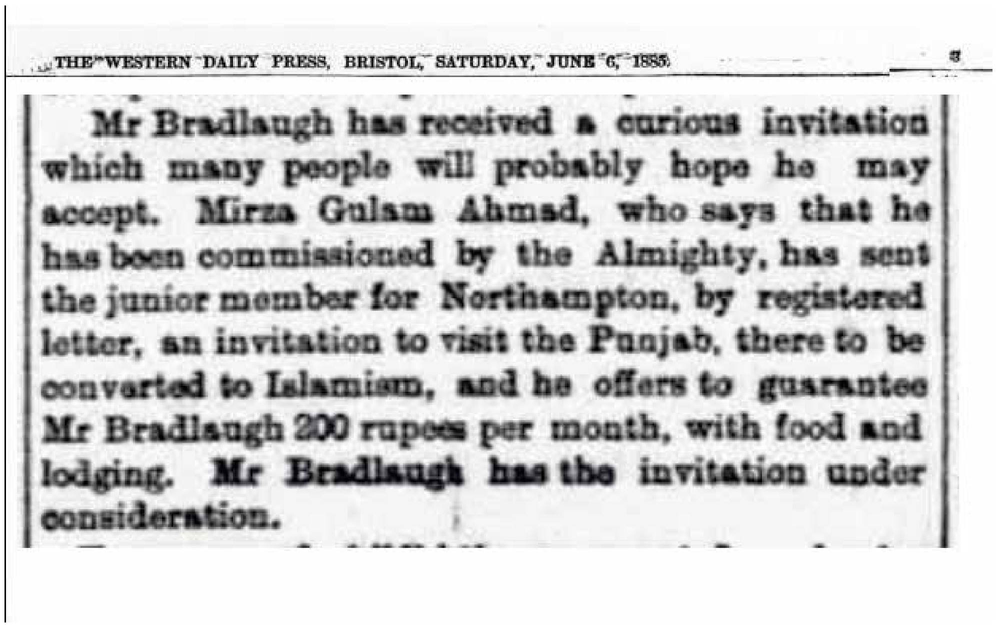
راقم خاکسار غلام احمد قادیانی

(۸؍ مارچ ۱۸۸۵ء مطابق ۲۹؍ جمادی الاوّل ۱۳۰۲ھ)

(مکتوبات احمدیہ جلد دوم صفحہ ۳ تا ۵، قدیم ایڈیشن)

Mr Bradlaugh has received a curious invitation which many people will propbably hope he may accept.Mirza Gulam Ahmad who says that he has been commissioned by the Almighty, has sent the junior member for Northampton, by registered letter, an invitation to visit the punjab, there to be converted to Islamism, and he offers to guarantee Mr Bradlaugh 200 rupee per month, with food and lodging. Mr Bradlaugh has the invitation under consideration.

[The Western Daily Press, Bristol, Saturday, June 6 1885, Page 3 Column 4th]



THE WESTERN DAILY PRESS, BRISTOL, SATURDAY, JUNE 6, 1885.

Mr Bradlaugh has received a curious invitation which many people will probably hope he may accept. Mirza Gulam Ahmad, who says that he has been commissioned by the Almighty, has sent the junior member for Northampton, by registered letter, an invitation to visit the Punjab, there to be converted to Islamism, and he offers to guarantee Mr Bradlaugh 200 rupees per month, with food and lodging. Mr Bradlaugh has the invitation under consideration.

AN OFFER TO AN INFIDEL.

Bradlaugh Invited to Go to India and Become a Moslem.

London, June 4.—Charles Bradlaugh, the famous infidel, who is always elected a member of Parliament for Northampton and always rejected by the House, has now an opportunity of getting converted and of making handsome wages during the process. The offer comes from Prince Mirza Gholam Ahmed, C. I. E., an Indian potentate of fabulous wealth and a Mahomedan of great proselyting zeal. The Prince has read Mr. Bradlaugh's works sympathetically, and believes that with a proper course of teaching by Moselm sages he would become a bright and shining light of Islamism. He proposes that Bradlaugh shall come to his domain in the Punjab, and put himself under tuition with a view to his conversion. The Prince agrees to furnish the neophyte with a suitable palace and a retinue of servants, to provide for all his household expenses, which shall be on a scale of magnificence consistent with the honor due the Prince's guest, and to furnish him an allowance of 200 rupees per month during the entire process of conversion. Mr. Bradlaugh is said to be seriously considering the invitation, although he says that the task of getting converted would probably be a life-long job.

[Daily Kennebec journal. Augusta, Monday Morning June 08, 1885, Page 2 Column 2nd]

There is a pious Mohammaden prophet in the Punjaub in India, who says that he is specially inspired to convert the Western civilized world to the faith of Islam. A few days ago a gentleman of St. Louis received a document from him of which the following is the opening paragraph :

From Gulam Ahmad, an humble servant of the eternal God and a follower of the chief prophet (Muhammad):

To --- : Sir- With all respect and humility I (the compiler of "Burahin-i-Ahmadia'') beg to say that the Almighty has commissioned me to try, like the Nazarene prophet (Christ), to amend the morals of mankind with utmost humility, lowliness, respect, submission and meekness, and to point out the un-acquainted the straight way by which we can obtain salvation, perceive the manifestations of heavenly life, and by which the marks of being loved by the Almighty become visible even in this physical world. For this purpose the book entitled " Burahin-i-Ahmadia'' has been compiled of which 592 pages have been printed and published, according to the synopsis of contents given in the accompanying notice. But as the publication of the entire book will take a long time, it has been determined, for the sake of conviction, to invite th dissenters by sending out this special epistle, together with the enclosed notice to all the distinguished clergy and Jews of note throughout all the continents of the world, as far as its transmission may be possible, and similarly to the chief leaders of Buddhists,Brahmas, Aryas, naturalists, Parsis and the bigoted Maulavis (who do not believe in the existence of miracles and unusual deeds, and are hence suspicious against me.)

He invited the gentleman to visit him in India, ''If you do not come'' he says '' you will yourself be answerable to God. After awaiting your arrival for three months, the statement of your indifference will ipso facto be noted in the book as stated above ; but in case you do come fail to behold any heavenly signs during your stay with me for the time specified you shall be paid 200 rupees per month (besides food and accomodation which will be supplied free to all) as compensation to cover your damages, or as s recovery of fine in default of my promise. If you deem this sum inadequate to your dignity I am even ready to pay as damages or fine for unfulfilling promise whatever suitable sum you propose yourself, proportionate to your rank if it be not beyond my means. It is, however, necessary that visitors desirous of recovering damages or fine should ask my permission beforehand through a registered note of their intent of coming over to me to enable me to limit the number according to the availability of my estate, but it is not requisite to do it otherwise. Finally, I thank God that he has been pleased to display, through his infinite grace, the reasons and doctorines of this true religion, and has placed me for the spread of it under the protection of the liberal government of the British nation to whom I am grateful through the sense of obligation and gratitude. "Peace to all the followers of righteousness." With due respect, I beg to remain sir, your obedient well-wisher.

MIRZA GULAM AHMAD.

Of Kadian, District Gurdaspur, Punjaub , India, Asia.

Provided one wants to investigate the religion of Islam, Mr Ahmad certainly makes that investigation as pleasant and inexpensive as could be expected.

[NEW-YORK DAILY TRIBUNE, SUNDAY, MARCH, 27, 1887. Page 11 Last Column]

حضور نے کن حالات میں کتابیں تصنیف فرمائیں ایک دفعہ فرمایا: مضمون لکھتے ہوئے جب بے ہوشی ہوجاتی ہے تو قلم ہاتھ سے گر جاتا ہے۔ ہوش آنے پر پھر لکھنے لگ جاتا ہوں۔ (روایت حافظ ابراہیم صاحب)(الحکم مسیح موعودؑ نمبر مورخہ 21،28 مئی 1935ء صفحہ 4)

محنت کے باعث آپ کی صحت پر اثرات

حضرت سید سرور شاہ صاحب کی پہلی ملاقات کے احوال میں لکھا ہے کہ اس وقت حضور اتنے کمزور معلوم ہوتے تھے کہ مولوی ابراہیم نے واپس آنے پر جب یہ پوچھا کہ آپ کا ان کی نسبت کیا خیال ہے تو آپ نے کہا کہ اور خیال میں کیا بتاؤں وہ اتنے کمزور ہیں کہ اگر یہ کسی بیماری کا نتیجہ نہیں تو وہ چند دن کے مہمان ہی معلوم ہوتے ہیں۔ (اصحاب احمد جلد پنجم سیرت حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب صفحہ 39)

براہین احمدیہ میں

یورپ کے جدید فلاسفروں اور دہریوں کا ردّ

خواجہ کمال الدین مرحوم ایک دفعہ فرماتے تھے کہ انگلستان میں مجھے دہریوں کی ایک بہت بڑی سوسائٹی میں خدا کی ہستی اور معرفت پر لیکچر دینے کا موقعہ ملا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا وقت تھا۔ پانچ پانچ منٹ کا وقت سائل اور مجیب کے لیے مقرر تھا۔ ظاہر ہے کہ پانچ منٹ میں اعتراض کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے مگر جواب دینا بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ مگر خدا کی شان جو ان دہریوں نے اعتراض کیا میں نے پانچ منٹ میں ایسا برجستہ اور دندان شکن جواب دیا کہ وہ حیران ہوگئے۔ وجہ یہ کہ قریباً قریباً ان تمام اعتراضات کا جواب میں حضرت صاحب کی کتاب براہین احمدیہ میں پڑھ چکا تھا۔

(مجدد اعظم جلد اول صفحہ 95)

☆...☆...☆

براہین احمدیہ چہار حصص میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ بعض پیش گوئیوں کا اجمالی خاکہ

(قسط اول)

(مختار احمد)

ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے۔لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص مُحیِی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی

اللہ تعالیٰ قران کریم میں فرماتا ہے: عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ ...(الجنّ: 26,25)

(اللہ) غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔سوائے اس کے جسے پسند کرے یعنی کسی رسول کو۔حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔(سنن ابن ماجہ / کتاب تعبیر الرؤیا)

وَاِنۡ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ (الرعد:41) اور اگر ہم تجھے ان وعدوں میں سے کچھ دکھا دیں جو ہم ان سے کرتے ہیں یا تجھے وفات دے دیں۔

ان آیات کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء اور مامورین کی پیشگوئیاں محض مشیتِ خداوندی پہ منحصر ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ان کی اپنی زندگی میں پوری ہوجاتی اور کچھ کا تعلق ان کی جماعتوں اور متبعین سے ہوتا ہے جو بعد میں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

1۔ براہین احمدیہ
کتاب لاجواب رہنے کی پیش خبری

اس پیش گوئی کی مختصر حقیقت حضورؑ کے الفاظ میں پیش ہے۔آپؑ فرماتے ہیں: "اس احقرنے...اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔اور اُس وقت اِس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اِس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پُوچھا کہ تُو نے اِس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام مَیں نے قطبی رکھا ہے۔

جس نام کی تعبیر اَب اِس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس 10 ہزار روپیہ کا اِشتہار دیا گیا ہے۔(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 275)۔ یہ رؤیا آئینہ کمالات میں زیادہ تفصیل سے درج ہے۔

2۔ راجہ تیجا سنگھ کی موت کی پیش خبری

حضورؑ فرماتے ہیں: "لالہ بھیم سین صاحب کو جو سیالکوٹ میں وکیل ہیں۔ایک مرتبہ میں نے خواب کے ذریعہ سے راجہ تیجا سنگھ کی موت کی خبر پا کر ان کو اطلاع دی کہ وہ راجہ تیجا سنگھ جن کو سیالکوٹ کے دیہات جاگیر کے عوض میں تحصیل بٹالہ میں دیہات مع اس کے علاقہ کی حکومت کے ملے تھے۔فوت ہوگئے ہیں اور انہوں نے اس خواب کو سن کر بہت تعجب کیا۔ اور جب قریب دو بجے بعد دوپہر کے وقت ہوا تو مسٹر پرنسب صاحب کمشنر امرتسر ناگہانی طور پر سیالکوٹ میں آگئے اور انہوں نے آتے ہی مسٹر مکنیب صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کو ہدایت کی کہ راجہ تیجا سنگھ کے باغات وغیرہ کی جو ضلع سیالکوٹ میں واقع ہیں بہت جلد ایک فہرست طیار ہونی چاہئے کیونکہ وہ کل بٹالہ میں فوت ہوگئے۔تب لالہ بھیم سین نے اس خبرِ موت پر اطلاع پا کر نہایت تعجب کیا کہ کیونکر قبل از وقت اس کے مرنے کی خبر ہوگئی"۔(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 256)

3۔مقدمہ حصولِ حقوق زمینداری کی ڈگری حق میں ہونے کی پیشگوئی

حضورؑ نے اپنے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے دائر کردہ مقدمہ حقوقِ زمینداری کے بارے میں پیشگوئی فرمائی کہ ڈگری والد صاحب کے حق میں ہوگی۔ آپؑ فرماتے ہیں: "ایک مقدمہ میں کہ اس عاجز کے والد مرحوم کی طرف سے اپنے زمینداری حقوق کے متعلق کسی رعیت پر دائر تھا۔اس خاکسار پر خواب میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اِس مقدمہ میں ڈگری ہوجائے گی۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خواب ایک آریہ (لالہ شرمپت) کو کہ جو قادیان میں موجود ہے بتلا دی۔ پھر بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ اخیر تاریخ پر صرف مدعاعلیہ مع اپنے چند گواہوں کے عدالت میں حاضر ہوا۔ اور اِس طرف سے کوئی مختار وغیرہ حاضر نہ ہوا۔شام کو مدعاعلیہ اور سب گواہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ مقدمہ خارج ہوگیا۔

اس خبر کو سنتے ہی وہ آریہ تکذیب اور استہزاء سے پیش آیا۔ اُس وقت جس قدر قلق اور کرب گزرا، بیان میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ قریب قیاس معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ایک گروہِ کثیر کا بیان جن میں بےتعلق آدمی بھی تھے خلاف واقعہ ہو اس سخت حزن اور غم کی حالت میں نہایت شدت سے الہام ہوا کہ جو آہنی میخ کی طرح دل کے اندر داخل ہوگیا اور وہ یہ تھا۔ڈگری ہوگئی ہے مسلمان ہے۔یعنی کیا تو باور نہیں کرتا۔ اور باوجود مسلمان ہونے کے شک کو دخل دیتا ہے؟ آخر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت ڈگری ہی ہوئی تھی۔ اور فریق ثانی نے حکم سننے میں دھوکا کھایا تھا۔" (روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ 658، 659)

4۔حضورؑ کے دوست لالہ بھیم سین صاحب کے وکالت کے امتحان میں کامیابی کی پیشگوئی

آپؑ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ جب انہوں (بھیم سین) نے اس ضلع (سیالکوٹ) میں وکالت کا امتحان دیا۔ تو میں نے ایک خواب کے ذریعہ سے اُن کو بتلایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا مقدر ہے کہ اس ضلع کے کُل اشخاص جنہوں نے وکالت یا مختاری کا امتحان دیا ہے۔ فیل ہوجائیں گے۔ مگر سب میں سے صرف تم ایک ہو کہ وکالت میں پاس ہوجاؤ گے۔ اور یہ خبر میں نے تیس 30 کے قریب اور لوگوں کو بھی بتلائی۔؛؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور سیالکوٹ کی تمام جماعت کی جماعت جنہوں نے وکالت یا مختاری کاری کا امتحان دیا تھا فیل کیے گئے۔" (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 256) (براہین احمدیہ جز سوم)

5۔ بھائی غلام قادر کی مرض الموت کی پیشگوئی اور شفایابی کی دعا

حضورؑ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے بھائی غلام قادر صاحب سخت بیمار ہیں۔سو یہ خواب بہت سے آدمیوں کو سنایا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سخت بیمار ہوگئے۔تب میں نے ان کے لئے دعا شروع کی۔تو دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے ایک بزرگ فوت شدہ اُن کو بلا رہے ہیں اس خواب کی تعبیر بھی موت ہوا کرتی ہے چنانچہ ان کی بیماری بہت بڑھ گئی اور وہ ایک مُشتِ استخواں سے رہ گئے۔ اس پر مجھے سخت قلق ہوا اور میں نے ان کی شفا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی...سو جب میں نے دعا میں مشغول ہوا تو میں نے کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ برادر مذکور پورے تندرست کی طرح بغیر سہارے کے مکان میں چل رہے ہیں چنانچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو شفا بخشی اور وہ اس واقعہ کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہے۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد نمبر 18 صفحہ 595)

6۔ ہندو سہج رام کی موت کی پیش خبری

آپؑ فرماتے ہیں: "ایک شخص سہج رام نام امرتسر کی کمشنری میں سر رشتہ دار تھا اور پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سر رشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دینِ اسلام سے فطرتاً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیلداری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہوگئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ اُلٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آکھڑا ہوا جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرا دو۔ میں نے اُس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں۔ اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا۔ کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہوگیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔

بعد اس کے میں نیچے اترا۔ اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی نوکری کے بارہ میں باتیں کر رہے تھے میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہوجائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے ان سب نے میری بات سن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آگئی کہ اُسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اِس دنیا سے گذر گیا۔" (حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 309)

7۔سلسلہ احمدیہ میں بادشاہوں کے داخل ہونے کی پیش گوئی

یہ پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ادوار میں بھی پوری ہوئی اور آئندہ بھی پوری ہوتی رہے گی ان شاءاللہ اس تفصیل کے لیے الگ مقالہ کی ضرورت ہے۔ اس جگہ صرف حضورؑ کے الفاظ میں پیشگوئی کا تذکرہ کرنے پہ ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں: "مجھے اللہ جل شانہٗ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض امراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اس نے فرمایا کہ "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

"یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہوگی۔

پھر مجھے کشفی رنگ میں وہ بادشاہ دکھائے بھی گئے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور چھ سات سے کم نہ تھے۔"

عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جوُا اُٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا۔ (تجلیاتِ الٰہیہ۔ براہین احمدیہ)

8۔ ہندو بشمبر داس کے قید رہنے کی پیش گوئی اور الہام لا تخف انك انت الاعلیٰ

یہ پیش گوئی حضورؑ نے قادیان کے رہنے والے مخالف اسلام، وحی والہام کے منکر آریہ لالہ شرمپت پر حجت اتمام کے لیے اس کی درخواست دعا پر کی۔ بشمبر داس لالہ شرمپت کا قریبی عزیز تھا۔ حضورؑ فرماتے ہیں: "اِس رؤیا صادقہ میں کہ ایک کشفِ صریح کی قسم تھی۔ یہ معلوم کرایا گیا تھا کہ ایک کھتری ہندو بشمبر داس ... مقدمہ فوجداری سے بَری نہیں ہوگا مگر آدھی قید تخفیف ہوجائے گی لیکن اُس کا دُوسرا ہم قید خوشحال نامی ...ساری قید بھگتے گا۔سو اس جزوِ کشف کی نسبت یہ ابتلا پیش آیا کہ جب چیف کورٹ سے حسب پیشگوئی ایں عاجز مثل مقدمۂ مذکورہ واپس آئی تو متعلقین مقدمہ نے اس واپسی کو بریت پر حمل

کر کے گاؤں میں یہ مشہور کر دیا کہ دونوں ملزم جرم سے بَری ہوگئے ہیں۔ مجھ کو یاد ہے کہ رات کے وقت میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ اور یہ عاجز مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے کو طیار تھا کہ ایک نے نمازیوں میں سے بیان کیا کہ یہ خبر بازار میں پھیل رہی ہے اور ملزمان گاؤں میں آگئے ہیں۔ سو چونکہ یہ عاجز علانیہ لوگوں میں کہہ چکا تھا کہ دونوں مجرم ہرگز جرم سے بَری نہیں ہوں گے اِس لئے جو کچھ غم اور قلق اور کرب اس وقت گزرا سو گزرا۔ تب خدا نے کہ جو اس عاجز بندہ کا ہر یک حال میں حامی ہے نماز کے اوّل یا عین نماز میں بذریعہ الہام یہ بشارت دی لَاتَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی اور پھر فجر کو ظاہر ہوگیا کہ وہ خبر بَری ہونے کی سراسر جُھوٹی تھی اور انجام کار وہی ظہور میں آیا کہ جو اِس عاجز کو خبر دی گئی تھی جس کو شرمپت نامی ایک آریہ اور چند دوسرے لوگوں کے پاس قبل از وقوع بیان کیا گیا تھا۔" (روحانی خزائن جلد1صفحہ 657، 658)

9۔ اکناف عالم میں شہرت کی پیش گوئی

یہ الہام بہت اوائل زمانہ کا ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں کشفًا مجھے یہ تحریر دکھائی گئی: " هُوَمِنِّیۡ بِمَنۡزِلَةِ تَوۡحِیۡدِیۡ وَتَفۡرِیۡدِیۡ فَکَادَ اَنۡ یُّعۡرَفَ بَیۡنَ النَّاسِ۔ یعنے وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔ سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائے گا۔

یہ اخیر فقرہ فَکَادَ اَنۡ یُّعۡرَفَ بَیۡنَ النَّاس اسی وقت بطورِ الہام بھی القا ہوا۔"

خدا فرماتا ہے کہ میں دنیا میں تجھے شہرت دوں گا اور تو دُور دُور تک مشہور ہو جائے گا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 73، براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 281)

اب آپؑ کے معروفیت و شہرت تو درکنار، دو صد سے زائد ممالک میں آپؑ کے مریدین بود و باش رکھتے ہیں۔ آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بیکس و گم نام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

نیز فرمایا:

سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

10۔ ایک انگریزی خواں طالب علم کے دشمن بن جانے کے بارے میں الہام جو جلد پورا ہوا

آپؑ فرماتے ہیں:"ایک دفعہ ایک طالب العلم انگریزی خوان ملنے کو آیا اُس کے رُوبرو ہی یہ الہام ہوا۔ دِس اِز مائی اَینیمی [This is my enimy] یعنی یہ میرا دشمن ہے اگرچہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ الہام اُسی کی نسبت ہے مگر اُسی سے یہ معنی بھی دریافت کئے گئے اور آخر وہ ایسا ہی آدمی نکلا اور اُس کے باطن میں طرح طرح کے خبث پائے گئے۔" (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 572، 573)

11۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مالی اعانت نہ ہونے کے بارے میں الہامی پیش خبری

حضورؑ کا یہ الہام مسلمانان ہند نے اشاعت اسلام سے مردِ مجاہد کی اعانت میں سرد مہری سے پورا کیا۔حضورؑ فرماتے ہیں:"تین سال کے قریب عرصہ گذرا ہوگا۔ کہ میں نے اسی کتاب (براہین احمدیہ) کے لئے دعا کی۔ کہ لوگ اس کی مدد کی طرف متوجہ ہوں۔ تب... الہام شدید الکلمات... ان لفظوں میں ہوا:۔ بالفعل نہیں اور پھر اُسی کے مطابق... لوگوں کی طرف سے عدم توجہی رہی۔" (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 572، 573)

12۔سردار محمد حیات خاں کی بحالی کی پیش گوئی

سردار محمد حیات خاں اعلیٰ سرکاری عہدہ پہ تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:"سردار محمد حیات خاں... جو گورنمنٹ کے حکم سے ایک عرصہ دراز تک معطل رہے۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا شاید اس سے زیادہ کچھ عرصہ گزر گیا ہوگا کہ جب طرح طرح کی مصیبتیں اور مشکلیں اور صعوبتیں اِس معطلی کی حالت میں اُن کو پیش آئیں اور گورنمنٹ کا منشاء بھی کچھ برخلاف سمجھا جاتا تھا اُنہیں دنوں میں اُن کے بَری ہونے کی خبر ہم کو خواب میں ملی اور خواب میں مَیں نے اُن کو کہا کہ تم کچھ خوف مت کرو خدا ہر یک چیز پر قادر ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔ چنانچہ یہ خبر اِنہیں دنوں میں بیسیوں ہندوؤں اور آریوں اور مسلمانوں کو سنائی گئی۔ جس نے سنا بعید از قیاس سمجھا اور بعض نے ایک امر محال خیال کیا اور میں نے سنا ہے کہ اُنہیں ایام میں محمد حیات خان صاحب کو بھی یہ خبر کسی نے لاہور میں پہنچادی تھی۔ سو الحمدللّٰہ والمنۃ کہ یہ بشارت بھی جیسی دیکھی تھی ویسی ہی پوری ہوئی۔" (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 279، 280)

13۔سادات میں شادی کی پیشگوئی

یہ الہام اس وقت جب ہنوز حضورؑ کا شادی کا کوئی پروگرام نہ تھا۔

اُشۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ رَئَیۡتَ خَدِیۡجَتِیۡ۔ ترجمہ: میرا شکر کر کہ تُونے میری خدیجہ کو پایا۔ (روحانی خزائن جلد1صفحہ 666)

"یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا.... اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا کہ وہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 524، 525)

قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے :اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھۡرَ وَالنَّسَبَ

ترجمہ: وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا۔ اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا۔ جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکّب ہے۔" (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 272، 273)

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اس لئے اُس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاول کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔" (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15صفحہ 275)

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

14۔ ایک ہندو کی تپ دق کی بیماری سے نجات کی پیشگوئی

حضورؑ فرماتے ہیں:"ایک ہندو آریہ (ملاوامل).... ایک مدت سے بہ مرضِ دق مبتلا تھا اور رفتہ رفتہ اُس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی۔ اور آثار مایوسی کے ظاہر ہوگئے۔ ایک دن وہ میرے پاس آکر اور اپنی زندگی سے ناامید ہوکر بہت بے قراری سے رویا۔ میرا دل اُس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا۔ اور میں نے حضرتِ احدیت میں اُس کے حق میں دُعا کی۔ چونکہ حضرتِ احدیت میں اُس کی صحت مقدر تھی اِس لئے دُعا کرنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا: قُلۡنَا یَانَارُکُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلَامًا یعنے ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تُو سرد اور سلامتی ہوجا۔ چنانچہ اُسی وقت اُس ہندو اور نیز کئی اور ہندوؤں کو کہ جو اَب تک اس قصبہ میں موجود ہیں اور اِس جگہ کے باشندہ ہیں۔ اُس الہام سے اطلاع دی گئی۔ اور خدا پر کامل بھروسہ کر کے دعویٰ کیا گیا۔ کہ وہ ہندو ضرور صحت پاجائے گا۔ اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مرے گا چنانچہ بعد اِس کے ایک ہفتہ نہیں گزرا ہوگا کہ ہندو مذکور اُس جاں گداز مرض سے بکلّی صحت پا گیا۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔" (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 252، 253)

15۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مالی اعانت کی پیشگوئی

حضورؑ نے فرمایا:"جب پہلے الہام [بالفعل نہیں، یعنی مالی اعانت عملاً نہیں ہوگی] کے بعد... ایک عرصہ گزر گیا۔ اور لوگوں کی عدم توجہی سے طرح طرح دقتیں پیش آئیں اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن قریب مغرب کے خداوندِ کریم نے یہ الہام کیا هُزِّ اِلَیۡکَ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسَاقِطۡ عَلَیۡکَ رُطَبًا جَنِیًّا۔"یعنی کھجور کے تنا کو ہلا۔ تیرے پر تازہ بتازہ کھجوریں گریں گی۔"سو میں نے سمجھ لیا کہ یہ تحریک اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک کے اس حصہ کتاب کے لئے سرمایہ جمع ہوگا... اِس الہام کے بعد میں نے حسب الارشاد حضرتِ احدیت کسی قدر تحریک کی تو تحریک کرنے کے بعد... جس قدر اور جہاں سے خدا نے چاہا اُس حصہ کے لئے جو چھپتا تھا مدد پہنچ گئی۔ فالحمد لِلّٰہِ علی ذالك۔ (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 250، 251)"

16۔ مالی اعانت کرنے والوں کے ناموں سے آگاہی اور پیش خبریاں

آپؑ فرماتے ہیں:(ا)"ایک دن صبح کے وقت کچھ تھوڑی غنودگی میں یکدفعہ زبان پر جاری ہوا عبداللہ خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں چنانچہ چند ہندو کہ جو اُس وقت میرے پاس تھے اور ابھی تک اسی جگہ موجود ہیں اُن کو بھی اُس سے اطلاع دی گئی اور اُسی دن شام کو جو اتفاقاً اُنہیں ہندوؤں میں سے ایک شخص ڈاک خانہ کی طرف گیا تو وہ ایک صاحب عبداللہ خاں نامی کا ایک خط لایا۔ جس کے ساتھ ہی کسی قدر روپیہ بھی آیا۔"

(۲)"ایک دفعہ کشفی طور پر مجھے للع للعہ 44 یا للعہ 46 روپیہ دکھائے گئے اور پھر یہ الہام ہوا کہ ماجھے خان کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں۔ پھر بعد اس کے کارڈ آیا جس میں لکھا تھا کہ للعہ 40 ماجھے خان کے بیٹے کی طرف سے ہیں اور لعہ 4 ؍ یا عہ 6؍ شمس الدین پٹواری کی طرف سے ہیں پھر اسی تشریح سے روپے آئے۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18صفحہ 580)

(۳)"محرّم 1299ہجری کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کے لئے پچاس روپیہ روانہ کیے ہیں... جس کی سچائی پانچویں یا چھٹی محرم میں ظہور میں آگئی... والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔" (روحانی خزائن جلد1 صفحہ 281، 282)

17۔ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں آئندہ کے لیے پیشگوئی

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی۔... اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اِس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے۔ سو وہ اِس شخص میں متحقق ہے۔" (روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598)

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

حضورؑ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا مخالفین جزوی طور پر تو بارہا اعتراف کر چکے ہیں تاہم قومی اور حکومتی سطح کے لیے یہ الہام آئندہ کے بطور پیشگوئی ہے جو یقیناً اپنے وقت پورا ہوگا۔ لاتبدیل لکلمات اللّٰہ۔

18۔ ماموریّت کا مقام اور متّبعین کی جماعت دیے جانے کی پیشگوئی

یَآ اَحۡمَدُ بَارَكَ اللّٰہُ فِیۡكَ۔ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَ اللّٰہَ رَمٰی۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ۔ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّآ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُھُمۡ۔ وَلِتَسۡتَبِیۡنَ سَبِیۡلُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ۔ قُلۡ اِنِّیۡٓ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔ جو کچھ تُونے چلایا۔ یہ تُونے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا تا کہ تُو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔ اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں۔ اور میں سب سے پہلے

ایمان لانے والا ہوں۔

ان الہامات میں درج ذیل پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہوچکی ہیں۔

۱۔علمی لیاقت کا پیدا کیا جانا۔ ۲۔ مددگاروں کی جماعت عطا کیا جانا۔ ۳۔ اشاعت وتبلیغ کے لیے اموال ہونا۔ ۴۔سنت اللہ کے موافق اعداء کا ہونا۔ ۵۔ اعداء پر غلبہ ہونا۔ ۶۔مؤثر قوت بیان کا ہونا۔ (ملخص از روحانی خزائن جلد ۲۱) "خدا نے اپنے اُن تمام وعدوں کو پورا کیا جو ایک زمانہ دراز پہلے پیشگوئی کے طور پر کیے تھے۔ اور طرح طرح کی تائیدیں اور طرح طرح کی نصرتیں کیں۔ اور جن مشکلات کے تصور سے قریب تھا کہ میری کمر ٹوٹ جائے اور جن غموں کی وجہ سے مجھے خوف تھا کہ میں ہلاک ہو جاؤں اُن تمام مشکلات اور تمام غموں کو دُور فرمایا اور جیسا کہ وعدہ کیا تھا ویسا ہی ظہور میں لایا۔

...پس میں کس منہ سے خداوند کریم وقدیر کا شکر کروں کہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور میری بے کسی اور نہایت بے قراری کے وقت میں مجھے مبشرانہ پیشگوئیوں کے ساتھ تھام لیا اور پھر بعد اس کے اپنے تمام وعدوں کو پورا کیا۔ اگر وہ خدائے تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں بغیر سبقت پیشگوئیوں کے یونہی ظہور میں آتیں تو بخت اور اتفاق پر حمل کی جاتیں لیکن اب وہ ایسے خارقِ عادت نشان ہیں کہ اُن سے وہی انکار کرے گا جو شیطانی خصلت اپنے اندر رکھتا ہوگا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 69تا70)

اس جگہ رمیٰ کے لفظ میں بتایا تیری نصرت بدر کے موقع کی طرح کی جائے گی یعنی قلّتِ تعداد اور کمی وسائل کے باوجود دشمن کے حصہ میں ناکامی ہی آئے گی۔ اور بیانِ معانی قرآن میں رحمان ہی تیرا معلّم ہوگا۔ حضورؑ کی تصانیف اعجاز المسیح اور منن الرحمان اس کی شاہد ناطق ہیں۔

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تُو نے سب دُشمن اُتارے
ہمارے کر دیے اُونچے منارے

19۔ مذاہب باطلہ کی شکست کی پیشگوئی

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا۔ کہہ حق آیا۔ اور باطل بھاگ گیا اور باطل بھاگنے والا ہی تھا۔

عیسائی، ہنود و یہود اور دیگر ادیانِ باطلہ کا براہین احمدیہ کا جواب لکھنے کی طاقت نہ رکھنے سے حضورؑ کے تمام مخالفین آپؑ کے سامنے لاجواب رہنے سے یہ الہام بڑی شان شوکت سے بار بار پورا ہو چکا ہے۔ جس کا ثبوت کے طور پر رہتی دنیا تک حضورؑ کی تصنیفات جنگ مقدس، سرمہ چشم آریہ، نور الحق، نور القرآن اور چشمہ معرفت وغیرہ ندا دیتی رہیں گی۔ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کے ذریعہ حق آیا اور چھا گیا کوئی نہیں جو اس کے سامنے دم مار سکے۔ اسی الہام پہ مؤکد الہام یہ ہوا کہ تیرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت اور دلائل سے سب کا منہ بند کردیں گے۔

اِک بڑی مدت سے دیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اَب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

20۔فیضانِ نبوّت کے جاری ہونے کی پیشگوئی

کُلُّ بَرَکَةٍ مِّنۡ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔ فَتَبَارَكَ مَنۡ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔

ہر ایک برکت محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔ پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی۔ اور جس نے تعلیم پائی۔

"پس میں اُمّتی بھی ہوں اور ظلّی طور پر نبی بھی ہوں۔ اِسی کی طرف وہ وحی الٰہی بھی اشارہ کرتی ہے جو حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہے۔ کُلُّ برکةٍ من محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتبارك من علّم و تعلّم۔ یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے۔ جو لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اُن پر لازم ہے کہ یہ ہمارا بیان توجہ سے پڑھیں کیونکہ جس مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اُسی مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام امّتی بھی رکھا گیا ہے۔ اور کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے۔ مَیں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے کوئی مستقل نبی اُمتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر مَیں اُمّتی ہوں۔ پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 360)

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ظلّی نبوت عطا کرنے کی نوید سنائی جبکہ مامور کیے جانے کا واہمہ تک نہ تھا اور اس الہام میں غیر تشریعی نبوت کو فیضانِ نبوتِ محمدی کا خاصہ بیان فرمایا۔ اور حضورؑ کی تمام تحریرات جو ظلّی، بروزی اور غیر تشریعی نبوت کے بارے میں ہیں وہ اس الہام کی ہی شرح ہے۔

مصطفٰی پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

21۔سلطان القلم ہونے کی پیشگوئی

فَتَبَارَكَ مَنۡ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی۔ اور جس نے تعلیم پائی۔

اس الہام میں حضورؑ نے عَلّم کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف پھیری لیکن اس ضمیر کو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا جائے تو یہ ایک اور عظیم الشان پیشگوئی بن جاتی ہے۔ اللہ نے یہ اعلان کروایا کہ آپؑ کو جو دلائل عطا کیے گئے یہ تعلیم رحمانی ہے کیونکہ آپؑ نے رسمی سا لکھنا پڑھنا سیکھنے کے علاوہ کہیں سے کوئی تعلیم نہ پائی۔ تعلّم کے لفظ میں آپؑ کے بلند مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پس آپؑ کا معلّم خود ربّ الارباب ہی ہے اور کوئی استاد نہیں۔

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے

22۔غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ۔

اَیۡ لِیُظۡهِرَ دِیۡنَ الۡاِسۡلَامِ بِالۡحُجَجِ الۡقَاطِعَةِ وَالۡبَرَاهِیۡنِ السَّاطِعَةِ عَلٰی کُلِّ دِیۡنٍ مَا سِوَاهُ۔ اَیۡ یَنۡصُرُ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡمَظۡلُوۡمِیۡنَ بِاِشۡرَاقِ دِیۡنِهِمۡ وَاِتۡمَامِ حُجَّتِهِمۡ۔

خدا وہ خدا ہے جس نے اپنا رسول اور اپنا فرستادہ اپنی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس دین کو ہر قسم کے دین پر غالب کرے۔

یعنی اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ دیگر تمام ادیان پر غالب کر کے اور اس کی حُجّت دوسرے لوگوں پر قائم کر کے مظلوم مومنوں کی نصرت فرمائے گا۔

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو مسیح موعود و مہدی معہود کے مقام پر فائز فرمانے کا اعلان کیا جو تمام دنیا کے ادیانِ باطلہ کو براہین قاطعہ سے شکست دے کر اسلامی جھنڈے کو لہرائے اور نصب کرے گا۔ اور آج کی معلوم دنیا میں حضورؑ اور آپؑ کی جماعت نے قرآنی تعلیم اور نبوت محمدیہ کا الاؤ روشن کر دیا ہے۔ اور کوئی مذہبی ٹھیکیدار ایسا نہیں جو مسیح کی جماعت کے سامنے دم مار سکے۔

دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

23۔مخالفین کے نادم ہونے کی پیشگوئی

لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ خدا کی باتوں کو ٹال نہیں سکتا۔

یہ الہام بھی حضورؑ ابتدائی زندگی سے اب تک مخالفین و معاندین کے عزائم کو ملیامیٹ کرتے ہوئے اور ان کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے بڑی آب و تاب سے پورا ہوتا جارہا ہے اور روز بروز اپنی تابناکی میں دو چند ہو رہا ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

24۔جماعت پر حضور ﷺ کے مکّی دور کی مثل مظالم کی پیشگوئی

ظُلِمُوۡا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرٌ۔

جن پر ظلم ہوا۔ اور خدا ان کی مدد کرے گا۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو آگاہ کیا کہ طاقت کے نشوں میں مخمور تیرے ماننے والوں پر ظلم وستم کی انتہا کریں گے جیسے حضورؐ کے اصحاب پہ اہلِ مکّہ نے ظلم کی انتہا کی۔ اور اس الہام کے پورا ہونے کی آئے روز دشمن خود منادی کر رہے ہوتے ہیں کہیں نہتے احمدیوں کو شہید کر کے اور کہیں مساجد گرا کر۔ افغانستان، پاکستان، برکینا فاسو، الجزائر، بنگلہ دیش وغیرہ کے احمدی اس کی روشن مثالیں ہیں اور کئی دیگر ممالک میں بھی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کے متبعین پہ ظلموں کی انتہا کر رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مخالفین کے ظلم و ستم کا نقشہ اس شعر میں بیان کیا ہے۔

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
ہم نے تو صبر و توکل سے گزاری باری
ہاں مگر تم پہ بہت ہوگی یہ بھاری باری

25۔معاندین نشانِ عبرت بننے کی پیشگوئی

اِنَّا کَفَیۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِیۡنَ۔ وہ لوگ جو تیرے پر ہنسی کرتے ہیں۔ ان کے لیے ہم کافی ہیں۔

یہ الہام جس طرح پورا ہوا اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ آپؑ کے مخالفین لیکھرام، عبداللہ آتھم، ڈاکٹر ڈوئی وغیرہ غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کے دور سے اب تک ہر استہزا کرنے والا بدخواہ دشمن اس الہامی پیشگوئی کا بالفعل مصدّق بنتا جارہا ہے اور ہمارا ربّ ان کو ہر میدان میں ناکام و نامراد رکھتا جارہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ مخالفین کی ناکامیوں اور نامرادیوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

گڑھے میں تُو نے سب دُشمن اُتارے
ہمارے کر دیے اُونچے منارے
مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

26۔ مقام موریت پر لوگوں کے متعجب ہونے کی پیشگوئی

یَقُوۡلُوۡنَ اَنّٰی لَكَ هٰذَا۔ اَنّٰی لَكَ هٰذَا۔ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ۔

اور لوگ کہیں گے کہ یہ مقام تجھے کہاں سے حاصل ہوگیا۔ یہ مقام تجھے کہاں سے حاصل ہوگیا۔ یہ جو الہام کر کے بیان کیا جاتا ہے، یہ تو انسان کا قول ہے۔

جن مخالفین نے حضورؑ کے الہامات کا انکار کیا اور حضورؑ پہ طرح طرح کے آوازے کسے ہیں اور حضورؑ کے بالمقابل تکبر اور نخوت کی وجہ سے قبول نہیں کیا، انہوں نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا ہے۔ لوگوں کی باتوں کو حضورؑ نے اپنے منظوم کلام اس طرح بیان فرمایا ہے:

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار
جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تند باد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار

27۔ انگریزوں کا ایجنٹ کہلائے جانے کی پیشگوئی

وَاَعَانَهٗ عَلَیۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ۔ اور دوسروں کی مدد سے بنایا گیا ہے۔ یہ الہام اس وقت ہوا جب حضورؑ پر بھی الٰہی تصرف سے اخفا تھا کہ آپؑ کسی بڑے مقام پر فائز ہوں گے اور حکم ربّانی پہ کوئی دعویٰ بھی ہوگا اور علماء کی بھی اکثریت حضورؑ کی مداح تھی۔ جب اذنِ الٰہی سے دعویٰ کیا جھٹ کہہ دیا گیا کہ آپ کو انگریزوں نے کھڑا کیا ہے۔ مخالفین کی کتابیں اس الزام سے بھری پڑی ہیں۔ مخالفین اپنی الزام تراشیوں اور اپنے فتاویٰ سے اس الہامی پیشگوئی کے مصدق بن گئے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں!
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

نیز فرمایا:

لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں

تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار

28۔ علماء کی مخالفت کی پیشگوئی

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ۔

اے لوگو کیا تم ایک فریب دیدہ و دانستہ میں پھنستے ہو۔ جو کچھ تمہیں یہ شخص وعدہ دیتا ہے۔ اس کا ہونا کب ممکن ہے۔

یہ الہام بھی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے اب تک پورا ہوتا جا رہا ہے۔ حضورؑ کے زمانہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی بٹالہ اسٹیشن پہ جا کر لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے تھے اور آج مخالفین کا آپؑ کی جماعت کے خلاف الیکٹرانک، سوشل اور پرنٹ میڈیا جس طرح زہر اگل کر لوگوں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کو محال قرار دے کر آپؑ کے مشن کو خلافِ اسلام ہونے کے فتاویٰ صادر کر رہا ہے اور آپؑ اور آپؑ کی جماعت کو اسلام کے نام پہ دھوکا اور فریب قرار دے رہا ہے حضورؑ کے الہامات کی سچائی کی گواہی نہیں تو اَور کیا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے
تو پھر کیوں ظنِ بد سے ڈر نہیں ہے
تمہارے دل میں شیطاں دے ہے بچے
اسی سے ہیں تمہارے کام کچے

29۔ تحقیر آمیز اتہامات لگائے جانے کی پیشگوئی

من هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ۔ پھر ایسے شخص کا وعدہ جو حقیر اور ذلیل ہے۔ اس الہام میں یہ پیشگوئی تھی کہ معاندین تجھے ایک معمولی شخص ہونے کی طعن و تشنیع کریں گے اور واویلا کریں گے کہ اسلام کی فتحیابی کے آپؑ کے دعوے آپؑ کی ایک عامی شخص ہونے کی وجہ سے پورے نہیں ہوں گے۔ مخالفین علماء اپنے آپ کو اسلام کا ستون سمجھنے والے قرآن کریم کی یہ تعلیم پڑھ کر بھی کہ کسی کے جھوٹے معبود کو بھی گالی نہ دو حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف زبان درازی کر کے اس الہامی پیشگوئی کو پورا کرتے جا رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

30۔ مخالفین کے لاجواب رہنے کی پیشگوئی

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ کہہ اس پر دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو یعنی مقابلہ کر کے دکھلاؤ۔

اس الہام میں مخالفین کو چیلنج ہے کہ اگر واقعۃً تمہارے اعتراضات درست ہیں تو مقابلہ کرو لیکن یہ ہمت تم نہیں کر سکتے اور ہرگز نہ کرو گے۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

نیز فرمایا:

آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے راز دار

31۔ رحمت ربّانی کی رداء عطا کیے جانے کی پیشگوئی

هٰذَا مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّكَ۔ یہ مرتبہ تیرے رب کی رحمت سے ہے۔

یہ الہام حضورؑ کے دعاوی مسیح موعود اور مہدی معہود سے رحمتِ ربّانی کی منادی سے پورا ہو چکا ہے۔ حضورؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

32۔ مقام نبوّت پہ سرفرازی کی پیشگوئی

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔ وہ اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا۔

اس الہام کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کو مقام نبوتِ بروزی پہ سرفراز فرمائے گا اور برکات نبوت محمدیؐ کی اتمام نعمت آپؑ پہ ہوگی اور سلسلہ محمدی کے خاتم الخلفاء آپؑ ہوں گے۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنادیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

نیز فرمایا:

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمد است

33۔ آپؑ کا اپنا وجود معجزانہ ہونے کی پیشگوئی

لِيَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ تا کہ لوگوں کے لیے نشان ہو۔

اس الہام میں ایک جہت سے یہ پیشگوئی ہے کہ آپؑ کی تمام باتوں کو شرفِ قبولیت بخشے گا اور دوسری جہت سے یہ پیشگوئی ہے کہ دعویٰ کے بعد مخالفین اور معاندین سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا چلا جائے گا اور آپؑ کے مقابل پہ لوگ شکست کھاتے چلے جائیں گے تا مومنوں کے لئے نشان ہو اور ان کا ایمان ترقی کرے۔

میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تو نے کردیا ہے قوم و دیں کا افتخار

34۔ صدقِ دعویٰ پہ نزولِ نشان کی پیشگوئی

اَنْتَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ۔ تو خدا کی طرف سے کھلی کھلی دلیل کے ساتھ ظاہر ہوا ہے۔

اس الہام میں یہ پیشگوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کو مقاماتِ رحمت و نعمتِ ربّانی کی سرفرازی کے ساتھ بیّنۃ بھی عطا فرمائے گا۔ اس بیّنۃ کو حضورؑ نے منظوم کلام میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اِس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دل فگار
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار
آسماں میرے لئے تُو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

35۔ مقام نبوّت کے فضلِ ربّی کی تبلیغ کی پیشگوئی

فَبَشِّرْ وَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ پس تو خوشخبری دے اور خدا کے فضل سے تو دیوانہ نہیں ہے۔

اس الہام میں یہ پیشگوئی ہے کہ مخالفین تو تجھے مجنون کہیں گے لیکن تیرا ربّ تجھے انعامات عطا کر کے ثابت کرے گا کہ وہ اپنے الزامات میں جھوٹے ہیں تا ان پر حجت تمام ہو اور تیری تبلیغ میں اللہ برکت عطا کرے گا۔

اب تو جو فرماں ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار
دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گزر میں دشتِ خار
چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

36۔ تمام مسالک کے گدلا ہونے کی پیشگوئی

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ کہہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔

اس الہام میں یہ پیشگوئی ہے کہ تمام پیروں، گدی نشینوں، علماء اور اللہ اور بھگوان کی محبت کے نعرے لگانے والوں کو اطاعتِ امامِ ربّانی سے ہی محبتِ الٰہی میسر آئے گی۔ اس لیے تو حدیث میں آیا بایعوہ ولو حبوًا علی الثلج کہ مہدی و مسیح محمدی کی مخالفت اتنی ہوگی کہ پتے پانی ہوں گے اور جذبات فریز ہو جائیں گے۔ لیکن حکم محمد مصطفیٰ ﷺ ہے واذا رأیتموہ فبایعوہ کہ جب تم اس کو دیکھو یا اس کے بارے میں سنو تو پھر بیعت کرو اور حکم خدا ہے لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کہ تم اس پہ ایمان لاؤ اور لازماً اس کی مدد کرو۔

وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں میں سب سے بڑھ گئے
کیا یہی عادت تھی شیخ غزنوی کی یادگار
کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زبدۃ الابرار ہیں!
پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحیِ رحماں کی پھوار
پر وہی نافہم ملہم اوّل الاعدا ہوئے
آ گیا چرخِ بریں سے ان کو تکفیروں کا تار
صُوفیا! اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تِراہ
آسماں سے آ گئی میری شہادت بار بار

37۔ معاندین عبرتناک انجام ہونے کی مؤکّد پیشگوئی

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔ وہ لوگ جو تیرے پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ان کے لیے ہم کافی ہیں۔ یہ الہام مؤکّد ہے، پہلے بھی آ چکا ہے۔

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ! شامت آنے والی ہے

38۔ ابلیسی ارواح کا مقابل پہ کھڑا ہونے کی پیشگوئی

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔

کہہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کن لوگوں پر شیطان اُترا کرتے ہیں۔ ہر ایک کذاب بدکار پر شیطان اُترتے ہیں۔

یہ الہام پیشگوئی ہے ان مخالفین کے متعلق جو آپؑ اور آپؑ کی جماعت کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں اور اگر ان کی ذاتی زندگی دیکھی جائے تو قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ کا نمونہ ہوتی ہے اور شیطانی القاء ان کو ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ناصرف ابلیسیت کا مادہ رکھتے ہیں بلکہ مجسّم ابلیس ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

اَے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بےشمار

39۔ کسوف اور خسوف کی پیشگوئی

قُلْ عِنْدِيْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ قُلْ عِنْدِيْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اُن کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے؟ اُن کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم اطاعت اختیار کرو گے؟

''یہ فقرہ جو دو مرتبہ فرمایا گیا.... اس میں ایک شہادت سے مراد کسوفِ شمس ہے اور دوسری شہادت سے مراد خسوفِ قمر ہے۔'' (اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 415، 416)

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

(جاری ہے)

☆...☆...☆

مطالعہ کی تحریک

27/دسمبر 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم بے شک ظاہری علوم پڑھو مگر دین کا علم ضرور حاصل کرو اور اپنے اندر دین کی باتیں سمجھنے اور اخذ کرنے کا ملکہ پیدا کرو۔ اس کے لئے ایک تو قرآن کریم سیکھو اور دوسرے حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھو اور خوب یاد رکھو کہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں قرآن کی تفسیر ہیں۔ کل میں ان کے متعلق ایک خاص نکتہ بتاؤں گا آج صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ وہ قرآن کی تفسیر ہیں ان کو پڑھو''۔ (اصلاح نفس، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 447)

ایک خاص نکتہ

اگلے دن حضورؓ نے وہ خاص نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں۔ اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ خاص فیضان الٰہی کے ماتحت لکھی گئی ہے اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی میں اس کو لے کر پڑھنے کے لئے بیٹھا ہوں دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا کیونکہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے۔''

(ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

براہین احمدیہ سے متعلق

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صحابہ کرامؓ و دیگر احباب سے خط و کتابت پر ایک نظر

(م۔م۔محمود)

> اگر کوئی ہندو فی الحقیقت طالبِ حق ہے تو اُس سے رعایت کرنا واجب ہے بلکہ اگر ایسا شخص بے استطاعت ہو تو اس کو مفت بلاقیمت کتاب دے سکتے ہیں۔غرضِ اصلی اشاعتِ دین ہے۔
> نہ خرید و فروخت۔جیسی صورت ہو اس سے اطلاع بخشیں تا کتاب بھیجی جاوے

سیدنا حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اپنی تصنیف ''فتحِ اسلام'' میں جن پانچ شاخوں کے قیام کا ذکر فرمایا ان میں چوتھی شاخ مکتوبات کو قرار دیا۔چنانچہ آپؑ نے اس شاخ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔چنانچہ اب تک نوے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہوں گے جن کا جواب لکھا گیا ہے بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیرضروری سمجھے گئے ہیں اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے اور ہرایک مہینہ میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔''(فتح اسلام،روحانی خزائن جلد3صفحہ23۔24)

جیسا کہ حضورؑ نے اس شاخ کے ذکر میں فرمایا کہ اب تک نوّے ہزار سے زائد خطوط آ چکے ہیں۔خطوط کے تحریر فرمانے کا یہ سلسلہ یقیناً دعویٰ سے قبل جاری تھا۔چنانچہ حضورؑ نے جب تصنیفِ لاجواب و بے نظیر براہینِ احمدیہ تحریر فرمائی توآپؑ نے اس کی اشاعت و ترسیل میں حصہ لینے کے لیے متعدد سر برآوردہ امراء ورؤساءاور والیانِ ریاست ہائے ہندوستان افراد کوخطوط تحریر فرمائے۔آپؑ نے براہینِ احمدیہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:''ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہینِ احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سومضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقتِ اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتحِ عظیم اور مومنین کے دل وجان کی مراد تھی اس لیے اُمراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں ان کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں۔ اَللّٰہُ المستعانُ وَاللّٰہُ خیرو اَبقی !!

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت کے ہم کو سخت تفکر اور تردد میں ڈال دیا ہے ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اُس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولتمندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امرائے عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ادنی رقم ہے بطور پیشگی بھیج دیں گے اور اُن کی اس طور کی اعانت سے دینی کام آسانی سے پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگان خدا کو فائدہ پہنچے گا۔اس امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقتِ حال سے مطلع کیا مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں مصارف ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی۔اگر یہی حمایت اسلام ہے تو کارِ دین تمام ہے ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیج دیں ہم اسی کو عطیۂ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسانِ عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا خرچ ہو گا اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا کیونکہ یہ پرچہ اخبار نہیں کہ جس کے ضائع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔ ہر یک حصہ کتاب کا ایک ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے۔برائے خدا ہمارے معزز اخوان سردمہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغناء کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزا کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔''(براہینِ احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد1صفحہ62-63)

اس عظیم الشان اور بے نظیر کتاب کے متعلق جیسا کہ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ نے تحریر فرمایا کہ اس کی طباعت و اشاعت کے لیے بذریعہ خطوط بھی مسلمان امراء و خواص کو اپیلیں کی گئیں لیکن محض چند مسلمانوں نے بطور اعانت و پیشگی روپیہ بھجوایا۔جن کا ذکر موجود ہے۔یوں تو حضرت مسیحِ موعودؑ کی جانب سے اخبارات میں دیے گئے اشتہارات کے ذریعہ اس رفیع المنزلت تصنیف کا تعارف ملک کے طول وعرض میں ہو ہی چکا تھا لیکن بہت سے ایسے بے حس امراء بھی تھے جنہیں کتاب کی خریداری کے لیے حضورؑ کو مسلسل خطوط لکھنے پڑے۔ لہٰذا اس زمانہ میں آپؑ کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ آپؑ خود اپنے دستِ مبارک سے کتاب کے پیکٹ تیار فرماتے اور ان پر خود ہی پتے لکھتے تھے۔

محولہ بالا تحریر از براہینِ احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ نے اُس زمانہ میں کثرت سے علماء و امراء کے ساتھ خط وکتابت فرمائی۔ذیل میں حضورؑ کے بعض ایسے دستیاب خطوط پیش کیے جا رہے ہیں جن میں آپؑ نے براہینِ احمدیہ سے متعلق متفرق امور کا ذکر فرمایا۔

پنڈت دیانند سرسوتی (بانی آریہ سماج) کے نام خط اور پیغامِ تحقیقِ حق

دیانند صاحب نے1875ء میں آریہ تحریک کی بنیاد رکھی۔اس تحریک کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آریوں کو صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اقتدار حاصل ہو جائے۔یہ وید کے بعد الہام کے قائل نہ تھے۔دیانند اور ان کے دیگر لیڈروں نے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی شان میں نہایت بے باکی سے حملے کیے اور ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف منافرت کی فضا قائم کی۔عقائدِ اسلام اور اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اقدس میں ان گستاخیوں کو دیکھ کر آپ ﷺ کے عاشقِ صادق و کامل حضرت مسیحِ موعودؑ نے دیانند صاحب کو 1878ء میں مبلغ پانچ صد روپے کا انعامی چیلنج دیا۔سوامی دیانند صاحب نے حضورؑ کو مباحثہ کی دعوت دی جسے حضرت اقدسؑ نے 10؍جون 1878ء کو بلا تامّل منظور فرمایا۔اور انہیں اختیار عطا فرمایا کہ مباحثہ کے مقام و تاریخ خود ہی معین کر کے اخبار میں اعلان کر دیں لیکن سوامی دیانند جنہوں نے پہلے خود ہی دعوتِ مباحثہ دی تھی، میدانِ مباحثہ سے راہِ فرار اختیار کر گئے۔

تصنیفِ معرکہ آرا براہینِ احمدیہ میں بھی آپؑ نے ایک معتد بہ حصہ آریوں کو مخاطب کر کے تحریر فرمایا۔

20؍اپریل1883ء کو حضورؑ نے پنڈت دیانند صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:''واضح ہو کہ ان دنوں میں اس عاجز نے حق کی تائید کے لیے اور دینِ اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کی غرض سے ایک نہایت بڑی کتاب تالیف کی ہے جس کا نام 'براہینِ احمدیہ' ہے۔چنانچہ اس میں سے تین حصے چھپ کر مشتہر ہو چکے ہیں اور حصہ چہارم عنقریب چھپنے والا ہے۔حصہ سوم میں اس بات کا کافی ثبوت موجود ہے کہ سچا دین جس کے قبول کرنے پر نجات موقوف ہے...اب چونکہ میں نے اس روشنی کو آپ جیسے لوگوں کی سمجھ کے موافق نہایت صاف اور سلیس اردو میں کھول کر دکھلایا ہے اور اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ لوگ سخت ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں...۔

لہٰذا یہ خط آپ کے پاس رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں۔اگر آپ کتاب براہینِ احمدیہ کے مطالعہ کے لیے مستعد ہوں تو میں وہ کتاب مفت بلاقیمت آپ کو بھیج دوں گا۔آپ اس کو غور سے پڑھیں۔اگر اس کے دلائل کو لاجواب پاویں تو حق کے قبول کرنے میں توقف نہ کریں کہ دنیا روزے چند آخر کار باخداوند۔میں ابھی اس کتاب کو بھیج سکتا تھا مگر میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے خیالات میں محو ہو رہے ہیں اور دوسرے شخص کی تحقیقاتوں سے فائدہ اٹھانا ایک عار سمجھتے ہیں۔سو میں آپ کو دوستی اور خیرخواہی کی راہ سے لکھتا ہوں کہ آپ کے خیالات صحیح نہیں ہیں۔آپ ضرور ہی میری کتاب کو منگا کر دیکھیں۔امید ہے کہ اگر حق جوئی کی راہ سے دیکھیں گے تو اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے حجاب اور پردے آپ کے دور ہو جائیں گے اور اگر آپ اردو عبارت پڑھ نہ سکیں تاہم کسی لکھے پڑھے آدمی کے ذریعہ سے سمجھ سکتے ہیں۔آپ اپنے جواب سے مجھ کو اطلاع دیں اور جس طور سے آپ تسلی چاہیں خداوند قادر ہے۔صرف سچی طلب اور انصاف اور حق جوئی درکار ہے۔جواب سے جلد تر اطلاع بخشیں کہ میں منتظر ہوں اور اگر آپ خاموش رہیں تو پھر اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ آپ کو صداقت اور روشنی اور راستی سے کچھ غرض نہیں۔''(مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ49تا50)

حضورؑ کے اس مکتوبِ مبارک سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ کی عملی تصویر تھے۔آپؑ کے مباحثات اور چیلنجز کا مقصد ظاہری فتح و شکست نہ تھا بلکہ سچی انسانی ہمدردی کے تحت آپؑ کا مقصودِ محض یہ تھا کہ دنیا اسلام کی حقانیت، قرآنِ کریم کی تعلیمِ حقیقی اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو پہچان جائے۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پنڈت دیانند کو براہینِ احمدیہ بغرض مطالعہ مفت بھجوانے کی جو پیشکش کی تھی اس سے متعلق آپؑ نے میر عباس علی صاحب (ان کا تعارف اسی مضمون میں درج ہے) کو 15؍جون1883ء کو تحریر فرمودہ ایک مکتوب میں فرمایا:''الحمدللہ کہ کام طبع کا شروع ہے۔یہ سب اُسی کریم کی عنایات اور تفضّلات ہیں کہ اس نابکار اور عاجز کے کاموں کا آپ متولی ہو رہا ہے۔

اگر ہر موئے من گردد زبانے
ازو رانم بہر یک داستانے

پنڈت دیانند نے کتاب طلب نہیں کی اور نہ راستی اور صدق کے راہ سے جواب لکھا بلکہ ان لوگوں کی طرح جو شرارت اور تمسخر سے گفتگو کرنا اپنا ہنر سمجھتے ہیں۔ایک خط بھیجا اور خط رجسٹری کرا کر بھیجا گیا۔(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے یہاں نوٹ دیا ہے کہ 'نقل مطابق اصل۔اگلے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خط حضرت مسیحِ موعودؑ نے پنڈت دیانند کو بھیجا تھا') جس کا خلاصہ صرف اس قدر تھا مجھ کو خداتعالیٰ نے حقیقتِ اسلام پر یقین کامل بخشا ہے اور ظاہری اور باطنی دلائل سے مجھ پر کھول دیا ہے کہ دنیا میں سچا دین دینِ محمدی ہے اور اسی جہت سے مَیں نے محض خیرخواہی خلق اللہ کی رو سے کتاب کو تالیف کیا ہے اور اس میں بہت سے دلائل سے ثابت کر کے دکھلایا ہے کہ تعلیمِ حقانی محض قرآنی تعلیم ہے۔پس کوئی وجہ نہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوں بلکہ اس بات کا بوجھ آپ کی گردن پر ہے کہ جن قوی دلیلوں سے آپ کے مذہب کی بیخ کنی کی گئی ہے ان کو توڑ کر دکھلاویں یا ان کو قبول کریں اور ایمان لاویں اور میں ہروقت کتاب کو مفت دینے کو حاضر ہوں۔اس خط کا جواب نہیں آیا۔ان شاء اللہ تعالیٰ اسی حصہ چہارم میں ان کے مذہب اور اصول کے متعلق بہت کچھ لکھا جائے گا اور آپ اگر خط کو چھپوا دیں تو آپ کو اختیار ہے۔''(مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ536)

مختلف مذاہب کے لیڈروں کے نام بھیجا گیا مکتوب

8؍مارچ 1885ء کو آپؑ نے ایک خط تحریر فرمایا جس کی آپؑ نے 240 کاپیاں (مع ایک اشتہار انگریزی، جسے آٹھ ہزار کی تعداد میں شائع کروایا گیا) متفرق لیڈرانِ مذاہب کو ارسال فرمائیں۔حضورؑ نے اس مکتوب میں فرمایا: ''بعد ماوجب گزارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (موٴلف براہین احمدیہ) حضرت قادرِ مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت و تذلل و تواضع سے اصلاحِ خلق کے لیے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بیخبر ہیں صراطِ مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کے 37 جز چھپ کر شائع ہو چکے ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہٰذا میں مندرج ہے... لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لیے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرضِ اتمامِ حجت یہ خط (جس کی دو سو چالیس کاپی چھپوائی گئی ہیں، مع اشتہار انگریزی جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہیں) شائع کیا جاوے اور اُس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان وحضرت مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامت سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں ارسال کی جاویں۔ یہ ان حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبان کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجودِ خوارق اور کرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔ یہ تجویز اپنی فکر اور اجتہاد سے نہیں قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع کریں گے) ملزم ولاجواب و مغلوب ہو جاویں گے۔ بناء علیہ پر یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں (اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدر ہیں) ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حبۃ اللہ اس خط کے مضمون کی طرف سے توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے۔ اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی اور اس کارروائی کے (کہ آپ کو خط رجسٹری شدہ ملا اور پھر آپ نے اُس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب براہین احمدیہ میں پوری تفصیل سے بحث کی جاوے گی اور اصل مدعا خط جس کے ابلاغ کیلئے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے اس دین کی حقانیت اور قرآن شریف کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں کی (خوارق و پیشگوئیوں) شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالبِ صادق اس خاکسار (موٴلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کرسکتا ہے آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط و نیت سے (جو طالب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اِسی جگہ قادیان میں مشرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جاویں گے۔ اس شرط و نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لاویں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا اور اگر آپ آویں اور ایک سال تک رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوارہ کے حساب سے آپ کو حرجانہ یا جرمانہ دیا جاوے گا۔ اس دوسو روپیہ ماہوارہ کو آپ اپنی شایان شان نہ سمجھیں یا تو اپنی حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اُس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرمادیں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرماویں آپ اپنی شرط اظہار اسلام (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کردیں جس کو متعدد انگریزی اُردو اخباروں میں شائع کیا جاوے گا ہم سے اپنی شرط دوسو روپیہ ماہوار حرجانہ یا جو آپ پسند کریں اور ہم اُس کی ادائی کی طاقت بھی رکھیں۔ عدالت میں رجسٹری کرائیں بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جل شانہٗ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر اُن کی اشاعت کیلئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے، ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

فقط

راقم خاکسار غلام احمد قادیانی'' (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 51 تا 53)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ساتھ براہینِ احمدیہ کے متعلق خط وکتابت

سیدنا حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کے ساتھ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کی خط وکتابت کا آغاز 1885ء میں ہوا۔ جب آپؓ جموں کشمیر میں رہائش پذیر تھے۔ چونکہ براہینِ احمدیہ کی اشاعت کے وقت آپؓ کو حضرت اقدس علیہ السلام سے ابھی تعارف نہ ہوا تھا لہٰذا آپؓ براہینِ احمدیہ (ابتدائی چہارحصص) کے لیے مالی خدمت انجام نہ دے سکے تھے۔

1887ء میں جب پنڈت لیکھرام پشاوری نے براہینِ احمدیہ کے رد میں ''تکذیب براہینِ احمدیہ'' لکھی جس میں اُس نے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ طاہر ومطہر پر نہایت خبیث الزامات لگائے۔ تو اس موقع پر حضورؑ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو اس کا جواب لکھنے کی تحریک فرمائی۔ آپؑ نے اس بارے میں اول مرتبہ 26؍جولائی 1887ء کو اپنے مکتوب مبارک میں درج ذیل تحریک فرمائی (اس وقت تک حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ دو مرتبہ قادیان تشریف لا چکے تھے)۔

''میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نام ایک شخص نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام تکذیب براہینِ احمدیہ رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی استعداد ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی عملی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ غرض اس شخص نے خواندہ ہندوؤں کی منت سماجت کر کے اور بہت سی کتابوں کا اس نے خیانت آمیز حوالہ لکھ کر یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہندوؤں میں بہت جوش ہو رہا ہے۔ یقین ہے کہ کشمیر میں بھی یہ کتاب پہنچی ہوگی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لالہ لچھمن داس صاحب ملازم ریاست کشمیر نے تین سو روپیہ اس کتاب کے چھپنے کے لیے دیا ہے۔ شاید یہ بات سچ ہو یا جھوٹ ہو لیکن اس پُر افترا کتاب کا تدارک بہت جلد ازبس ضروری ہے اور یہ عاجز ابھی ضروری کام سراجِ منیر سے جو مجھے درپیش ہے بالکل عدیم الفرصت ہے اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا اور نہ آپ کی تعریف کے رو سے بلکہ قوی یقین سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لیے آپ کے دل میں جوش ڈالا ہے اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے۔ کوئی دوسرا آدمی ان صفات سے موصوف نظر نہیں آتا۔ اس لیے میں آپ کو یہ بھی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اوّل سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کیے ہیں ان سب کو ایک پرچہ کاغذ پر بیاد داشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو جوابات معقول دل میں ڈالے وہ سب الگ الگ لکھ کر میری طرف روانہ فرماویں اور جو کچھ خاص میرے ذمہ ہوگا میں فرصت پا کر اس کا جواب لکھوں گا۔ غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جدوجہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح مالی کام میں آپ نے پوری پوری نصرت کی ہے اس سے یہ کم نہیں ہے کہ آپ خداداد طاقتوں کی رُو سے بھی نصرت کریں۔

آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لئے بہت زور لگا رہے ہیں۔ میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔ بہت جلد مجھ کو اطلاع بخشیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کا مددگار ہو آپ اگر مجھے لکھیں تو میں ایک نسخہ کتاب مذکور کا خرید کر آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 42-43)

اسی طرح 4؍جنوری 1888ء کو اسی بارے میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنے ایک مکتوب میں آپؓ کو تحریر فرمایا: ''مجھے یہ بات سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ تکذیب براہین کا ردّ آپ نے تیار کرلیا ہے۔ الحمدللہ والمنۃ اس ردّ کے شائع ہونے کیلئے عام طور پر مسلمانوں کا جوش پایا جاتا ہے۔ شاید ڈیڑھ سو کے قریب ایسے خط آئے ہوں گے جنھوں نے اس کتاب کے خریدنے کا شوق ظاہر کیا ہے میں نے ابھی کام ہر دو رسالہ کا شروع نہیں کیا اب شاید بیس بائیس روز تک شروع کیا جائے۔

عوام کو اس تاخیر سے جس قدر غصہ و بدظنی عائد حال ہوئی ہے میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وہ سب دور کردے گا۔ اصل بات یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ راضی ہو تو انجام کار خلقت بصد ندامت خود راضی ہو جاتی ہے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 52-53)

چنانچہ اپنے آقا امام الزماںؑ کے ارشاد کے نتیجہ میں آپؓ نے تکذیب براہینِ احمدیہ کے رد میں ''تصدیق براہینِ احمدیہ'' ایسی لاجواب کتاب تصنیف فرمائی جو 1890ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصنیف ''فتحِ اسلام'' میں فرمایا: ''حضرت مولوی صاحب علومِ فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے ہیں فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فنِ طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں۔ ہر ایک فن کی کتابیں بلادِ مصر وعرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں، مناظراتِ دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے موٴلف ہیں۔ حال ہی میں کتاب 'تصدیق براہین احمدیہ' بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 37 درحاشیہ)

حضرت منشی رستم علی صاحبؓ کے ساتھ براہینِ احمدیہ کے متعلق خط وکتابت

حضرت منشی صاحبؓ مدراں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے اور آپؓ کے والد محترم کا نام شہاب الدین تھا۔ آپؓ محکمہ پولیس میں سارجنٹ کے طور پر بھرتی ہوئے اور 1888ء میں ترقی کرکے ڈپٹی انسپکٹر ہوئے اور دھرم سالہ ضلع کانگڑہ میں تعینات ہوئے۔ 1890ء میں آپؓ کی تبدیلی محکمہ پولیس ریلوے میں ہوئی۔ 1893ء میں کورٹ انسپکٹر ہو کر منٹگمری چلے گئے۔ پھر انسپکٹر بنادیے گئے اور پہلے لاہور میں، پھر حضورؑ کی دعا سے (قادیان کے قریب) گورداسپور میں متعین رہے۔ ''براہین احمدیہ'' کی خریداری کے سلسلہ میں حضرت منشی صاحبؓ کا پہلا رابطہ حضرت مسیح موعودؑ سے قائم ہوا جو بعد میں مراسلات اور تعلقات کے ذریعہ مضبوط ہوتا چلا گیا اور آپؓ کو اخلاص ومحبت کے ساتھ محض للہ خدمت کی سعادت بھی عطا ہوتی رہی۔ بیعت کرنے والوں میں آپؓ کا نمبر دسواں ہے۔ آپؓ کا نام حضورؑ نے 313 صحابہؓ کی فہرست میں 227ویں نمبر پر تحریر فرمایا ہے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں آپؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: ''حبی فی اللہ منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ یہ ایک جوان صالح اخلاص سے بھرا ہوا میرے اوّل درجہ کے دوستوں میں سے ہے۔ اُن کے چہرے پر ہی علامات غربت و بےنفسی و اخلاص ظاہر ہیں۔ کسی

ابتلا کے وقت مَیں نے اس دوست کو متزلزل نہیں پایا اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا، اس ارادت میں قبض اور افسردگی نہیں بلکہ روزافزوں ہے''۔

11؍مارچ 1886ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کو ایک مکتوب میں فرمایا: ''اب یہ عاجز قادیان کی طرف جانے کو تیار ہے اور انشاء اللہ منگل کو روانہ ہوگا۔ آپ میر صاحب کو تاکید کر دیں کہ دو جلدیں چہارم حصہ براہین احمدیہ اگر سفید کاغذ پر ہوں تو بہتر ورنہ حنائی کاغذ پر ہی سوموار تک روانہ فرمادیں یعنی اس جگہ پہنچ جاویں۔ اور شاید اگر صلاح ہوئی تو جالندھر کی راہ سے جاویں مگر جلدی ہے۔ توقف نہیں ہوگا۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 472) اسی طرح 2مارچ 1888ء کو آپؓ نے ایک مکتوب میں فرمایا: ''اگر براہین احمدیہ کا کوئی شائق خریدار ہے تو آپ کو اختیار ہے کہ قیمت لے کر دے دیں مگر ارسال قیمت کا محصول ان کے ذمہ رہے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 538)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے ساتھ براہینِ احمدیہ کے متعلق خط و کتابت

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے مکتوبات جلد دوم میں آپؓ کے تعارف میں لکھا کہ ''آپؓ کی بیعت 19؍نومبر 1890ء کی ہے۔ آپؓ ان خوش قسمت صحابہ کرام میں سے ہیں کہ جن کا نام 313 صحابہ میں نہ صرف ایک بار آئینہ کمالات اسلام میں آیا بلکہ دوسری بار ضمیمہ انجام آتھم میں بھی درج ہوا۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ کو حضور نے اپنی بیٹی بنایا۔ بالآخر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے عقد کر کے آپ کو اپنی فرزندی میں لیا۔ بعد میں آپؓ کے صاحبزادہ حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ بھی حضرت صاحبزادی امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے عقد ہونے پر حضورؑ کی فرزندی میں آگئے۔ اس طرح یہ خاندان حضرت عثمان ذوالنورین کا مماثل ہوگیا۔ نواب صاحبؓ کی اولاد میں سے کئی صاحبزادیاں حضورؑ کے خاندان میں بیاہی جا کر خواتین مبارکہ میں شمار ہو چکی ہیں اور آپؓ کی اولاد میں سے کئی صاحبزادگان کی حضورؑ کے خاندان میں شادیاں ہوئی ہیں۔ آپؓ کی ایک صاحبزادی حضورؑ کے مبشر بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے عقد میں آئیں۔ نواب صاحبؓ دسمبر 1901ء میں ہجرت کر کے قادیان چلے آئے اور عرصہ دراز تک سلسلہ کی مختلف رنگ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپؓ کو حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ ''میں آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کو ان مخلصین میں سے سمجھتا ہوں جو صرف چھ سات آدمی ہیں۔'' نیز یہ بھی تحریر فرمایا کہ ''میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اس جہان کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دار السلام میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھاوے۔''

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے 'حجۃ اللہ' کے لقب سے نوازا۔ آپؓ 10؍فروری 1945ء کو فوت ہوئے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 145۔ 146)

7؍اگست 1889ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپؓ کے نام تحریر فرمودہ مکتوب میں فرمایا: ''کتاب براہینِ احمدیہ کا اب تک حصہ پنجم طبع نہیں ہوا ہے۔ امید کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد سامان طبع کا پیدا ہو جائے۔ صرف کتاب کے چند نسخے باقی ہیں اور بطور پیشگی دیئے جاتے ہیں اور بعد تکمیل طبع باقی انہی کو ملیں گے جو اول خریدار ہو چکے ہیں۔ قیمت کتاب سو روپیہ سے پچیس روپیہ حسب مقدرت ہے۔ یعنی جس کو سو روپیہ کی توفیق ہے وہ سو روپیہ ادا کرے اور جس کو کم توفیق ہے وہ کم۔ مگر بہرحال پچیس روپیہ سے کم نہ ہو اور نادار کو مفت للہ ملتی ہے۔ آپ جس صیغہ میں چاہیں لے سکتے ہیں اور چاہیں تو مفت بھیجی جاوے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد دوم صفحہ 149)

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے نام خط میں عقیدۂ وفاتِ مسیح کی وضاحت

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے تعارف کے تحت مضمون ھٰذا میں محض یہ ذکر کافی ہوگا کہ یہ مولوی صاحب موصوف براہینِ احمدیہ کی اشاعت پر اپنے ہی رسالہ میں اس جلیل القدر تصنیف پر ایک توصیفی تبصرہ تحریر کر چکے تھے لیکن بدقسمتی، تکبر اور صفت ہائے بوجہل آڑے آئی اور یہی مولوی صاحب جو حضورؑ سے تعلقِ حب و اخوت رکھتے تھے، آپؑ کے دعویٔ مسیحیت کے بعد نہ صرف مخالفین کی صفِ اول میں ایستادہ ہوگئے بلکہ تیرگی بخت سے اول المکذبین کہلائے اور معاندانہ روش اختیار کر لی۔

حضورؑ نے 14؍مارچ 1891ء کو بٹالوی صاحب کو ایک خط میں تحریر فرمایا: ''مخدومی مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالماتِ الٰہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز نے براہینِ احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے یہ عبارت لکھی ہے کہ یہ آیت کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو شریک رکھا ہے فقط ان عبارتوں کو اس کے لئے دستاویز ٹھہرانا کہ براہین میں اوّل یہ اقرار ہے اور پھر اس کے مخالف یہ دعویٰ اور ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے۔

اے میرے عزیز دوست! اس عاجز کے اس دعویٰ کی، جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے، اپنے علم اور عقل پر بنا نہیں تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحاد بنا صورت تناقض پیدا ہو بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں اور اس دعویٰ کی بنا الہام الٰہی اور وحی ربّانی پر ہے۔ پھر تناقض کے کیا معنے ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہو سکتا اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں۔ اس کی نظیریں انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں۔ ملہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے لاعلم لی الا ما علّمنی ربی بلکہ خدا تعالیٰ کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو انسان ضعیف البیان اس میں بھی دھوکا کھا سکتا ہے۔

فذھب وھلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی۔

اب خدا تعالیٰ نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اِس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اُتر آئے گا اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہئے ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعویٰ کر چکا ہے جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ۔ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعویٰ کا ردّ نہیں کیا اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارہ (میں) کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔ صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا آپ کو اس جگہ اسے پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتدا کیا کرتے تھے اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے تو چھوڑ دیتے تھے اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں۔ کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں تو بسم اللہ! میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجیے۔ آخر حق کو فتح ہوگی۔ میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للّٰہ و اظہاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کر سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رُکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنۃ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں صبر نہیں کر سکتے تو کیا اِس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے؟

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤں گا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہا تک پہنچ گئی ہو تو میں اس پر بھی صبر کروں گا اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کروں گا۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کے لیے عام طور پر خبر کر دوں۔ اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں۔ جب آپ بہرحال اشاعت پر مستعد ہیں تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔ وما اقول الا للّٰہ والسلام علی من اتبع الھدی

خاکسار

غلام احمد ۱۴؍مارچ ۱۸۹۱ء

از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج

(مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 321تا323)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو رقم فرمودہ یہ خط پڑھنے سے بھی آپؑ کے اس کلام پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے کہ

بدِل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں، آں درد، از تقریر کوتاہم
دل و جانم، چُناں مستغرق، اندر فکرِ اُوشان است
کہ نَے از دِل خبر دارم، نہ از جانِ خود آگاہم

یعنی وہ درد جو میں طالبان حق کے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں میں اس درد کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ میری جان و دل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ مجھے اپنے دل کی خبر ہے، نہ اپنی جان کا ہوش ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے الزام کے جواب میں تحریر فرمودہ مکتوب

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے تحریر کردہ ایک خط میں حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق ایک بے بنیاد اور باطل الزام لگایا کہ نعوذ باللہ آپؑ نے براہینِ احمدیہ کی اشاعت کا اعلان کرنے کے بعد اسے مکمل شائع نہیں کیا اور حاصل ہونے والی رقم میں خورد برد کی ہے۔ دراصل براہینِ احمدیہ کی چوتھی جلد کی اشاعت کے ساتھ اس کی آئندہ اشاعت ایک غیر معین عرصہ کے لیے معرضِ التوا میں آئی اور اس التوا کی وجہ خود حضورؑ نے مختلف مواقع پر بیان فرمائی ہے۔ تاہم اس الزام کی حقیقت یوں بھی عیاں ہے کہ براہینِ احمدیہ کے سلسلہ میں مالی معاونت کرنے والوں کی حضورؑ نے جو فہرست صفحہ 10 تا 12 پر شائع فرمائی اس میں وصول شدہ رقم کا کُل میزان محض پانچ صد روپے سے بھی کم ہے۔ طرفہ یہ کہ ان معاونین میں اُس وقت کے بڑے بڑے رؤسا اور نواب بھی شامل ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ ایک دور از حقیقت بے سروپا الزام تھا لیکن آپؑ نے ایسے لزام کا بھی جواب عطا فرمایا جس کی ایک وجہ مولوی صاحب موصوف سے دیرینہ تعلقِ دوستی تھا اور آپؑ کی حتی المقدور کوشش تھی کہ مولوی صاحب کسی طرح حق کو پہچان لیں۔ مذکورہ الزام اور بعض دیگر اعتراضات کے جواب میں آپؑ نے مولوی صاحب کو جو خط تحریر فرمایا اس کی نقل آئینہ کمالاتِ اسلام (صفحہ 304 تا 310) میں شائع فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا: ''آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز براہین احمدیہ کے فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خورد برد کر گیا ہے یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے آپ کو کیوں کر معلوم ہوگیا کہ میری نیت میں براہین کا طبع کرنا نہیں اگر براہین طبع ہو کر شائع ہوگئی تو اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہوگا۔ کہ آپ غرق ہو جائیں ہر یک دیر بدظنی پر مبنی نہیں ہوسکتی اور میں نے تو اشتہار بھی دے دیا تھا کہ ہر ایک مستعجل اپنا روپیہ واپس لے سکتا ہے اور بہت سا روپیہ واپس بھی کر دیا۔ قرآن کریم جس کی خلق اللہ کو بہت ضرورت تھی اور لوح محفوظ میں قدیم سے جمع تھا۔ تیئیس سال میں نازل ہوا اور آپ جیسے بدظنیوں کے مارے ہوئے اعتراض کرتے رہے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً'' (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 350-351)

حاجی محمد ولی اللہ صاحب (ریاست کپورتھلہ) کے ایک وسوسہ کا جواب

حاجی ولی اللہ صاحب کپورتھلہ میں سیشن جج تھے۔ آپ براہین احمدیہ کے خریدار تھے اور ان ایام میں خوش عقیدت بھی تھے۔ ابتداءً آپ سرکار انگریزی میں ملازم تھے لیکن جب بندوبست کا آغاز پنجاب میں ہوا تو ریاست کپورتھلہ

کے مہاراجہ نے آپ کی خدمات کو مستعار لے لیا اور پھر مستقل طور پر اپنی ریاست میں رکھا۔ اگر چہ موصوف خود اپنے مخفی کبر اور دنیاوی جاہ وحشمت کے باعث شرفِ بیعت سے محروم رہے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ کپور تھلہ کی جماعت کا باعث آپ ہی بنے۔ آپ کے بھتیجے حضرت منشی حبیب اللہ خان صاحبؓ اور آپ ہی سے گہرا تعلق رکھنے والے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی سلسلۂ بیعت میں آپ کے ذریعہ داخل ہوئے۔ حاجی صاحب براہین کے خریدار تھے اور ان کے پاس براہینِ احمدیہ کے حصص جا رہے تھے جسے نہ صرف وہ خود پڑھا کرتے بلکہ مذکورہ بالا ہر دو احباب کو بھی سنایا کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ انہیں ایک وقت میں حجاب حائل ہو گیا لیکن انہوں نے کبھی بھی مانندِ مکفرین سبّ وشتم سے کام نہیں لیا۔ (ماخوذ از مکتوبات احمدؑ جلد اول صفحہ 389 تا 391، تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 216)

ان کے نام پر پھگواڑہ سے نو کلومیٹر کے فاصلہ پر حاجی پور نامی گاؤں آج بھی موجود ہے۔ ایک جانب دنیاوی مراتب کی خاطر امامِ وقت کو نہ ماننے والے ان حاجی صاحب کے اس گاؤں میں 2011ء کی مردم شماری کے مطابق محض 812 نفوس آباد ہیں۔ جبکہ دوسری جانب مامور من اللہ مسیح موعود و مہدی معہودؑ کا مولد ومسکن مرجعِ خواص وعام بن چکا ہے۔

ذیل میں حضرت مسیحِ موعودؑ کے اس خط کو درج کیا جاتا ہے جو آپؑ نے حاجی صاحب کے اس وسوسہ کے نتیجہ میں جواباً تحریر فرمایا جو انہیں براہینِ احمدیہ کے التوا کی وجہ سے لاحق ہوا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اس مکتوب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''انہوں نے بعض نالائم الفاظ بھی اپنے مکتوب میں لکھے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو ان کے خطوط کا بھی ایسا جواب دیا کہ ایک سلیم الفطرت کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔'' (حیاتِ احمد جلد دوم صفحہ 230) نیز آپؓ نے مکتوبات جلد اول کی اشاعت میں اس مکتوب کے ذیل میں تحریر فرمایا کہ ''اس مکتوب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کے خط کا اسلوبِ بیان کیا ہو گا۔ مگر حضرت اقدسؑ نے جس حوصلہ اور ہضمِ نفس سے اس کو پڑھا اور جواب دیا ہے وہ آپؑ کے اخلاقِ فاضلہ کی رفعت وعظمت کا مظہر ہے اور آپؑ کا اپنی ماموریت پر کامل بصیرت کے ساتھ یقین ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت وکردار کے متعدد پہلو اس مکتوب کے آئینہ میں نظر آتے ہیں۔ یہ یقین اور بصیرت کسی شخص کو میسر نہیں آسکتی جب تک وہ خدا تعالیٰ کی متواتر وحی سے تسلی نہ پاتا ہو۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد اول صفحہ 395)

چنانچہ 23؍دسمبر 1884ء کو تحریر فرمودہ حضورؑ کا یہ مکتوب ذیل میں درج ہے۔

''مخدومی مکرمی اخویم حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون۔

آج مدت کے بعد عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے جس قدر اپنے عنایت نامے میں اس حقیر عباد اللہ کی نسبت اپنے بزرگانہ ارشادات سے بدنیتی، ناراستی اور خراب باطنی اور وعدہ شکنی اور انحراف از کعبہ حقیقت وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ میں ان سے ناراض نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اول تو 'ہرچہ از دوست مے رسد نیکوست'

ماسوا اس کے اگر خداوند کریم ورحیم ایسا ہی برا انجام کرے جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے تو میں اس سے بدتر ہوں اور درشت تر الفاظ کا مستحق ہوں۔ رہی یہ بات کہ میں نے آپ سے کوئی وعدہ خلافی کی ہے یا میں کسی عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہوں تو اس وہم کا جواب زیادہ تر توجہ سے خود آپ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ جس روز چھپے ہوئے پردے کھلیں گے اور جس روز وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ (العٰدیٰت:11) کا عملدرآمد ہوگا اور بہت سے بدظن اپنی جانوں کو رویا کریں گے۔ اس روز کا اندیشہ ہر ایک جلد باز کو لازم ہے۔ یہ سچ ہے کہ براہینِ احمدیہ کی طبع میں میری امید اور اندازے سے زیادہ توقف ہوگیا مگر اس توقف کا نام عہد شکنی نہیں۔ میں فی الحقیقت مامور ہوں اور درمیانی کارروائیاں جو الٰہی مصلحت نے پیش کر دیں دراصل وہی توقف کا موجب ہوگئیں۔ جن لوگوں کو دین کی غمخواری نہیں وہ کیا جانتے ہیں کہ اس عرصہ میں کیا کیا عمدہ کام اس براہین کی تکمیل کے لیے ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اتمامِ حجّت کے لئے کیا کیا سامان میسر کیے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ قرآن شریف کئی برسوں میں نازل ہوا تھا۔ کیا وہ ایک دن نازل نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ کو اگر معلوم نہ ہو تو کسی باخبر سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں یہ عاجز بیکار رہا یا بڑا بھاری سامان اتمامِ حجّت کا جمع کرتا رہا۔ تیس ہزار سے زیادہ اشتہارات اردو انگریزی میں تقسیم ہوئے۔ بیس ہزار سے زیادہ خطوط میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مختلف مقامات میں روانہ کیے۔ ایک عقلمند اندازہ کرسکتا ہے کہ علاوہ جدوجہد اور محنت اور عرق ریزی کے کیا کچھ مصارف ان کارروائیوں پر ہوئے ہوں گے۔ ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ بدباطن اور نیک باطن کو خوب جانتا ہے۔ وَاِنۡ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیۡہِ کَذِبُہٗ (المومن:29) اور اگر بقول آپ کے میں خراب اندروں ہوں اور کعبہ کو چھوڑ کر بت خانہ کو جارہا ہوں تو وہ عالم الغیب ہے آپ سے بہتر مجھے جانتا ہوگا۔ لیکن اگر حال ایسا نہیں ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ روزِ مطالبہ اس بدظنی کا کیا جواب دیں گے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:37)

والسلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی'' (مکتوبات احمدؑ جلد اول صفحہ 394-395) حضورؑ کے تحریر فرمودہ مکتوب کے بعد جب کچھ عرصہ بیت گیا اور حاجی صاحب موصوف کا جواب موصول نہ ہوا تو آپؑ نے اس بابت 4؍فروری 1885ء کو ایک اور مکتوب تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے لکھا: ''مخدومی مکرمی اخویم حاجی محمد ولی اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ کا جواب بھیجا گیا تھا مگر آج تک انتظار رہا کہ آپ کی طرف سے کوئی جواب آوے تا پورا منشاء خط سابق میں، کا ظاہر کیا جاوے۔ آخر جواب سے ناامید ہو کر خود اپنی طرف سے تحریک کی جاتی ہے کہ آں مخدوم کے خط سابق میں اس قدر حرارت اور تلخی بھری ہوئی تھی اور ایسے الفاظ درشت اور نالائم تھے جن سے بداہت یہ بُو آرہی تھی کہ آں مکرم کی بدظنی غایت درجہ کے فساد اور خرابی تک پہنچ گئی ہے۔ اگر کتاب کی خرید وفروخت کا تعلق نہ ہوتا تو ہرگز امید نہ تھی کہ آپ کے قلم سے ایسے الفاظ نکلتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ایسے منحوس تعلق نے آپ جیسے بزرگ کی طبیعت کو آشفتہ کیا اور ابھی معلوم نہیں کہ آشفتگی اور پریشان باطنی کہاں تک منجر ہو۔ اور اس عاجز کا حال یہ ہے کہ یہ تمام کاروبار بجز ذات باری عزّ اسمہ کسی کے بھروسہ پر نہیں۔ پس اس صورت میں قرینِ مصلحت ہے کہ بیع اور استرداد قیمت مرسلہ سے آپ کی طبیعت کو ٹھنڈ اور آرام پہنچایا جاوے۔ کیونکہ اس تمام اشتعال کا بجز اس کے اور کوئی موجب نظر نہیں آتا کہ چند درہم کی جدائی نے جو بہرصورت جدا ہونے والے ہیں، آپ کی طبیعت کو تردّد تاسّف و پریشانی وحیرت میں ڈال دیا ہے۔ تو اسی نظر سے یہ خط بھیجا جاتا ہے کہ اگر ان سخت اور نالائق الفاظ کا موجب یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے تو آپ مجھ کو قیمت کے لیے اطلاع دیں تا کہ آپ کی قیمت مرسلہ واپس کر کے وہ علاج کر دیا جائے جس سے کفِ لسانی کی سعادت جو شعارِ مومنین ہے، آپ کو حاصل ہو۔ اگر آپ رسالہ سرمہ چشم آریہ دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس عاجز نے پہلے ہی اشتہار دے دیا ہے کہ اگر کوئی توقّفِ طبع براہین پر ناراض ہو اور اپنی قیمت واپس لینا چاہے تو وہ اطلاع دے تو ویسے سب خریداروں کی قیمت واپس ہوگی۔

آپ پر واضح رہے کہ جو لوگ بدظنی کرتے ہیں اور منہ سے گندی باتیں نکالتے ہیں وہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ وہ آپ ہی بدظن ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ کاروبار سب جنابِ الٰہی کی طرف سے ہے اور وہی اس کو بخیر وخوبی پورا کرے گا۔ اگر تمام بنی آدم ایسا ہی خیال دل میں پیدا کریں جیسا کہ آج کل آپ کا ہے تو تب بھی ایک ذرہ ہم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارا وہ مربّی کریم ہے جس نے تاریکی کے زمانہ میں مامور کیا، وہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی کافی ہے۔ والسَّلامُ علٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی'' (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 399-400) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے مندرجہ بالا مکتوب کے متعلق تحریر کیا کہ ''اس مکتوب سے آپؑ کے توکّل علی اللہ کا بھی پتہ ملتا ہے اور اسی لیے خدا تعالیٰ کی وحی نے آپؑ کا نام 'متوکّل' بھی رکھا۔ غرض حضرت اقدسؑ کی سیرت مطہرہ کا یہ مکتوب آئینہ ہے''

آپؓ مزید لکھتے ہیں ''اس مکتوب میں آپؑ نے براہینِ احمدیہ کی قیمت کی واپسی کے متعلق اشتہار مندرجہ سرمۂ چشمِ آریہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تاریخوں میں کچھ غلطی ہوئی ہو مگر اس سے نفسِ واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔'' (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 400-401)

اول الذکر مکتوبِ مبارک کے جواب میں حاجی ولی اللہ صاحب نے 22؍جنوری 1885ء کو حضورؑ کی خدمتِ اقدس میں ایک خط تحریر کیا جس میں انہوں نے اظہارِ ندامت کرتے ہوئے تحریر کیا ''بخدمت بابرکت مرزا صاحب مجمع فضائل و کمالات دینی ودنیوی دام مجدکم۔

پس از ابراز لوازم مکرمت واحترام گزارش آنکہ یہ عاجز گنہگار معافی چاہتا ہے۔ جو سابقاً نیاز نامہ جات ارسال کیے تھے اور اس میں آپ کو مقلد سید احمد نیچری کا تحریر کیا تھا یا کوئی اور لفظ خلاف ادب تحریر ہوگیا ہو یا آپ کے غائبانہ کوئی لفظ برخلاف ذات شریف اور منشاء شریف کے زبان پر گزر گیا ہو۔ کیونکہ وہ وقت نادانی اور ناواقفی اصل حال کا تھا۔ اس زمانہ میں جو ظلمات کا وعدہ ہے اور ہر طرف سے دیکھا جاتا ہے۔ جَو فروش گندم نما۔ اوّل اپنی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی دنیا طلبی دکھلاتے ہیں۔ یہ بڑی احتیاط کا زمانہ ہے۔ اگر احتیاط نہ کرے تو سلامتی ایمان کی ناممکن ہے۔ اشتہارات اور آوازہ تصنیفات سید احمد کے دیکھ سن کر میں نے ایک دوست کو مشورہ دیا تھا کہ تصنیفات اوس کی منگالینی چاہئیں تا کہ دیکھ کر اصل بات سے واقفیت پیدا ہوگی۔ چنانچہ اس نے اپنا روپیہ صرف کیا۔ جب ان کو دیکھا معلوم ہوا کہ یہ جانبِ دین سے بالکل پردہ ڈالتے ہیں اور ظلمت کو زیادہ کرتے ہیں اور جیفۂ دنیا کی طرف زور سے پکڑ کر زنجیر سنگین ڈال کر کھینچے لیے جاتے ہیں۔ اس واسطے بندہ کو افسوس اس مشورہ سے ہوا جس دوست کو مشورہ دیا تھا۔ اس کی تعلیم اور طبیعت مستعد ہوگئی تھی۔ اس نے اس کی طرف توجہ مبذول کر لی اور اس کے مسائل پر قائم ہوگیا۔ چونکہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نیش نہیں کھاتا اور چھاچھ کو بھی دودھ کی طرح گرم سمجھ کر پھونک پھونک کر نوش کرتا ہے اس واسطے آپ کے اشتہار کو بھی دیکھ کر احتیاطاً اسی قسم کا سمجھا تھا۔ اب اتفاقیہ مجھ کو دو جلدیں سوم وچہارم کتاب آپ کی دستیاب ہوئیں اور اول سے آخر تک مطالعہ میں آگئی ہیں اور اس عاجز کو وہ ایسی برخلافِ تصنیفات سید احمد سے معلوم ہوئی ہیں۔ گویا زمین آسمان کا فرق ہے۔ یعنی وہ دنیا کی طرف لے جانے کا زور دیتے ہیں اور آپ کی کتاب دین کی طرف لے جاتی ہے... یہ کتاب ایسی اس زمانہ میں ہے جس کی ہر جگہ رائج ہونے کی ضرورت ہے۔ آپ کی تجویز پر سوائے اَحۡسَنۡتَ کے اور کچھ زائد کرنا مناسب نہیں ہے مگر دست بستہ نیک نیتی سے عرض کرتا ہوں امید ہے کہ باوجود اس قدر بلند منزلت کے ناگوار نہ ہوگا۔ اس وقت تعداد قیمت آدھی بھی حالات مسلمانوں پر گراں ہے اور تابع رواج اور اشتہار کے ہو رہی ہے۔ اکثر غریب مسکین آدمیوں کو شوق دین کا ہوتا ہے۔ متمول آدمیوں کو تو اپنے اشغال سے فرصت ہی نہیں ہوتی کہ توجہ دنیا سے دین کی طرف کریں۔ اس واسطے کم استطاعت آدمی قیمت سن کر خاموش رہ جاتے ہیں کہ اپنی قدر و منزلت سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ جب آپ نے کُل اوقات اور جائیداد اس کارِ خیر میں مستغرق کر دی ہے اور آپ کا درجہ اعلیٰ ملائے اعلیٰ میں ہے اس وقت اس فیضانِ عام کو کیوں محدود کیا گیا ہے؟ استمداد منعم حقیقی پر ہی کیوں تعلق چھوڑا نہیں گیا؟...

حسبِ حال اپنی درخواست کرتا ہوں کہ یہ کتاب بندہ عاجز کو آپ محض خدا کے واسطے عطا فرماویں اگر خدا کی مرضی ہے۔ کیونکہ بندہ کا کچھ اختیار نہیں عاجز حسبۃً للہ نہ بلحاظ قیمت محض بنظرِ حصولِ خوشنودی وہ خداوند تعالیٰ کے لئے جلد ارسالِ خدمت کرے گا...

اب یہ عاجز گنہگار السلام علیکم پر اس عریضہ کو ختم کر کے التجا کرتا ہے کہ اوقاتِ عزیز میں یاد رکھ کر دعائے خیر بابت درستی دنیا وآخرت کے مشرف فرمائے۔'' (مکتوبات احمدؑ جلد اول صفحہ 402 تا 406)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حاجی صاحب موصوف کو 21؍مئی 1886ء کو ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ اس میں آپؑ نے فرمایا: ''عنایت نامہ پہنچا۔ جو کچھ آں مخدوم نے لکھا ہے وہ بہت مناسب ہے۔ اس عاجز نے پہلے ہی سے یہ تجویز قرار دے رکھی ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بجز متن عبارت و دلائل معقولی اور کچھ درج نہ ہو۔ اسی وجہ سے الہامات کے بارے میں یعنی پیشگوئیوں میں (جو) ہنوز وقوع میں نہیں آئیں۔ ایک مستقل رسالہ لکھا گیا ہے جس کا نام سراجِ منیر ہے۔'' (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 407)

براہینِ احمدیہ سے متعلق میر عباس علی صاحب لدھیانوی سے خط وکتابت

میر عباس علی صاحب براہینِ احمدیہ کے زمانہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے معتقدین میں شامل تھے۔23؍مارچ 1889ء کے روز یہ بیعت کرنے والے دوسرے شخص تھے۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد دعویٰ مسیحیت بدقسمتی سے ان کی ٹھوکر کا باعث بنااور صد افسوس کہ ان کا انجام اخلاص پر نہ ہو سکا۔ان کے متعلق ان کے حقیقی بھتیجے اور داماد حضرت میر عنایت علی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے پہلی مرتبہ براہینِ احمدیہ حصہ اول دیکھا تو کہا کہ "میں ایک کتاب دیکھ کر آیا ہوں کہ کسی شخص نے قادیان سے دعویٰ مجدد کیا ہے۔اس کتاب کی عبارت سے شانِ نبوت کی بُو آتی ہے۔" (الحکم 14؍فروری 1935ء صفحہ 3 کالم 1)

براہین احمدیہ کے خریداروں کے پیدا کرنے میں جس شخص نے سب سے زیادہ سعی کی وہ میر عباس علی لدھیانوی ہی تھے۔ زمانۂ براہین میں حضورؑ کی اس بابت میر صاحب سے کثرت سے خط و کتابت ہوئی۔مکتوباتِ احمدؑ میں 62 خطوط ایسے ملتے ہیں جو حضورؑ نے میر صاحب کو تحریر فرمائے۔ ذیل میں بعض ایسے مکتوبات درج کیے جاتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے براہینِ احمدیہ کے حوالہ سے تحریر فرمائے۔

28؍اکتوبر 1882ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے میر عباس علی صاحب کو تحریر فرمایا: "مکرمی مخدومی میر عباس علی صاحب زادَ عِنایتُہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچ کر باعث خوشی ہوا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہ خَیْرًا۔ آپ اللہ اور رسول کی محبت میں جس قدر کوشش کریں وہ جوش خود آپ کی ذات میں پایا جاتا ہے۔ حاجت تاکید نہیں چونکہ یہ کام خالصاً خدا کے لئے اور خود حضرت احدیت کے ارادہ خاص سے ہے اس لیے آپ اس کے خریداروں کی فراہمی میں یہ ملحوظ خاطر شریف رکھیں کہ کوئی ایسا خریدار شامل نہ ہو جس کی محض خرید و فروخت پر نظر ہو۔ بلکہ جو لوگ دینی محبت سے مدد کرنا چاہتے ہیں اُنہیں کی خریداری مبارک اور بہتر ہے کیونکہ درحقیقت یہ کوئی خرید فروخت کا کام نہیں بلکہ سرمایہ جمع کرنے کے لئے یہ ایک تجویز ہے۔ مگر جن کا اصول محض خریداری ہے۔ اُن سے تکلیف پہنچتی ہے اور اپنے روپیہ کو یاد دلا کر تقاضا کرتے رہتے ہیں۔سو ایسے صاحب اگر خریداری کے سلسلہ میں داخل نہ ہوں اور نہ وہ روپیہ بھیجیں اور نہ کچھ مدد کریں تو یہ اُن کے لئے اس حالت سے بہتر ہے کہ کسی وقت بدگمانی اور شتاب کاری سے پیش آویں۔ اس کام میں جیسے جیسے عرصہ میں خداوند کریم سرمایہ کافی کسی حصہ کے چھپنے کے لیے حسبِ حکمتِ کاملہ خود میسر کرتا ہے اُسی عرصہ میں یہ کتاب چھپتی ہے۔ پس کسی وقت کچھ دیر ہوتی ہے تو بعض صاحب جن کی خریداری پر نظر ہے۔طرح طرح کی باتیں لکھتے ہیں جن سے رنج پہنچتا ہے۔غرض آن مخدوم اسی سعی اور کوشش میں خداوند کریم پر توکّل کر کے صادق الارادت لوگوں سے مدد لیں اور اگر ایسے نہ ملیں تو آپ کی طرف سے دعا ہی مدد ہے۔ ہم عاجز اور ذلیل بندے کیا حیثیت اور کیا قدر رکھتے ہیں۔ وہ جو قادر مطلق ہے۔ وہ جب چاہے گا تو اسبابِ کاملہ خود بخود میسر کر دے گا۔ کون سی بات ہے جو اُس کے آگے آسان نہ ہوئی ہو۔" (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 507)

8؍نومبر 1882ء کو حضورؑ نے میر صاحب کو تحریر فرمایا: "امورِ خمسہ کی بابت جو آپ نے حسب الارشاد منشی احمد جان صاحب تاکید لکھی ہے۔مناسب ہے۔ جو آپ بعد سلام مسنون منشی صاحب مخدوم کی خدمت میں اس عاجز کی طرف سے عرض کر دیں کہ حتی الوسع آپ کے فرمودہ پر تعمیل ہو گی۔اور آپ کو خدا اجزاءِ خیر بخشے۔ یہ بھی گزارش کی جاتی ہے کہ حصہ سوم کتاب براہین احمدیہ میں جو دس وسوسوں کا بیان ہے وہ آریہ سماج والوں کے متعلق نہیں۔ آریہ سماج ایک اور فرقہ ہے جو وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور دوسری کتابوں کو نَعُوْذُ بِاللّٰہ انسان کا اختراع سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے ردّ کے لئے کتاب براہین احمدیہ میں دوسرا مقام ہے۔لیکن دس وساوس جو حصہ سوم میں لکھے گئے ہیں۔ وہ برہموسماج والوں کا ردّ ہے۔..." (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 508)

براہینِ احمدیہ جلد سوم کی اشاعت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مکتوب مبارک میر صاحب کو تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے لکھا: "آج ہر سہ حصہ کتاب آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ چند ہندو اور بعض پادری عناد قدیم کی وجہ سے ردِّ کتاب کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں مگر آپ تسلی رکھیں اور مسلمانوں کو بھی تسلی دیں کہ یہ حرکت اُن کی خالی از حکمت نہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی اس حرکت اور شوخی کی وجہ سے خداوند کریم حصہ چہارم میں کوئی ایسا سامان میسر کر دے گا کہ مخالفین کی بدرجہ غایت رسوائی کا موجب ہو گا۔ آسمانی سامان شیطانی حرکات سے رک نہیں سکتے بلکہ اور بھی زیادہ چمکتے ہیں اور مخالفین کے اٹھنے کی یہی حکمت سمجھتا ہوں کہ تا آسمانی باتیں زیادہ چمکیں اور جو کچھ خدا نے ابتدا سے مقدر کر رکھا ہے وہ ظہور میں آجائے۔ آپ مومنین کو جو آپ سے متنفر ہوں سمجھاویں کہ آپ کچھ عرصہ توقف کریں۔ زیادہ تر دیر اسی سے ہے کہ تا خیالاتِ معاندانہ مخالفین کے چھپ کر شائع ہو جاویں۔سو آپ براہ مہربانی کبھی کبھی حالات خیریت آیات سے یاد و شاد فرماتے رہیں۔" (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 525)

26؍جولائی 1887ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے میر صاحب موصوف کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "آج اگر ٹکٹ میسر آئے تو یقین ہے کہ ہر سہ حصہ بنام ہر سہ خریدار ان کے نام روانہ کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ ...اگر کوئی ہندو فی الحقیقت طالبِ حق ہے تو اُس سے رعایت کرنا واجب ہے بلکہ اگر ایسا شخص بے استطاعت ہو تو اس کو مفت بلاقیمت کتاب دے سکتے ہیں۔غرضِ اصلی اشاعتِ دین ہے۔ نہ خرید و فروخت۔جیسی صورت ہو اس سے اطلاع بخشیں تا کتاب بھیجی جاوے۔" (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 527)

21؍جون 1883ء کو حضورؑ نے میر صاحب کو خط میں تحریر فرمایا: "آپ کی کوششوں سے بار بار دل خوش ہوتا ہے او ر بار بار دعا آپ کے لئے اور آپ کے معاونوں کے لئے دل سے نکلتی ہے۔ خداوند کریم نہایت مہربان ہے۔ اُس کے تفضلات سے بہت سی امیدیں ہیں۔ اس کی راہ میں کوئی محنت ضائع نہیں ہوتی... بہرام خان صاحب کی کوشش سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ خدا اُن کو اجر بخشے۔ کتاب سات سو جلد چھپی ہے لیکن اب میں نے تجویز کی ہے کہ ہزار جلد چھپے تو بہتر...ابتدا میں جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کے لیے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔سو اس میں سے صرف ابراہیم علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ اور محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری اور مدار المہام جونا گڑھ نے کچھ مدد کی تھی۔ دوسروں نے اوّل توجہ ہی نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ وعدہ بھی کیا تو اس کا ایفا نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔ آپ ان ریاستوں سے ناامید رہیں اور اس کام کی امداد کے لیے مولیٰ کریم کو کافی سمجھیں۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ

اور میں آپ کو یہ بھی تحریر کرتا ہوں کہ جو شخص اپنی رائے کے موافق کتاب کو واپس کرے یا لینا منظور نہ کرے یا کتاب اور کتاب کے مؤلّف کی نسبت کچھ مخالفانہ رائے ظاہر کرے۔ اس کو یک دفعہ اپنے خلق سے محروم نہ کریں۔" (مکتوباتِ احمدؑ جلد اول صفحہ 537-539)

براہینِ احمدیہ سے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب کو خط

نواب صدیق حسن خان صاحب اہلِ حدیث فرقہ کے مشہور عالم تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان کی تعریف اور شہرت کے لیے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور بعض اوقات انہیں چودھویں صدی کا مجدد بھی کہتے۔ چونکہ انہوں نے والیۂ ریاست بھوپال نواب شاہجہاں بیگم سے شادی کر لی تھی لہٰذا ریاست کا جملہ انتظام و انصرام انہی کے سپرد تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جہاں ہندوستان کے دیگر امراء و رؤسا کو شانِ محمدیہ و فوقیتِ اسلام کو ثابت کرنے کی خاطر براہینِ احمدیہ کی اعانت کے لیے دعوت دی وہاں نواب صدیق حسن خان صاحب کو بھی اس کارِ خیر و عظیم میں شریک ہونے کے لیے بذریعہ خط تحریک فرمائی۔ انہوں نے ابتدا میں وعدہ بھی کیا لیکن بعد میں سوءِ قسمت کہ حکومتِ وقت سرکارِ انگریزی کے خوف سے اس للّٰہی اعانت سے دستکش ہو گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کا ذکر براہینِ احمدیہ جلد چہارم میں یوں فرمایا ہے: "کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے۔ اس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں جو بہت پارساطبع اور متقی فضائل علمیہ سے متّصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں، کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لیے لکھا تھا۔سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لیے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خرید لیں گے اور پھر دوبارہ یاد دہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا انہیں کچھ مدد دینا خلافِ منشاءِ گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لیے ریاست سے خرید وغیرہ کچھ امید نہ رکھیں۔سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے بلکہ امید گاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔" (براہینِ احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 320)

نواب صاحب نے جس دنیاوی سرکار کی خوشنودی کی خاطر ایک مامور من اللہ کے ساتھ وعدہ شکنی کی۔ اُسی سرکار نے نہ صرف ان سے نوابی کا خطاب واپس لیا بلکہ نواب صاحب کو حالتِ بے کسی میں خداتعالیٰ کے اسی مامور کی جانب رجوع کرنا پڑا۔ چونکہ موضوعِ محلِ نظر محض حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کے مکتوبات بابت براہینِ احمدیہ ہیں لہٰذا نواب صدیق حسن خان صاحب کے بارے میں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ نے نواب صاحب کے راجع ہونے کو تتمہ حقیقۃ الوحی میں بیان فرمودہ نشانات میں چوتھے نمبر پر بیان فرمایا ہے۔

☆...☆...☆

دعوت فکر

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے؟
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 139 مطبوعہ 1880ء)

براہین احمدیہ میں مطبوعہ فارسی منظوم کلام کا جائزہ

(ڈاکٹر کاشف)

براہین احمدیہ کتاب کا وسیع اثر جس کا دوست و دشمن سب اقرار کرتے ہیں، اس میں اس فارسی حصہ کا بھی غیر معمولی اثر اور حصہ ہے
چونکہ اس زمانے میں فارسی زبان عمومی طور پر پڑھی اور سمجھی جانے والی زبان تھی، اسی لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اثبات صداقت اسلام کے لیے فارسی میں منظوم کلام تحریر فرمایا

آج کے دور میں جہاں انسان نے سائنس کے نام سے ایک طرف سطح زمین، اس کے اندرونی طبقات اور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کی انتہائی عرق ریزی سے چھان بین کی اور اپنے دنیاوی آرام و آسائش کے لیے عین قرآنی پیشگوئیوں کے مطابق بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ ایجادات کیں اور دوسری طرف آسمان کی بلندیوں کو کھنگالا اور افلاک میں موجود چاند سورج ستاروں پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے ان اجرام فلکی میں ودیعت فرمودہ جواہر سے خوب فائدہ اٹھایا اور روز بروز اس میں ترقی کرتا چلا گیا۔ مگر مادیت میں ایسے غرق ہوا کہ اس کائنات کے خالق مالک یوم الدین کو اپنی زندگیوں میں اپنے معاشرے میں جگہ ہی نہ دی۔ ہاں وہ خدا جس نے ساری کائنات کو مع اس کے اجرام کے انسان کی خدمت میں لگایا، اس لیے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے، اس کی عبودیت اختیار کرے یعنی اس کی صفات کا ادراک حاصل کرے اور اپنی صلاحیت کی حد تک اپنے آپ کو زمین میں اللہ کا نائب بنائے۔ ابنائے دنیا نے تو اس محسن و رحیم و کریم خدا کو بھلایا ہی تھا، برصغیر میں علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے اپنے زعم میں اعلیٰ اسلامی تعلیمی ادارہ قائم کرنے والے سرسید احمد خان جیسے اسلام کے نامی گرامی لیڈروں کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مستجیب الدعوات ہونے سے انکاری تھے۔ اور علی الاعلان یہ کہتے تھے کہ دعا کا مطلب صرف عبادت ہے۔ دعاؤں کا قبولیت سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا ان کے اعتقاد کے مطابق اسلام کا خدا بھی ایسا ہو گیا کہ وحی و الہام تو دور کی بات وہ سننے کی صفت سے بھی عاری ہو گیا۔ نعوذ باللہ ایسے گونگے بہرے خدا کا ہونا نہ ہونا تو برابر ہوا، اور قرآنی محاورے کے مطابق بر و بحر میں فساد برپا ہو گیا تھا۔ یعنی دنیا دار تو خدا سے انکاری تھے ہی دیندار لوگ بھی خدا سے دوری اور لاتعلقی کی بنا پر اس کی ذات سے بے بہرہ تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برگزیدہ کیا تا کہ انسان کو خدا تعالیٰ سے آشنا کروائیں، جس کے ساتھ جڑنے سے ہی سب دنیوی و اخروی برکات وابستہ ہیں، سب نعمتیں مل سکتی ہیں، سب آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، سب مشکلات دور ہو سکتی ہیں، ذہنی و اخلاقی بیماریوں سے شفا مل سکتی ہے، مردہ روحوں کو زندگی اور مضطرب دلوں کو قرار مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنا پر صدائے عام دیتے ہوئے فرمایا:

بجز اسیریٔ عشق رخش رہائی نیست
بدردِ او ہمہ امراض را دوا باشد

یعنی اس کے چہرے کے عشق کی قید کے سوا کوئی آزادی نہیں اور اس کا درد ہی سب بیماریوں کا علاج ہے۔

بیامدم کہ رہِ صدق را درخشانم
بدلستان برم آن را کہ پارسا باشد

یعنی میں اس لیے آیا ہوں کہ صدق کی راہ کو روشن کروں اور دلبر کے پاس اسے لے چلوں جو پارسا ہے۔

اردو زبان میں زندہ خدا کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱)

اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی سے نکالنے، الحاد اور دہریت کے عفریت سے بنی نوع انسان کو نجات دلانے اور ایمان کو ثریا ستارے سے واپس لا کر سعید روحوں کے دلوں میں بسانے کے لیے سب سے پہلی تصنیف جو معرض وجود میں آئی اس کا نام براہین احمدیہ ہے۔ اس عظیم تصنیف میں موجود فارسی منظوم کلام کا جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

فارسی نظموں کا مضمون کے لحاظ سے مختصر جائزہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں ۱۹ نظموں کی صورت میں تقریباً ۱۲۰۰ فارسی اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

اس کتاب کے آغاز میں حمد اور پھر اس کے بعد نعت لکھی ہے اور اس کے بعد کتاب کے مضامین کا آغاز فرمایا ہے۔ حمد کے ۵۱ اشعار ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کو خوبصورت اور مؤثر انداز میں بیان فرمایا ہے نیز اس حی و قیوم خدا سے ناطہ جوڑنے، اس سے مراد یابیوں کی طرف بنی نوع انسان کو دعوت دی ہے۔ اور وجودِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کے لئے آپؑ نے نہایت دلکش انداز میں کائنات کی تخلیق اور اس میں موجود پرحکمت ترتیب اور نظم و انصرام کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

ہر دم از کاخ عالم آوازیست
کہ یکش بانی و بنا سازیست

کائنات اور اس کا نظام ہر دم یہ آواز دے رہا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا اور خالق ہے۔ یعنی زمین و آسمان اجرام و افلاک اور ان میں پایا جانے والا انتہائی مربوط نظام سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم خود سے نہیں ہمیں کوئی بنانے والا اور اس کو متواتر اور مسلسل چلانے والا موجود ہے۔

اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ واحد، لاشریک، ہر چیز پر قادر، ازلی ابدی، بصیر، راہنما، ہادی، مجتمع جمیع صفات کاملہ ہے اور پھر فرمایا:

نیست از حکم او برون چیزے
نہ ز چیزیست او نہ چون چیزے

ہر چیز اس کے ہی حکم سے کام میں لگی ہوئی ہے اور کوئی بھی چیز اس کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا اور نہ وہ کسی چیز کی طرح ہے۔

پھر خدا کی ارفع ذات کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ وہ فقط مادی سوچ پر مبنی ہر قسم کے عقل و قیاس کے تصور سے بالاتر ہے:

ہر چہ آید بفہم و عقل و قیاس
ذات او برترست زان وسواس

جو کچھ فہم عقل اور قیاس میں آ سکتا ہے اس کی ذات ہر اس خیال سے بالاتر ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ مشکلات اور مصیبتوں کے وقت پناہ تلاش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو سب کی پناہ ہے اور اس کی یاد اور اس کا ذکر ہی ہر کام میں کامیابی کی کنجی ہے اور جو شخص اس کی درگاہ میں روئے گا گڑگڑائے گا، اپنے کھوئے ہوئے نصیب کو پالے گا۔

خلق جوید پناہ و سایہ کس
واں پناہِ ہمہ تو ہستی و بس

مخلوق کسی کی پناہ اور سایہ ڈھونڈتی ہے مگر سب کی پناہ صرف تیری ذات ہے۔

ہست یادت کلید ہر کارے
خاطرے بے تو خاطر آزارے

تیری یاد ہر مشکل کی کلید ہے، تیرے بغیر ہر خیال دل کا دکھ ہے۔

ہر کہ گیرد درت بصدق و حضور
از در و بام او ببارد نور

جو صدق اور اخلاص سے تیری چوکھٹ پکڑتا ہے تو اس کے در و بام سے نور کی بارش برساتا ہے۔

ہر کہ راہ تو جست یافتہ است
تافت آن رو کہ سرنتافتہ است

جس نے تیری راہ ڈھونڈی، اس نے تجھے پالیا۔ وہ چہرہ نورانی ہو گیا جس نے تجھ سے منہ نہ موڑا۔

پھر آخر میں اپنے محبوب خدا کے حضور عجز و نیاز کے ساتھ تلطف و ترحم کا واسطہ دے کر اپنے حضور شرفِ باریابی کی طلب کی صورت میں مناجات کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

اے خداوند من گناہم بخش
سوئے درگاہ خویش راہم بخش

اے میرے اللہ، میرے گناہ بخش دے اور اپنی درگاہ میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرما۔

روشنی بخش در دل و جانم
پاک کن از گناہ پنہانم

دل و جان کو روشنی عطا فرما اور مجھے میرے مخفی گناہوں سے بھی پاک فرما دے۔

در دو عالم مرا عزیز توئی
و آنچہ میخواہم از تو نیز توئی

دونوں جہانوں میں مجھے صرف تو ہی عزیز ہے اور وہ چیز جو میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھی تو ہی ہے۔

حمد کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آقا و مطاع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شان میں ۱۳۱ اشعار پر مشتمل لمبی نظم تحریر فرماتے ہیں جس کی نظیر کسی گذشتہ و موجودہ شاعر کے کلام میں نہیں ملے گی۔ اور اس نظم میں ایک بھی شعر ایسا نہیں کہ جس کے متعلق یہ محسوس ہو کہ یہ اضافی ہے بلکہ ہر شعر ایسا عشق سے پُر، جذبات سے لبریز ہے اور ایسے نکات معرفت اپنے اندر سموا ہوا ہے کہ ہر سعید فطرت قاری کو بھی اس عظیم ہستی سے عشق کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض غیر احمدی علماء بھی اس نظم کو بڑے شوق سے اپنی مجالس میں پڑھتے ہیں۔ بہرحال، براہین احمدیہ میں چونکہ آپ کا مقصد اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صداقت کا ثابت کرنا تھا اس لیے آپ نے نعت میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صفات حسنہ بیان فرمائیں تا لوگوں پر آپ ﷺ کی صداقت آشکار ہو اور اس پر طرہ یہ کہ ان صفات حسنہ کے متعلق اپنی ذات کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے:

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔

آنکہ جانش عاشق یار ازل
آنکہ روحش واصل آن دلبرے

وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے وہ جس کی روح اس دلبر میں واصل ہے۔

آنکہ مجذوب عنایات حق ست
ہمچو طفلے پروریدہ در برے

وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اس کی طرف کھینچا گیا ہے اور خدا کی گود میں ایک بچہ کی مانند پلا ہے۔

آنکہ در بر و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحر عظیم ہے اور کمال خوبی میں ایک نایاب موتی ہے۔

آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

وہ جو بخشش اور سخاوت میں ابر بہار ہے اور فیض وعطا میں ایک سورج ہے۔

آن رحیم و رحم حق را آیتے
آن کریم و جود حق را مظہرے

وہ رحیم ہے اور رحمت حق کا نشان ہے وہ کریم ہے اور بخشش خداوندی کا مظہر ہے۔

آن رخ فرخ کہ یک دیدار او
زشت رو را میکند خوش منظرے

اس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اس کا ایک ہی دیدار، بدصورت کو بھی حسین بنا دیتا ہے۔

آن دل روشن کہ روشن کردہ است
صد درون تیرہ را چون اخترے

وہ ایسا روشن ضمیر ہے جس نے سینکڑوں سیاہ دلوں کو ستاروں کی طرح روشن کر دیا۔

آن ترحمہا کہ خلق ازوے بدید
کس ندیدہ در جہان از مادرے

وہ مہربانیاں جو مخلوق نے اس سے دیکھیں وہ کسی نے اپنی ماں میں بھی نہیں پائیں۔

روشنی از وے بہر قومے رسید
نور او رخشید بر ہر کشورے

اس سے ہر قوم کو روشنی پہنچی، اس کا نور ہر ملک پر چمکا۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

اس کے پاک نفس پر ہر کمال ختم ہوگیا اس لیے اس پر پیغمبروں کا خاتمہ ہوگیا۔

آپ علیہ السلام حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی مزید خصوصیات اور صفات حسنہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دیگر انبیاء کی خوبیاں بیان فرماتے ہیں تا کہ دیگر اقوام عالم کو جو ان انبیاء سے نسبت فخر کا باعث گردانتی ہیں توجہ ہو کہ جس خدا نے پہلے رسول بھیجے تھے وہ خدا اب بھی موجود ہے۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

ہر رسولے آفتاب صدق بود
ہر رسولے بود مہر انورے

ہر رسول سچائی کا سورج تھا، ہر رسول روشن آفتاب تھا۔

گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک
کار دین ماندے سراسر ابترے

اگر یہ پاک جماعت دنیا میں نہ آتی تو دین کا کام بالکل ابتر رہ جاتا۔

ہر کہ شکر بعث شان نارد بجا
ہست او آلائے حق را کافرے

جو ان کی بعثت کا شکر بجا نہیں لاتا وہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر ہے۔

امتے ہرگز نبودہ در جہان
کاندران نامد بوقتے منذرے

ایسی کوئی امت بھی دنیا میں نہیں ہوئی جس میں کسی وقت ڈرانے والا نہ آیا ہو

پھر آپ انبیا کا انکار کرنے والوں کی بدبختی اور بے نصیبی پر افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہست قومے کج رو و ناپاک رائے
آنکہ زین پاکان ہمی پیچد سرے

ایک گمراہ اور ناپاک قوم ایسی بھی ہے جو ان پاک لوگوں کا انکار کرتی ہے۔

شوربختے ہائے بخت شان بہ بین
ناز برچشم و گریزاں از خورے

ان کی قسمت کی بدبختی کو دیکھ کہ اپنی آنکھ پر فخر کرتے ہیں اور سورج سے بھاگتے ہیں۔

آریہ مذہب والے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر بہت گندے اعتراضات عائد کرتے تھے۔ ان کی اس بیہودگی کا سبب دراصل ان کے غلط عقائد تھے۔ چنانچہ ان کے مذہب میں موجود نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

خر بود اندر حماقت بے نظیر
لیکن ایشان را بہر موصد خرے

گدھا بے وقوفی میں بے مثل ہے لیکن ان کے ایک ایک بال میں سو سو گدھے ہیں۔

نے سر تحقیق دارند و ثبوت
نے زنند از صدق پا بر معبرے

ایسے لوگ نہ تو تحقیق کی عادت رکھتے ہیں اور نہ اپنی بات کے لیے ثبوت دیتے ہیں اور نہ ہی سچے دل سے اس راستے پر قدم رکھتے ہیں۔

آن خدائے شان عجب باشد خدا
کو تغافل داشت از ہر کشورے

ان کا خدا بھی عجیب خدا ہے جسے ہر ملک سے لاپروائی رہی

بہر الہام آمدش دایم پسند
یک زبان یک خطہ کوتہ ترے

اسے ہمیشہ اپنے الہام کے لیے ایک زبان اور ایک چھوٹا سا ملک پسند آیا۔

اینچنیں رائے کجا باشد درست
کے خرد گردد بسویش رہبرے

ایسی رائے کیونکر صحیح ہوسکتی ہے؟ اور عقل کس طرح اس کی طرف راہنمائی کرسکتی ہے؟

پھر آپ علیہ السلام ان کو ان بیہودہ اعتراضات پر سرزنش کر کے توجہ دلاتے ہیں کہ اپنی ان حرکتوں سے تم لوگ خود اپنے آپ کو رسوا کر رہے ہو:

کور گر گوید کجا ہست آفتاب
میشود در کوری اش رسوا ترے

اگر اندھا کہے کہ سورج کہاں ہے تو وہ اپنے اندھے پن میں زیادہ رسوا ہوگا۔

لعل تابان را اگر گوئی کثیف
زین چہ کاہد قدر روشن جوہرے

چمکدار لعل کو اگر تو خراب کہہ دے تو اس سے آبدار ہیرے کی قیمت کیونکر گھٹ سکتی ہے۔

طعنہ بر پاکان نہ بر پاکان بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

پاکوں پر طعنہ زنی کبھی پاک لوگوں پر نہیں پڑتی بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تو خود فاجر ہے۔

پھر آپ علیہ السلام اپنا مذہب اور عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ

ماہمہ پیغمبران را چاکریم
ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے

ہم تو سب پیغمبروں کے غلام ہیں اور خاک کی طرح ان کے دروازہ پر پڑے ہیں۔

اس نعت کے اختتام پر آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات کرتے ہیں اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کی مہم میں مدد کی درخواست کرتے ہیں:

دست من گیر از رہ لطف و کرم
در مہم باش یار و یاورے

اپنے لطف وکرم سے میرا ہاتھ پکڑ اور میری اس مہم میں میرا دوست اور مددگار بن جا۔

تکیہ بر زور تو دارم، گرچہ من
ہمچو خاکم بلکہ زان ہم کمترے

میں تیری قوت پر بھروسہ رکھتا ہوں اگرچہ میں خاک کی طرح ہوں بلکہ اس سے بھی کم تر۔

براہین احمدیہ حصہ دوم میں حضور اقدس علیہ السلام ایک مقدمہ تحریر فرماتے ہیں اور اس میں کمال خاکساری سے عرض کرتے ہیں کہ ''اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اٹھایا جائے بلکہ محض حق اور راستی کا ظاہر کرنا مراد دلی اور تمنّاء قلبی ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۷۱)

اسی مضمون کو آپ نے فارسی کے سات اشعار میں بھی بیان کیا، فرمایا:

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق
نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

وہ درد جو میں طالبان حق کے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں میں اس درد کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

میرا مقصود اور میرا مطلوب اور میری خواہش خدمت خلق ہے یہی میرا کام ہے یہی میری ذمہ داری ہے یہی میرا طریق ہے یہی میرا راستہ ہے۔

نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بہ جبر و زور و اکراہم

میں اپنی خواہش سے پند ونصیحت کے کوچہ میں قدم نہیں رکھتا کہ مخلوق کی ہمدردی زبردستی مجھے اس کام کی طرف کھینچے لیے جارہی ہے۔

اگلی نظم پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ دنیا کے عارضی اور فانی ہونے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میں نے ہر مذہب پر غور کیا ہے، اور اس کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور اسلام جیسا کوئی بھی قوی اور متین دین نہیں پایا۔ اس لیے میری اس کتاب کو صاف دل ہو کر توجہ سے پڑھو تا کہ تمہیں حق وصداقت کے چشمہ پر آگاہی اور تشنہ لبوں کی سیرابی ہو۔

نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

بیا اے طلبگار صدق و صواب
بخوان از سر خوض و فکر این کتاب

اے سچائی اور حق کو ڈھونڈنے والے ذرا غور اور فکر سے اس کتاب کو پڑھ۔

گرت بر کتابم فتد یک نگاہ
بدانی کہ تا جنت این ست راہ

اگر میری کتاب پر تیری ایک نظر پڑ جائے تو تو جان لے گا کہ جنت کا راستہ یہی ہے۔

بدنیائے دون دل مبند اے جوان
تماشائے آن بگذرد ناگہان

اے جوان! اس ذلیل دنیا سے دل نہ لگا کیونکہ چٹ پٹ اس کا تماشا ختم ہوجاتا ہے۔

بدنیا کسے جاودانہ نماند
بہ یک رنگ وضع زمانہ نماند

دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ نہیں رہا اور زمانہ کا حال ایک جیسا نہیں رہتا۔

یقین دان کہ قولم زحق پروریست
نہ لاف و گزاف ست و نے سرسریست

یقین جانو کہ میری یہ بات انصاف پر مبنی ہے سرسری اور لاف وگزاف نہیں۔

بہر مذہبے غور کردم بسے
شنیدم بدل حجت ہر کسے

میں نے ہر مذہب پر خوب غور کیا اور دل سے ہر شخص کی دلیل کو سنا۔

بخواندم ز ہر ملتے دفترے
بدیدم ز ہر قوم دانشورے

میں نے ہر مذہب کی کتابوں کو پڑھا اور ہر قوم کے دانشوروں کو دیکھا۔

ہم از کودکی سوئے این تاختم
دریں شغل خود را بینداختم

بچپن سے ہی میں نے اس راہ کی طرف توجہ کی اور اپنے تئیں اسی شغل میں ڈالا۔

جوانی ہمہ اندریں باختم
دل از غیر این کار پرداختم

میں نے ساری جوانی اسی راہ میں صرف کی اور دل کو اور کاموں سے فارغ کر دیا۔

چو اسلام دینے قوی و متین
ندیدم کہ بر منبعش آفرین

اسلام جیسا قوی اور مضبوط دین اور کوئی نہیں پایا اور اس کے منبع پر آفرین ہو۔

اس کے بعد اگلی نظم ۹۴؍اشعار پر مشتمل ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اس دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے، اور تنبیہ کی ہے کہ اس پر فریفتہ مت ہو، یہ چند روزہ زندگی مزرعہ آخرت ہے، اس کو باطل عقیدوں اور جھوٹے خیالوں سے ضائع مت کرو۔ یہ جہان مردار کی طرح ہے اور اس کے طلبگار کتے سے شباہت رکھتے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام خدا سے تعلق قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارا قوم و قبیلہ اور رشتہ دار جن کے لیے خدا کو چھوڑتے ہو، وہ سب تمہاری ہلاکت کے درپے ہوتے ہیں، کبھی وہ صلح کی چال

سے اور کبھی جنگ کی شکل میں آپ کی نابودی کا باعث بنتے ہیں، اور ایسے تعلق پر خاک پڑے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹتا ہو۔ اور پھر آپؑ اللہ تعالیٰ کے عاشق حقیقی کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں کہ عاشق پر معشوق کے لئے جان دینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی، اور اس کے لیے معشوق کا کوچہ بڑے سرسبز اور خوبصورت پھولوں والے باغ سے زیادہ پیارا ہوتا ہے، اور معشوق کا دیدار گل و ریحان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، معشوق جو بھی عاشق کے ساتھ سلوک روا رکھے، عاشق کو وہی پیارا لگتا ہے، اور اس کے دیدار کے عوض اگر سو جانیں بھی قربان کرنی پڑیں تو وہ بڑی محبت سے یہ سودا قبول کر لیتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا ایسا پیارا کلام ہے اور معانی سے مملو ہے کہ دل کرتا ہے سارا ہی لکھ دیا جائے لیکن ضخامتِ مضمون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ بہرحال، مضمون کا مقصد روحانی مائدہ کا تعارف کروانا اور دلوں میں آپؑ کے کلام کی چاشنی ڈالنا ہے۔

پھر حضرت اقدس علیہ السلام ان لوگوں کو مخاطب ہوتے ہیں جو خدا کی ذات کا انکار کرتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے دین کی تکذیب کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ ان بدطینت لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہاری ساری زندگی کا حاصل صرف کینہ، دشمنی اور فساد ہے اور چونکہ آپ کے اندر نور فراست نہیں ہے اس لیے کفر کہتے ہو اور اسی کو عبادت سمجھتے ہو، فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہو اور اسی کو ثواب سمجھتے ہو۔ صادق وہ ہے جو قلب سلیم سے اس دین کو قبول کرے جو پاک اور مضبوط دلائل پر مبنی ہو۔ اگر ذرہ بھی خدا کا ڈر ہے تو اس دین کو قبول کرلو اور دنیا سے مت ڈرو کیونکہ وہ موجب رحمت ہوگا۔ مخلوق کی لعنت و ملامت بے وقعت ہے اصل لعنت وہ ہے جو خدائے رحمان کی طرف سے آتی ہے۔

اب میں اس نظم کے بعض اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں:

عیش دنیائے دون دمے چند ست
آخرش کار باخداوند ست

اس ذلیل دنیا کا عیش چند روز ہے بالآخر خدا تعالیٰ سے ہی کام پڑتا ہے۔

این جہان ست مثل مردارے
چون سگے ہر طرف طلب گارے

یہ دنیا تو مردے کی طرح ہے اور کتوں کی طرح ہر طرف اس کے طلبگار ہیں۔

چشم دل اندکے چو گردد باز
سرد گردد بر آدمی ہمہ آز

جب دل کی آنکھ تھوڑی سی بھی کھل جائے تو آدمی کی تمام حرص ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔

خویش و قوم و قبیلہ پر ز دغا
تو بریدہ برائے شان ز خدا

رشتہ دار، قوم اور کنبہ سب دھوکے باز ہیں لیکن تو نے ان کی خاطر خدا سے تعلق توڑ رکھا ہے۔

این ہمہ را بکشتنت آہنگ
گہ بصلحت کشند و گاہ بہ جنگ

ان سب کا ارادہ تیرے قتل کرنے کا ہے کبھی تو یہ صلح سے مارتے ہیں اور کبھی لڑکر۔

ہست آخر بآن خدا کارت
نہ تو یار کسے نہ کس یارت

آخر اسی خدا سے تجھے کام پڑے گا، نہ تو تو کسی کا یار ہے اور نہ کوئی تیرا یار ہے۔

ہر کہ گیرد رہ خدائے یگان
آن خدایش بس ست در دو جہان

جو بھی خدائے واحد کا راستہ اختیار کرے گا اس کے لیے خدا تعالیٰ دونوں جہانوں میں کافی ہے۔

ہر کہ او عاشق یکے باشد
ترک جان پیشش اندکے باشد

جو ایک ہی ہستی کا عاشق ہو گا جان دینا اس کے لیے معمولی بات ہو گی۔

کوئے او باشدش ز بستان بہ
روئے او باشدش ز ریحان بہ

اس کا کوچہ اسے باغ سے زیادہ اچھا لگتا ہے اور اس کا منہ پھول سے زیادہ اسے پسند ہوتا ہے۔

ہر چہ دلبر بدو کند آن بہ
دیدن دلبرش ز صد جان بہ

معشوق جو بھی سلوک اس کے ساتھ کرے وہی بہتر ہوتا ہے اپنے دلبر کا دیکھنا اسے سو جان سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

تو سر خویش تافتہ از دین
حاصل روزگار تو ہمہ کین

تو نے اپنا سر دین کی طرف سے پھیر لیا ہے تیری زندگی کا ماحصل صرف عداوت ہے۔

کفر گوئی عبادت انگاری
فسق ورزی ثواب پنداری

تو کفر بکنے کو عبادت سمجھتا ہے اور بدکاری کو ثواب جانتا ہے۔

صادق آن ست کو بقلب سلیم
گیرد آن دین کہ ہست پاک و قویم

سچا وہ ہے جو نیک دل کے ساتھ اس دین کو اختیار کرتا ہے جو پاک اور مضبوط ہے۔

گر ترا ہست بیم آن دادار
بہ پذیر و ز خلق بیم مدار

اگر تجھے خدا کا خوف ہے تو مذہب اسلام کو قبول کر اور لوگوں سے مت ڈر۔

چون بود بر تو رحمت آن پاک
دیگر از لعن و طعن خلق چہ باک

جب اس خدائے پاک کی رحمت تجھ پر ہو تو پھر تجھے مخلوق کی لعنت اور طعنوں سے کیا ڈر ہے۔

لعنت خلق سہل و آسان ست
لعنت آن ست کو ز رحمان ست

خلقت کی لعنت آسان اور سہل ہے دراصل لعنت وہ ہے جو خدائے رحمان کی طرف سے پڑتی ہے۔

براہین احمدیہ حصہ سوم کی پہلی فصل قرآن شریف کی صداقت کے بیان میں ہے، اس حوالے سے آپ بعض دلائل بیان کرنے کے بعد ۱۳۱؍اشعار پر مشتمل فارسی نظم تحریر فرماتے ہیں جس میں قرآن شریف کی خوبیاں بیان کرتے ہیں کہ یہ خدائے رب العالمین تک لے کر جاتا ہے۔ اس کی ذات کے متعلق ہر قسم کے شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے اور اس کی کامل قدرت کو ظاہر کرتا ہے، پس جس نے بھی یہ یقین حاصل کرنا ہے، اس کی ذات کا عرفان پانا ہے، تو اس کے لیے یہی کتاب ہے۔ اس فرقان الٰہی کی وحی روحانی مردوں کو زندہ کر دیتی ہے اور خدا کے وجود پر وہ یقین عطا کرتی ہے کہ صد جہانوں میں بھی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

ہست فرقان از خدا حبل المتین
تاکشندت سوئے رب العالمین

قرآن خدا کی مضبوط رسی ہے جو تجھے رب العالمین کی طرف کھینچ کر لے جائے گی۔

حق فرستاد این کلام بے مثال
تا رسی در حضرت قدس و جلال

خدا نے اس بے نظیر کلام کو اس لیے بھیجا ہے تا کہ تو اس پاک اور ذوالجلال کی درگاہ میں پہنچ جائے۔

داروئے شک است الہام خدائے
کان نماید قدرت تام خدائے

خدا تعالیٰ کا الہام شک کی دوا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی کامل قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔

وحی فرقان مردگان را جان دہد
صد خبر از کوچۂ عرفان دہد

قرآن کی وحی مردوں میں جان ڈالتی ہے اور معرفت الٰہی کی سینکڑوں باتیں بتاتی ہے۔

اس کے بعد اگلی فارسی نظم ۱۷۰؍اشعار پر مشتمل ہے جس میں حضرت اقدسؑ نے الہام اور عقل کا باہم تقابلی جائزہ پیش کیا ہے، کیونکہ دوسرے مذاہب والے الہام کا انکار کرتے ہیں اور عقل کو ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ الہام کے بغیر توحید کو پایا ہی نہیں جا سکتا، حرص و ہوا سے چھٹکارا مل ہی نہیں سکتا، یہ الہام ہے جو عقل سے نہ حل ہونے والے عقدے کو حل کر دیتا ہے، انسان کے علم اور خدا کے علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اے در انکار ماندہ از الہام
کرد عقل تو عقل را بدنام

اے وہ شخص جو الہام کا منکر ہے تیری سمجھ نے تو عقل کو بھی بدنام کر دیا۔

از خدا رو بخویش آوردی
این چہ آئین و کیش آوردی

خدا کو چھوڑ کر تو نے اپنی عقل کو سب کچھ سمجھ لیا ہے، یہ کونسا مذہب اور طریقہ لے آئے ہو!

آن یکے را نگار خویش بہ بر
دیگرے چشم انتظار بہ در

الہام کے قائل کا معشوق اس کے پاس ہے اور دوسرا جو اس کا منکر ہے اس کی آنکھ انتظار میں دروازے پر لگی ہوئی ہے۔

آن یکے کام یافتہ بہ تمام
دیگرے سوختہ بفکرت کام

الہام کے قائل نے اپنی مراد پالی اور منکر الہام اپنی مراد کے خیال ہی میں جل رہا ہے۔

ہمہ کار تو ناتمام افتاد
وہ چہ کارت بعقل خام افتاد

اے منکر الہام، تیرے سارے کام ناتمام رہ گئے۔ واہ یہ تیرا ناقص عقل کے ساتھ کیا برا واسطہ پڑا ہے۔

اس کے بعد اگلی نظم بھی اسی الہام کے مضمون کا تسلسل ہے اور اس کے ۱۳۹؍اشعار ہیں۔ اس میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی اسی طرح روحانی آنکھ بھی الہام کے بغیر اندھی ہے۔ اور پھر انسانی فطرت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ جب فطرت میں خدا سے محبت ڈالی گئی ہے، تو اس محبت کو سیراب کرنے کا سامان بھی کیا گیا ہے اور وہ الہام ہے۔

پھر حضورؑ عقلیت پسند لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ عقل تو الہام کے برابر میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی بلکہ کبر و غرور عقل کو گمراہ کر دیتا ہے، خدا کو صرف خدا کے ذریعے ہی پایا جا سکتا ہے۔ آب بقا الہام ہے۔ عقل صد قسم کی حرص و ہوا سے مغلوب ہے اس لیے ایک مغلوب چیز پر تکیہ کرنا اشقیاء لوگوں کا ہی کام ہے۔ دنیا میں عشق الہام سے پیدا ہوا ہے۔ اور عشق محبوب کے کلام کو چاہتا ہے اور یہ طلب انسانی فطرت میں موجود ہے۔

حاجت نورے بود ہر چشم را
این چنین افتاد قانون خدا

ہر آنکھ کو روشنی کی ضرورت ہے، خدا کا قانون ایسا ہی ہے۔

عشق از الہام آمد در جہاں
درد از الہام شد آتش فشان

عشق الہام ہی سے دنیا میں آیا اور درد بھی الہام ہی سے آتش فشاں بنی۔

شوق و انس و الفت و مہر و وفا
جملہ از الہام می دارد ضیا

شوق انس الفت اور مہر و وفا، ان سب کی رونق الہام کی وجہ سے ہے۔

عشق می خواہد کلام یار را
رو بپرس از عاشق این اسرار را

عشق تو دوست کے کلام کو چاہتا ہے، جا اور عاشق سے اس راز کو پوچھ۔

دل نمی گیرد تسلی جز خدا
این چنین افتاد فطرت ز ابتدا

خدا کے بغیر انسان کا دل تسلی نہیں پاتا، ابتدا سے آدمی کی فطرت ہی ایسی ہے۔

کبر شہر عقل را ویراں کند
عاقلان را گم رہ و نادان کند

تکبر عقل کے شہر کو ویران کر دیتا ہے اور عقلمندوں کو گمراہ اور بیوقوف بنا دیتا ہے۔

از خدا باشد خدا را یافتن
نے بہ مکر و حیلہ و تدبیر و فن

خدا کی مدد سے ہی خدا کو پا سکتے ہیں، نہ کہ چالاکی حیلہ اور مکر و فریب کے ساتھ۔

عقل تو مغلوب صد حرص و ہواست
تکیہ بر مغلوب کار اشقیاست

تیری عقل حرص و ہوا کی مغلوب ہے اور مغلوب پر بھروسہ کرنا بدبختوں کا کام ہے۔

از پئے دنیا بریدن از خدا
بس ہمیں باشد نشان اشقیا

دنیا کے لیے خدا سے تعلق توڑنا یہی تو بدبختوں کی علامت

ہے۔

عقل در اسرار حق بس نا رساست
آنچہ گہ گہ می رسد ہم از خداست

عقل اسرار حق کو بالکل نہیں پہنچ سکتی۔ جو کچھ بھی کبھی کبھی ملتا ہے وہ بھی خدا ہی کا کرم ہے۔

تو بہ عقل خویش در کبر شدید
ما فدائے آنکہ او عقل آفرید

تو اپنی عقل پر نازاں ہو کر سخت متکبر ہو گیا ہے اور ہم اس پر فدا ہیں جس نے خود عقل کو پیدا کیا۔

چیست دین خود را فنا انگاشتن
و از سر ہستی قدم برداشتن

دین کیا ہے؟ اپنے تئیں فنا سمجھنا اور اپنی ہستی سے بالکل الگ ہو جانا۔

اگلی فارسی نظم ۶۲؍اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نظم اس مضمون کا تتمہ ہے جو آپ علیہ السلام نے اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ کوئی کتاب اللہ تعالیٰ کی سب صداقتوں کو بیان نہیں کرسکتی اس لیے قرآن شریف کو کس طرح کامل مان کر کامل معرفت تک پہنچانے والی کتاب یقین کرلیا جائے۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے اگر کوئی ایسی صداقت دکھا دیتے جو قرآن شریف میں موجود نہیں تب تو یہ اعتراض بجا تھا لیکن جب ایسا کر نہیں سکتے تو پھر اعتراض کرنا بیجا ہے۔

فارسی کلام میں آپ معترض کو توجہ دلاتے ہیں کہ شرم و حیا کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور کینہ میں حد سے زیادہ نہیں گزر جانا چاہیے۔ دنیا سے کیوں دل لگاتے ہو کہ اچانک اس گھر کو چھوڑ جانا ہوتا ہے۔ مال و زر پر فریفتہ نہ ہو کہ انجام کار اس پر بھی زوال آتا ہے اور خالی ہاتھ آئے تھے اور خالی ہاتھ ہی جانا ہے۔ اگر قرآن شریف دنیا میں نہ آتا تو توحید کا نام بھی دنیا میں نہ ملتا۔

الا اے کمر بستہ بر افترا
مکش خویشتن را بہ ترک حیا

اے وہ جس نے افترا پر کمر باندھ رکھی ہے اپنے تئیں بے حیا بن کر ہلاک نہ کر۔

سخن ہائے پُر خبث و بے مغز و خام
بود بر خبیثان نشانے تمام

گندی بے معنی اور بے ہودہ باتیں خبیثوں کی خباثت کو ہی ظاہر کرتی ہیں۔

بہ دنیا کسے دل بہ بندد چرا
کہ ناگاہ باید شدن زین سرا

کوئی اس دنیا سے کیوں دل لگائے جبکہ اچانک ایک دن اس سرائے سے کوچ کرنا ہے۔

فریبے مخور از زر و سیم و مال
کہ ہر مال را آخر آید زوال

سونے چاندی اور مال سے دھوکا نہ کھا کیونکہ آخر ہر مال پر زوال آجاتا ہے۔

خدائے کہ جان بر رہ او فدا
نہ یابی رہش جز پئے مصطفیٰ

وہ خدا جس کی راہ میں ہماری جان قربان ہے اس کا راستہ تجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے بغیر نہیں مل سکتا۔

بہ قرآن چرا بر سر کین دوی
نہ دیدی ز قرآن مگر نیکوی

قرآن پر دشمنی سے کیوں حملہ کرتا ہے جبکہ تو نے قرآن میں سوائے نیکی کے اور کچھ بھی نہیں دیکھا۔

اگر نامدی در جہاں این کلام
نماندی بہ دنیا ز توحید نام

اگر جہان میں یہ کلام نہ آتا تو دنیا میں توحید کا نام بھی باقی نہ رہتا۔

اگلی نظم میں جو ۱۲؍اشعار پر مشتمل ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کی بہت ساری خوبیاں بیان کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو بھی اس کتاب کا عالم ہو جاتا ہے، وہ معارف کا خزانہ بن جاتا ہے۔ یہ کتاب خدا کی ذات پر کامل یقین دلاتی ہے۔ یہ اس خدا کا نور ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔

از نور پاک قرآن صبح صفا دمیدہ
بر غنچہائے دلہا باد صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہو گئی اور دلوں کے غنچوں پر باد صبا چلنے لگی۔

آن نیّر صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستی درکنج خود خزیدہ

یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پجاری الو اپنے اپنے کونوں میں جا گھسے۔

آنکس کہ عالمش شد شد مخزن معارف
وآن بے خبر ز عالم کین عالمے ندیدہ

جس نے اس کا علم پالیا وہ معارف کا خزانہ بن گیا اور وہ عالم سے بے خبر ہے جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا۔

میلم نماند باکس محبوب من توئی بس
زیرا کہ زان فغان رس نورت بما رسیدہ

میری دلچسپی کسی میں نہیں رہی، میرا محبوب تو صرف تو ہے کیونکہ تیرا نور ہمیں اس فریاد رس سے پہنچا ہے۔

اس کے بعد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں حضرت اقدسؑ سات اشعار پر مشتمل نظم تحریر فرماتے ہیں اور اس میں بھی قرآن شریف کی اہمیت بیان فرماتے ہیں:

از وحی خدا صبح صداقت بدمیدہ
چشمے کہ ندید آن صحف پاک چہ دیدہ

خدا کی وحی سے صداقت کی صبح طلوع ہو گئی ہے، جس آنکھ نے ان صحف پاک کو نہیں دیکھا، اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔

با خور ندہم نسبت آن نور کہ بینم
صد خور کہ بہ پیرامن او حلقہ کشیدہ

جو نور میں دیکھتا ہوں، اسے میں سورج سے تشبیہ نہیں دیتا کیونکہ دیکھتا ہوں کہ اس نور کے گرد سینکڑوں آفتاب حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔

اگلی نظم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انشاپردازی کی اعجازی قدرت کو ظاہر کرتی ہے کہ آپ قرآن شریف پر اعتراض کرنے والوں کو خطاب کر کے تحریر کرنا شروع کرتے ہیں اور ۱۳۱۴؍اشعار پر مشتمل نظم فرماتے ہیں اور ہر شعر اپنے اندر ایک خاص اور الگ معنی لیے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے بلاضرورت کلام کو لمبا نہیں کیا بلکہ اپنے اشعار میں جو موتیوں کی لڑیوں کی طرح ہیں جو بھی خوبیاں اور خصوصیات بیان کی ہیں وہ ٹھوس حقیقت پر مبنی ہیں اور آپ نے اپنے آپ کو صرف ایک مضمون تک محدود نہیں کیا بلکہ اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اور انسانیت کو خدا کی طرف لانے کے لیے جس جس موضوع کا سہارا لینا اور بات کرنا ضروری سمجھا، اس کو بیان کر دیا اور اپنی ذات کو عملی ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے کہ میں نے جو باتیں کی ہیں، ان کو خود تجربہ کر چکا ہوں اور اگر ثبوت چاہیے یا نشان دیکھنا ہے تو میرے پاس صدق دل سے آؤ۔ یہ ایسی بات ہے جو بے مثال ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نظم کے آغاز میں قرآن شریف کا انکار کرنے والوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ قرآن شریف کا انکار کر کے ایسی گمراہی کو اپنا لیا ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں اور ایسے لوگوں کی کشتی کبھی کنارے تک نہ پہنچ پائے گی۔ قرآن شریف کا نور ایسا نہیں کہ دیکھنے والوں کو نظر نہ آسکے، وہ ہدایت کا چراغ، دنیا کا رہبر و راہنما اور خدا کی طرف سے ربانی اسرار کو جاننے کا آلہ ہے۔ لیکن تکبر کرنے والے لوگ اس نور کو نہیں دیکھ سکتے، یہ خدا کو دکھانے کا آئینہ ہے، بے زبان لوگ اس کی برکت سے فصیح و بلیغ ہو گئے۔

پھر حضرت اقدسؑ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے قرآن شریف سے فیض پایا اور اس کی برکات سے حصہ لیا۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اگر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو خدا ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا، اگر خدا سے کسی راز کو جاننے کی درخواست کریں تو وہ الہام کے ذریعے ان پر اس راز کو کھولتا ہے، اگر خدا ان میں سے کسی کو کھڑا کرتا ہے تو بادشاہ بھی اس کے رکاب میں دوڑنے کو فخر سمجھتے ہیں، اگرچہ ایسے لوگ دنیا سے مخفی ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی ظاہر بھی ہوتے رہتے ہیں علی الخصوص جب زمانہ تاریکی سے پر ہو جائے اور حرص و ہوا ہر جگہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیوے تو اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ان میں سے کسی کو کھڑا کر دیتا ہے جو لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ خلاصہ، اولیائے کرام کا وجود اسلام کی ایک خصوصیت ہے، اگر اس کو درست نہ سمجھو تو آؤ میں ثبوت دیتا ہوں۔ کوئی جھوٹا وعدہ نہیں دوں گا اور اگر خدا کا نشان نہ دکھاؤں تو جھوٹا ہوں، میں پیدا ہی اس نشان دکھانے کے لیے ہوا ہوں، اس کے علاوہ اور کوئی میرا ہم و غم نہیں۔ یہ سعادت ہماری قسمت میں تھی اس لیے ماں کی طرح جو اپنے بچوں کے پیچھے دوڑتی ہے، انسانیت کو خدا کی طرف لانے کے لیے یہ اعلان پر اعلان کر رہا ہوں لیکن نشان دیکھنے کے لیے انکساری، صدق و صفا اور خوف خدا شرط ہے۔

پھر حضور علیہ السلام نے دنیا کے عارضی ہونے کا مضمون بیان کرتے ہوئے نصائح فرمائی ہیں اور ایک ہی نظم میں لقا اور بقا جیسے تصوف کے لطیف اور پیچیدہ مسائل کو ایسے سادہ اور پیارے انداز میں بیان کر دیا ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

نمونے کے طور پر چند شعر پیش ہیں:

اے سرخود کشیدہ از فرقان
پا نہادہ بہ لجۂ طغیان

اے قرآن سے سرکشی کر کے گمراہی کے گہرے اندھیروں میں الجھے ہوئے!

نور فرقان نہ تافت است چنان
کو بماند نہاں ز دیدہ وران

نور فرقان ایسا کم نہیں چمکا کہ وہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ جائے۔

آن چراغ ہدیٰ ست دنیا را
رہبر و رہنماست دنیا را

وہ تمام دنیا کے لیے ہدایت کا چراغ ہے اور جہان بھر کے لیے رہبر اور راہنما۔

مخزن رازہائے ربّانی
از خدا آلۂ خدا دانی

خداوند کے اسرار کا خزانہ ہے، خدا کی طرف سے خداشناسی کا آلہ ہے۔

ہست آئینہ بہر روئے خدا
عالمے را کشید سوئے خدا

قرآن خدا کا چہرہ دکھانے کے لیے ایک آئینہ ہے، جس نے ایک جہان کو خدا کی طرف کھینچا ہے۔

بے زبانان از و فصیح شدند
زشت رویان از و صبیح شدند

گونگے اس کے ساتھ فصیح ہو گئے اور بدشکل آدمی اس کی برکت سے بہت خوبصورت بن گئے۔

ہست این قوم پاک را جاہے
کہ ندارد جہان بدو راہے

یہ خاص مقام پاک لوگوں کا ہے جس تک دنیادار نہیں پہنچ سکتے۔

دست بہر دعا چو بردارند
مورد فیض ہائے دادارند

جب وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو خدائی فیوض کے مورد بن جاتے ہیں۔

گر نماید خدا یکے زانان
بر کابش دوند سلطانان

اگر خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کو ظاہر کر دے تو بادشاہ بھی اس کے رکاب میں دوڑتے ہیں۔

الغرض ذات اولیاء کرام
ہست مخصوص ملّت اسلام

خلاصہ یہ کہ اولیائے کرام کی ذات مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

ایں مگو کین گزاف و لغو و خطاست
تو طلب کن ثبوت آن بر ماست

یہ نہ کہہ کہ یہ بات بیہودہ، لغو اور غلط ہے، تُو مطالبہ کر اس کا ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔

وعدۂ کج بہ طالباں ندہم
کاذبم گر ازو نشاں ندہم

میں طالبوں سے غلط وعدہ نہیں کرتا، اگر اس کا پتا نہ بتاؤں تو جھوٹا ہوں۔

من خود از بہر این نشان زادم
دیگر از ہر غمے دل آزادم

میں خود اس نشان کو پورا کرنے کے لیے پیدا ہوا ہوں، دوسرے سب غموں اور فکروں سے آزاد ہوں۔

نعرہ ہا میزنم بر آب زلال
ہمچو مادر دوان پئے اطفال

میں بچوں کے پیچھے دوڑنے والی ماں کی طرح نعرے مار کر مصفا پانی کے چشمے کی طرف بلا رہا ہوں۔

تا مگر تشنگان بادیہ ہا
گِرد آیند زین فغان و صلا

تا کہ شاید جنگلوں کے پیاسے اس شور و پکار سے میرے پاس آ جائیں۔

لیک شرط است عجز و صدق و صفا
آمدن با نیاز و خوف خدا

لیکن شرط عاجزی، سچائی، نیاز اور خوف خدا ہے۔

تو برون آ ز خود لقا این ست
تو در و محو شو بقا این است

تو اپنی خودی سے باہر آ کہ یہی بقا ہے اور خدا میں محو ہو جا، یہی لقا ہے۔

ہر کرا دل بود بہ دلدارے
خبرش پرسد از خبردارے

جس کا دل کسی دلدار میں ہو، وہ واقف کار سے اس کی خبر تو پوچھتا ہے۔

گر نباشد لقائے محبوبے
جوید از نزد یار مکتوبے

اگر محبوب کی ملاقات میسر نہ ہو تو یار کے خط ہی کا طالب ہوتا ہے۔

آخری نظم ۱۵۹ اشعار پر مشتمل ہے جس کے آغاز میں آپؑ اللہ تعالیٰ کو خطاب کرکے اس کے احسانات کا ذکر کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے احسان کا ذکر فرماتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات حسنہ اور آپ کی خصوصیات کا ذکر فرماتے ہیں اور آپؐ کی ذات اقدس پر اعتراضات کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے اس بیہودہ بے بنیاد اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ شہوت پرست تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ کیا یہ شہوت پرست آدمی کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ظہور کے ساتھ رات کو دن سے اور خزاں کو بہار سے تبدیل کر دے اور اس کی پیروی دل کو وہ چیز عطا کر دے جو سو سالہ کوشش اور جہاد کرنے سے بھی نہ مل سکے، جس کی زبان معارف سے پر ہو، جس کا ہر بیان سراسر در و موتی ہو۔ پاک لوگوں کو اپنے جیسا نہیں گمان کرنا چاہیے۔ یہ آپ ﷺ کی شخصیت کا کمال ہے کہ اہل وعیال کے ساتھ بھی آپ صرف خدا کی طرف یکسو تھے۔ اس جہان میں ہوتے ہوئے، اس جہان میں نہیں تھے اور یہی کامل لوگوں کی نشانی ہوتی ہے۔ انسان کامل وہ ہوتا ہے جو اہل وعیال و تجارت وغیرہ سب کاموں کے باوجود ایک لمحے کے لیے بھی خدا سے غافل نہ ہو۔ ان کے پرکھنے کا بس یہی پیمانہ ہے۔ کام کرنے کی حالت میں بھی ان کا خیال اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اے دشمن مصطفیٰ ﷺ! تم اس اعتراض کے ساتھ اپنی نابینائی کو ظاہر کر رہے ہو، کیا کتے کے چاند پر بھونکنے سے چاند کا نور کم ہو جاتا ہے بھلا؟ مصطفیٰ ﷺ تو خدا کی صورت کا آئینہ ہیں، جس میں خدا کی صفات منعکس ہو رہی ہیں۔ اگر خدا کو نہیں دیکھا تو آپ ﷺ کو دیکھ لو۔

اے وہ! جو شاہ دین کا انکار کرتے ہو، اس کے خادموں اور چاکروں کو ہی دیکھ لو۔ اگر چاہو تو ہم سے آنحضرت ﷺ کی صداقت کے سو نشان دیکھ لو۔ اگر حسد کو ترک کرکے اور صدق و وفا سے ہمارے پاس آؤ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان دیکھو گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو میرا سر بدن سے جدا کر دو، ہر قسم کی تکلیف دے کر مار دو کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ میرا سارا مال و اموال لے لیجیو۔ اگر میری زبان پر کبھی بات جھوٹ ثابت ہو جائے تو جھوٹوں کی ہر سزا مجھے قبول ہے لیکن اگر پھر بھی اس حقیقت سے انکار کرو تو پھر اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر پڑے گی۔

اے خدا اے چارۂ آزار ما
اے علاج گریہ ہائے زار ما

اے خدا، اے ہمارے دکھوں کی دوا، اور اے ہماری گریہ وزاری کا علاج

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد
ناگہاں جانے در ایمانش فتد

ہر وہ شخص جس کے دل و جان میں تیرا عشق پیدا ہو جائے، تو اس کے ایمان میں فوراً جان پڑ جاتی ہے۔

عشق تو گردد عیاں بر روئے او
بوئے تو آید زبام و کوئے او

تیرا عشق اس کے چہرہ پر ظاہر ہو جاتا ہے، اس کے در و دیوار سے تیری خوشبو آتی ہے۔

خاک را در یکدمے چیزے کنی
کز ظہورش خلق گیرد روشنی

تو خاک کو ایک دم میں وہ چیز بنا دیتا ہے کہ خلق اس کے ظہور سے نور حاصل کرتی ہے۔

آں شہ عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عشاق حق شمس الضحیٰ

وہ جہان کا بادشاہ جس کا نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، وہ عشاق حق کا سردار اور شمس الضحیٰ ہے۔

آنکہ ہر نورے طفیل نور اوست
آنکہ منظور خدا منظور اوست

وہ جس کے نور سے ہر نور ہے اور جس کا منظور کردہ خدا کا منظور کردہ ہے۔

آنکہ جملہ انبیا و راستاں
خادمانش ہمچو خاک آستاں

وہ جس کے سب انبیاء اور راستباز خاک در کی طرح خادم ہیں۔

آں نبی در چشم ایں کوران زار
ہست یک شہوت پرست و کیں شعار

وہ نبی ان بد بخت اندھوں کی نظر میں (نعوذ باللہ) شہوت پرست اور کینہ ور شخص ہے۔

در شبی پیدا شود روزش کند
در خزاں آید دل افروزش کند

وہ جو اندھیری رات میں ظاہر ہو کر اسے دن میں تبدیل کر دے اور خزاں میں آ کر اسے بہار بنا دے۔

اتباعش آں دہد دل را کشاد
کش نہ بیند کس بصد سالہ جہاد

جس کی اتباع دل کو اس قدر انشراح عطا کرے کہ کوئی سو سال جہاد کر کے بھی نہ پا سکے۔

منطق او از معارف پر بود
ہر بیان او سراسر در بود

جس کا کلام حقائق و معارف سے پر ہو اور ہر بیان بالکل موتی ہو۔

کار پاکاں بر بداں کردن قیاس
کار ناپاکاں بود اے بدحواس

پاک لوگوں کے کاموں کا بد لوگوں سے مقابلہ کرنا، اے بدحواس، ناپاک لوگوں کا ہی کام ہے۔

ایں کمال آمد کہ با فرزند و زن
از ہمہ فرزند و زن یکسو شدن

کمال تو یہ ہے کہ باوجود اولاد اور بیوی کے پھر بھی اہل و عیال سے الگ ہیں۔

در جہان و باز بیرون از جہان
بس ہمیں آمد نشان کاملاں

دنیا میں رہ کر دنیا سے دور رہنا یہی کامل لوگوں کی نشانی ہے۔

کامل آں باشد کہ با فرزند و زن
با عیال و جملہ مشغولی تن

انسان کامل وہ ہوتا ہے جو باوجود بیوی بچوں کے اور باوجود عیال اور جسمانی مشاغل کے

با تجارت با ہمہ بیع و شرا
یک زماں غافل نگردد از خدا

باوجود تجارت اور ہر قسم کے خرید و فروخت کے کسی وقت بھی خدا سے غافل نہ ہو۔

او نظر دارد بغیر و دل بہ یار
دست درکار و خیال اندر نگار

وہ بظاہر غیر کی طرف نظر رکھتا ہے لیکن دل یار کی طرف ہوتا ہے ہاتھ کام میں ہوتا ہے لیکن خیال محبوب کی طرف۔

کین و مہرشان ہمہ بہر خداست
قہر شان گر ہست آں قہر خداست

ان کی دشمنی و دوستی سب خدا کے لیے ہوتی ہے، ان کی ناراضگی جب ہو تو خدا کی ناراضگی ہوتی ہے۔

فانی اند و آلۂ ربانی اند
نور حق در جامۂ انسانی اند

وہ فنا فی اللہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آلہ ہوتے ہیں، وہ انسانی جامے میں خدا کا نور ہوتے ہیں۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست
منعکس در وے ہماں خوئے خداست

مصطفیٰ خدا کے چہرے کا آئینہ ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کی صفات منعکس ہیں۔

گر ندیدستی خدا او را بہ بیں
من رآنی قد رأی الحق ایں یقین

اگر تو نے خدا کو نہیں دیکھا تو آنحضرتؐ کو دیکھ لے۔ یہ حدیث یقینی ہے کہ جس نے مجھے دیکھا، اس نے حق کو دیکھا۔

خوب گر نزد تو زشت و تباہ
پس چہ خوانم نام تو ای روسیاہ

اگر حسین تیرے نزدیک بدصورت اور خراب حال ہے تو اے روسیاہ! میں تیرا کیا نام رکھوں؟

اے در انکار و شکے از شاہ دیں
خادمان و چاکرانش را بہ بیں

اے شاہ دین کا انکار کرنے والے اور اس کے بارے میں شک و شبہات رکھنے والے، اس کے خادموں اور نوکروں کو ہی دیکھ۔

کس ندیدہ از بزرگانت نشاں
نیست در دست تو بیش از داستاں

کسی نے بھی کوئی نشان تیرے بزرگوں سے نہیں دیکھا، تیرے ہاتھ میں کہانیوں سے زیادہ کچھ نہیں۔

لیک گر خواہی بیا بنگر زما
صد نشان صدق شان مصطفیٰ

لیکن اگر تو چاہے تو آ، ہم سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور صداقت کے سینکڑوں نشان دیکھ لے۔

اے مزوّر گر بیائی سوئے ما
واز وفا رخت افگنی در کوئے ما

اے جھوٹے اور ریاکار، اگر تو ہماری طرف آئے اور وفاداری کے ساتھ ہمارے کوچہ میں ڈیرے ڈال دے

عالمے بینی ز ربانی نشاں
سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں

تو خدائی نشانوں کا ایک عالم دیکھ لے گا جو دنیا جہان کو رحمان کی طرف کھینچتا ہوگا۔

گر خلاف واقعہ گفتم سخن
راضیم گر تو سرم بری ز تن

اگر میں نے خلاف واقعہ بات کہی ہے تو میں راضی ہوں تو میرا سر تن سے جدا کر دے۔

راضیم گر خلق بردارم کشند
از سر کیں با صد آزارم کشند

اگر لوگ مجھے سولی پر چڑھا دیں، کینہ سے سینکڑوں دکھ دے کر مجھے مار ڈالیں، میں اس پر بھی راضی ہوں۔

راضیم گر مال و جان و تن رود
و آنچہ از قسم بلا بر من رود

میں راضی ہوں اگر میرے جان و مال و جسم فنا ہو جائیں اور طرح طرح کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہوں۔

گر درو غم رفتہ باشد بر زباں
راضیم بر ہر سزائے کاذباں

اگر میری زبان سے جھوٹ نکلا تو جھوٹوں کی ہر سزا پر میں خوش ہوں۔

لیک گر تو زیں سخن پیچی سرے
بر تو ہم نفرین ربِّ اکبرے

لیکن اگر تو بھی اس حق بات کو ماننے سے انکار کرے تو پھر تجھ پر بھی خدا کی لعنت کی مار پڑے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براہین احمدیہ میں منظوم فارسی کلام کے کچھ نمونے صرف چاشنی دلانے کے لیے درج کیے ہیں تا کہ تشنگان معنویت اس کلام کی لذت لے کر آپؑ کے پورے بے نظیر کلام کو پڑھیں اور مادی و معنوی لذت سے حظ پائیں۔ کتاب براہین احمدیہ کا وسیع اثر جس کا دوست و دشمن سب اقرار کرتے ہیں، اس میں اس فارسی حصہ کا بھی غیر معمولی اثر اور حصہ ہے۔ چونکہ اس زمانے میں فارسی زبان عمومی طور پر پڑھی اور سمجھی جانے والی زبان تھی، اسی لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اثبات صداقت اسلام کے لیے فارسی میں منظوم کلام تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ فارسی زبان عرفان الٰہی سے ایک

......باقی صفحہ ۶۷ پر......

براہین احمدیہ کے متعلق پہلے دو خلفائے سلسلہ کی بعض روایات

(اواب سعد حیات)

براہین احمدیہ قرآن کریم ہی کی تفسیر ہے اس لیے اس کے پڑھنے سے بھی نئے نئے مطالب سوجھتے ہیں...

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص تائید خداوندی سے اسلام، قرآن کریم اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیت اور برتری کو دنیا کے تمام مذاہب اور مکاتب فکر پر ثابت کرنے کے لیے براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ قیامت تک اغیار کو زیر بار رکھنے والی اس اہم کتاب سے قرآن کریم کے علوم و معارف کا نکاس جاری و ساری رہے گا۔ قیامت تک نوع انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے لیے مقرر ہونے والے خلفائے سلسلہ میں سے پہلے دو خلفاء جن کو مؤلف براہین احمدیہ علیہ السلام والرحمۃ سے مصاحبت کا بھی شرف رہا۔ براہین احمدیہ کے متعلق ان کا تذکرہ، روایات اور امور کا بیان نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ اہم اور قابل توجہ بھی۔ اس لازوال کتاب پر حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب، خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اور پسر موعود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی بعض روایات، واقعات اور تجزیے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے براہین احمدیہ کی کئی رنگ میں خدمت کی سعادت پائی، تصدیق براہین احمدیہ لکھنے کے علاوہ ایک زمانہ میں جب براہین احمدیہ کے بعض ناسمجھ اور جلد باز خریداران کی طرف سے کچھ ناجائز مطالبے تھے۔ نیز براہین احمدیہ کی طباعت کے اخراجات کا معاملہ درپیش تھا۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین نے فدائیت کا غیر معمولی نمونہ پیش فرمایا۔ اس ضمن میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک موقع پر آپ کے غیر معمولی اخلاص اور فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نوردین ہے میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں... میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں... ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نوردین بھروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں۔

مولانا، مرشدنا، امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں... میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیار ہوں...'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35-36)

یاد رہے کہ کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' لکھنے کی طرف راہنمائی بھی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی فرمائی تھی۔ جیسا کہ 26/ جولائی 1887ء کے اپنے ایک مکتوب میں آپ علیہ السلام لکھتے ہیں: ''... میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نام ایک شخص نے میری کتاب براہین کے رد میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی استعداد ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں۔ وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی علمی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ غرض اس شخص نے خواندہ ہندوؤں کی منت سماجت کر کے اور بہت سی کتابوں کا اس نے خیانت آمیز حوالہ لکھ کر یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہندوؤں میں بہت جوش ہو رہا ہے۔ یقین ہے کہ کشمیر میں بھی یہ کتاب پہنچی ہو گی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لالہ لچھمن داس صاحب ملازم ریاست کشمیر نے تین سو روپیہ اس کتاب کے چھپنے کے لیے دیا ہے۔ شاید یہ بات سچ ہو یا جھوٹ ہو لیکن اس پُر افتراء کتاب کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے اور یہ عاجز ابھی ضروری کام سراج منیر سے، جو مجھے درپیش ہے بالکل عدیم الفرصت ہے اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا اور نہ آپ کی تعریف کی رو سے بلکہ قوی یقین سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لیے آپ کے دل میں جوش ڈالا ہے اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے کوئی دوسرا آدمی صفات سے موصوف نظر نہیں آتا۔ اس لیے میں آپ کو یہ بھی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اوّل سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کیے ہیں۔ سب کو ایک پرچہ کاغذ پر بیادداشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو جوابات معقول دل میں ڈالے وہ سب الگ الگ لکھ کر میری طرف روانہ فرمادیں اور جو کچھ خاص میرے ذمہ ہو گا میں فرصت پاکر اس کا جواب لکھوں گا۔ غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جد و جہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح مالی کام میں آپ نے پوری پوری نصرت کی ہے اس سے یہ کم نہیں ہے کہ آپ خدادا طاقتوں کی رُو سے بھی نصرت کریں۔

آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لئے بہت زور لگا رہے ہیں۔ میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔ بہت جلد مجھ کو اطلاع بخشیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کا مددگار ہو۔ آپ اگر مجھے لکھیں تو میں ایک نسخہ کتاب مذکور کا خرید کر آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔'' (مکتوبات احمد۔ جلد دوم۔ صفحہ 42-43)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی خدمت کے اس اہم دینی کام کی طرف نہ صرف تاکید اور راہنمائی فرمائی بلکہ بعد میں کتاب بھجوا کر مسلسل توجہ بھی دلاتے رہے۔ مثلاً 5/ اگست 1887ء کے مکتوب میں ہے: ''... کتاب لیکھرام پشاوری ارسال خدمت کی گئی ہے۔ امید کہ غایت درجہ کی توجہ سے اس کا قلع قمع فرمائیں گے تا مخالف بدطینت کی جلد تر رسوائی ظاہر ہو... امید کہ آں مخدوم لیکھرام کی طرف بہت جلد توجہ فرمائیں گے۔ اوّل تمام اعتراضات اس کے علیحدہ پرچہ پر انتخاب کئے جاویں اور پھر مختصر و معقول و دندان شکن جواب دیا جاوے...'' (مکتوبات احمد، جلد دوم۔ صفحہ :44)

یوں حضرت حکیم صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں تکذیب براہین احمدیہ۔ نسخہ خبط احمدیہ اور تنقیہ وغیرہ میں مذکور اعتراضات و نکات کا کافی و شافی جواب ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی لاجواب کتاب براہین احمدیہ پر پنڈت لیکھرام اور بعض دوسرے آریوں نے جو اعتراضات کیے تھے وہ ان مذکورہ بالا کتب کے ذریعہ لوگوں تک پہنچ رہے تھے، اور حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کی اس جوابی کتاب میں ان تمام اعتراضات کا بڑی عمدگی سے رد کرتے ہوئے اسلام کی صداقت بڑے زور سے ثابت کی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کی بڑی لطیف تفسیر کی گئی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حکم پر لکھی گئی یہ کتاب 1307 ہجری بمطابق 1890ء میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں نومبر 1923ء میں مہتمم کتاب گھر قادیان نے دوبارہ شائع کیا تھا۔ جبکہ موجودہ ایڈیشن ٹائپ شدہ اور 306 صفحات پر ممتد ہے۔

اس کتاب کی خوبی پر سب سے قیمتی اور قابل قدر گواہی خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں۔ ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 37 حاشیہ)

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی، المصلح الموعود، رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ براہین احمدیہ چہار حصص کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کی عظمت، شان اور اثرات پر گفتگو فرمائی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف تحفۃ الملوک میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نشان کے ثبوت کے طور پر فرماتے ہیں کہ ''آپ کو براہین احمدیہ اپنی پہلی تصنیف کے شائع کرنے کے بعد ستائیس اٹھائیس سال تک زندگی عطا ہوئی۔'' (تحفۃ الملوک، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 133)

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے زار روس کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی پر استہزا کرنے والوں کے جواب میں 12/ مئی 1917ء کو قادیان سے ایک کتابچہ ''خدا کے قہری نشان'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ اس میں براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل اور بعد کے زمانہ میں آنے والے بڑے بڑے زلزلوں کا ایک چارٹ بھی درج فرمایا ہے۔ انوار العلوم جلد 3 کے صفحہ 575 اور 576 پر درج اس چارٹ کے اعداد و شمار بہت وضاحت سے بتاتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریف آوری سے دنیا بھر میں ایک غیر معمولی تبدیلی کا سامان ہوا ہے۔

اس کے بعد دیکھیں تو 1917ء کے جلسہ سالانہ کے موقع

پر علم حاصل کرنے کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے حضور نے پانچویں طریق کے طور پر فرمایا: ''مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن کریم کا علم بخشا ہے مگر جب میں حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھتا ہوں تو ان سے نئے نئے معارف اور نکات ہی حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک ہی عبارت کو دس دفعہ پڑھوں تو اس میں نئے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کر سکا تھا۔ میں بڑا پڑھنے والا ہوں کئی کئی سو صفحات لگاتار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین کو پڑھتے ہوئے اس وجہ سے اتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہو جاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اُٹھانے لگ جاتا۔ چونکہ براہین احمدیہ قرآن کریم ہی کی تفسیر ہے اس لیے اس کے پڑھنے سے بھی نئے نئے مطالب سوجھتے ہیں...'' (علم حاصل کرو، انوار العلوم جلد 4 صفحہ :140)

اسی طرح ملائکۃ اللہ سے تعلق فیضان حاصل کرنے کے سلسلہ میں آپؓ فرماتے ہیں: ''جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ خاص فیضانِ الٰہی کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی میں اس کو لے کر پڑھنے کے لئے بیٹھا ہوں دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا کیونکہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو حضرت صاحبؑ کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں۔ ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کے ذریعہ نئے نئے علوم کھلتے ہیں۔ دوسری اگر کوئی کتاب پڑھو تو اتنا ہی مضمون سمجھ میں آئے گا جتنا الفاظ میں بیان کیا گیا ہو گا مگر حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھنے سے بہت زیادہ مضمون کھلتا ہے بشرطیکہ خاص شرائط کے ماتحت پڑھی جائیں۔ اس سے بھی بڑھ کر قرآن شریف کے پڑھنے سے معارف کھلتے ہیں اگرچہ ان شرائط کا بتانا جن کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنی چاہئیں۔ اس مضمون سے بے تعلق ہے جو میں بیان کر رہا ہوں مگر پھر بھی ایک شرط کا ذکر کر دیتا ہوں۔

اسی وقت دوسری چیز داخل ہو سکتی ہے جبکہ پہلی نکال دی جائے۔ مثلاً ایک جگہ لوگ بیٹھے ہوں تو جب تک وہ نہ نکلیں تب تک اَور آدمی نہیں آ سکتے۔ اس کے سوا نہیں۔ پس حضرت صاحبؑ کی کوئی کتاب پڑھنے سے پہلے چاہئے کہ اپنے اندر سے سب خیالات نکال دیئے جائیں اور اپنے دماغ کو بالکل خالی کر کے پھر ان کو پڑھا جائے۔ اگر کوئی اِس طرح ان کو پڑھے گا تو بہت زیادہ اور صحیح علم حاصل ہو گا لیکن اگر اپنے کسی عقیدہ کے ماتحت رکھ کر ان کو پڑھے گا تو یہ نتیجہ نہ نکلے گا۔ پس حضرت صاحبؑ کی کتابیں بالکل خالی الذہن ہو کر پڑھنی چاہئیں۔ اگر کوئی اس طرح کرے گا تو اسے بہت سی برکات نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔'' (ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف ''تحفہ شہزادہ ویلز'' میں براہین احمدیہ کے زمانہ کے ذکر میں فرماتے ہیں: ''جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے پے در پے آپ پر نازل ہونے شروع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کے احکام نازل ہوئے جن کا مطلب یہ تھا کہ اسلام اس وقت نہایت بے کس حالت میں ہے اور دنیا کی نظروں میں حقیر تُو اٹھ کر اس کی مدد کر اور اسی کی عظمت اور صداقت کو لوگوں پر ظاہر کر۔ چنانچہ آپ نے ایک ضخیم کتاب براہین احمدیہ نام اس غرض سے تصنیف کی اور اس میں اسلام کی صداقت اور اس کی دوسرے مذاہب پر فضیلت ثابت کی اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو بلایا کہ اپنی الہامی کتابوں میں جو خوبیاں ہیں ان کو اسلام کے مقابلہ پر ظاہر کریں مگر باوجود بار بار کے بلانے کے لوگ مقابل پر نہ آئے اور ملک کے بڑے بڑے عالموں نے اقرار کیا کہ ایسی کتاب بغیر خدا کی تائید کے نہیں لکھی جا سکتی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ نے کسی بڑے مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی نہ کسی بڑے عالم سے علم سیکھا ہے مگر ابھی وہ کتاب مکمل نہ ہوئی تھی کہ اللہ نے آپؑ پر ظاہر کیا کہ اب ہم تجھ سے ایک اور رنگ میں کام لینا چاہتے ہیں اور تُو مسلمانوں کی روحانی حالت کی درستی کی طرف توجہ کر...'' (تحفہ شہزادہ ویلز، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 488-489)

ایک موقع پر فضائل القرآن کے ضمن میں فرمایا

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی مضمون براہین احمدیہ میں شروع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تین سو دلائل اس کے متعلق پیش کروں گا۔ میں نے اس کے متعلق غور کیا ہے اور اس غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ واقعہ میں وہ تین سو دلائل بیان کیے جا سکتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے علوم اور آپ کے لائے ہوئے نور سے مستفیض ہو کر براہین احمدیہ کی اپنے فہم اور اپنے درجہ کے مطابق تشریح کی جا سکتی ہے۔

براہین احمدیہ میرے نزدیک تفسیر القرآن کا دیباچہ ہے۔ تفسیر القرآن لکھتے وقت پہلے جن مضامین پر سیر کن بحث کرنی چاہئے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں شروع کیا تھا۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس کی ظاہری تکمیل بھی ہو جائے۔ باطنی تکمیل تو اللہ تعالیٰ نے کر دی۔ تین سو دلائل چھوڑ کئی لاکھ دلائل آپ نے پیش کر دیے۔ لیکن جب آسمانی دلائل پیش ہو چکے تو ان ظاہری دلائل کو بھی پیش کر دینا سلسلہ کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ جی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو وہ براہین احمدیہ کا ظاہری مقصد بھی پورا کر دے۔'' (فضائل القرآن نمبر 4، انوار العلوم جلد 12- صفحہ: 415-416) پھر ایک اور موقع پر آپؓ نے براہین احمدیہ والے دس ہزار روپے کے انعامی چیلنج کے ضمن میں فرمایا: ''بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں چیلنج دیا کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی مذہبی کتاب میں سے ان خوبیوں کا پانچواں حصہ بھی ثابت کر دے جو میں نے قرآن کریم میں بیان کی ہیں تو میں اسے اپنی ساری جائیداد انعام میں دے دوں گا۔ اس جائیداد کی قیمت کا اندازہ اس وقت دس ہزار روپیہ کیا گیا تھا کیونکہ اس زمانہ میں زمینیں بہت سستی تھیں۔ ہماری برادری ہی کے ایک آدمی نے اس زمانہ میں کچھ زمین سولہ سو کو خریدی تھی جو اَب ڈیڑھ لاکھ میں بیچی ہے۔ تو اس زمانے میں دس ہزار کے معنی آج کے لحاظ سے لاکھوں روپیہ کے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چیلنج دیا مگر آج تک کسی نے اسے قبول نہیں کیا۔ اب بھی وہ کتاب موجود ہے اور اس کے چیلنج کو ہم آج بھی تسلیم کرتے ہیں...

پروفیسر مارگولیتھ جو اسلام کے بڑے مخالف اور بڑے مصنف ہیں وہ ایک وقت مجھ سے ملنے کے لیے قادیان آئے اور کہنے لگے۔ کوئی ایسی بات پیش کریں جو میرے لیے حجت ہو۔ میں نے ان انعامات کا ذکر کیا جو حضرت مرزا صاحب نے مخالفین اسلام کے لئے پیش کیے ہیں۔ اس پر کہنے لگے اگر میں جواب لکھوں تو کون انعام دے گا کیونکہ مرزا صاحب تو فوت ہو چکے ہیں میں نے کہا، بے شک حضرت مرزا صاحب فوت ہو چکے ہیں مگر آپ کا سلسلہ تو فوت نہیں ہوا۔ آپ جواب دیں، میں آپ کو انعام دوں گا۔''

(تحقیق حق کا صحیح طریق، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 410)

حضورؓ نے اپنے سلسلہ تقریر ''فضائل القرآن'' کے ضمن میں فرمایا: ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے۔ اس میں آپ نے اپنے اس ارادہ کا اظہار فرمایا ہے کہ اسلام کی سچائی اور برتری ثابت کرنے کے لئے میں تین سو دلائل دوں گا۔ میں نے جب اس مضمون پر غور کیا تو گو میں نے دلائل کو گنا نہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اسلام کی برتری اور فضیلت کے تین سو دلائل ان نوٹس میں موجود ہیں جو میں نے اس مضمون کے سلسلہ میں تیار کئے ہیں۔ اگر کوئی شخص میرے ان نوٹوں کو پڑھ لے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی باتیں اس پر واضح ہو جائیں گی... اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مضمون کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو اول تو یہ قرآن کریم کی تفسیر کا ایک نہایت اعلیٰ دیباچہ ہو گا دوسرے براہین احمدیہ کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔ یعنی اُس رنگ میں جس کا شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار فرمایا تھا گو بعد میں اس کی تکمیل اور رنگ میں بھی ہو گئی یعنی وحی اور الہام اور آپ کی ماموریت اور نبوت کی شان نے اسلام کو جس رنگ میں تمام مذاہب پر غالب ثابت کیا وہ تین سو دلائل کے اثر سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی تحریر فرما دیا تھا کہ اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں بلکہ جس طرز پر خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا۔ کیونکہ اب اس کتاب کا وہ خود متولی ہے اور اس کی مشیت کسی اور رنگ میں اس کو تکمیل چاہتی ہے۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پہلی خواہش بھی پوری ہو جائے تو دشمنوں کا یہ اعتراض مٹ جاتا ہے کہ آپ نے براہین احمدیہ کو مکمل نہیں کیا اور وعدہ کے باوجود قرآن کریم کی فضیلت کے تین سو دلائل پیش نہیں کیے۔ (فضائل القرآن نمبر 6، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 349) اسی طرح آگے چل کر آپؓ براہین احمدیہ پر ہونے والے ایک بودے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آجکل تو ''زمیندار'' اور ''احسان'' وغیرہ مخالف اخبارات یہ بھی لکھتے رہتے ہیں کہ کوئی مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی تھے وہ آپ کو یہ مضامین لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ جب تک اُن کی طرف سے مضامین کا سلسلہ جاری رہا آپ بھی کتاب لکھتے رہے مگر جب انہوں نے مضمون بھیجنے بند کر دیئے تو آپ کی کتاب بھی ختم ہو گئی۔ گو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی چراغ علی صاحب کو کیا ہو گیا کہ اُنہیں جو اچھا نکتہ سُوجھتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیج دیتے اور اِدھر اُدھر کی معمولی باتیں اپنے پاس رکھتے۔ آخر مولوی چراغ علی صاحب مصنّف ہیں۔ براہین احمدیہ کے مقابلہ میں اُن کی کتابیں رکھ کر دیکھ لیا جائے کہ آیا کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ پھر وجہ کیا ہے کہ دوسرے کو تو ایسا مضمون لکھ کر دے سکتے تھے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور جب اپنے نام پر کوئی مضمون شائع کرنا چاہتے تو اُس میں وہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ پس اوّل تو انہیں ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضمون لکھ لکھ کر بھیجتے؟ اور اگر بھیجتے تو عُمدہ چیز اپنے پاس رکھتے اور معمولی چیز دوسرے کو دے دیتے۔ جیسے ذوق کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ظفر کو نظمیں لکھ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مگر ''دیوانِ ذوق'' اور ''دیوانِ ظفر'' آجکل دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صاف نظر آتا ہے کہ ذوق کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ ظفر کے کلام میں نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ظفر کو کوئی چیز دیتے بھی تھے تو اپنی بچی ہوئی دیتے تھے اعلیٰ چیز نہیں دیتے تھے حالانکہ ظفر بادشاہ تھا۔ غرض ہر معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی چراغ علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مضامین بھیجا کرتے تھے تو انہیں چاہئے تھا کہ معرفت کے عُمدہ عُمدہ نکتے اپنے پاس رکھتے اور معمولی علم کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھ کر بھیجتے۔ مگر مولوی چراغ علی صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں بھی۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھ لو کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ انہوں نے تو اپنی کتابوں میں صرف بائیبل کے حوالے جمع کئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے وہ معارف پیش کئے ہیں جو تیرہ سَو سال میں کسی مسلمان کو نہیں سُوجھے۔ اور ان معارف اور علوم کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی ان کی کتابوں میں نہیں۔'' (فضائل القرآن (6) انوار العلوم جلد 14 صفحہ 350 مطبوعہ ربوہ)

زمانہ اشاعت براہین احمدیہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ لکھی تھی تو اُس وقت آپ کو خود بھی معلوم نہ تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو نبی بنانے والا ہے اور آپ نہیں سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے الہامات سے کیا مراد ہے لیکن لدھیانہ کا ایک مولوی اس وقت اٹھا اور اس نے اس کتاب کو پڑھ کر اُسی وقت کہہ دیا کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کرنا ہے اس کی ابھی سے مخالفت شروع کر دو۔ اُس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی یہ خیال نہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب کی تائید میں ایک ریویو لکھا...'' (موجودہ فتنہ میں کفر کی تمام طاقتوں کا ہمارے خلاف اجتماع... انوار العلوم جلد 14 صفحہ 495)

اسی طرح مزید دیکھیں تو حضرت مصلح موعودؓ کی لکھی ہوئی تفسیر کبیر میں بھی بعض جگہ براہین احمدیہ کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً جلد پنجم کے صفحہ 342 پر آپؓ حضرت صوفی احمد جان صاحب کے ذکر میں بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح دل و جان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قربان تھے، اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''براہین احمدیہ'' پڑھی ہوئی تھی۔

اسی طرح تفسیر کبیر کی جلد ہفتم کے صفحہ 107 اور 108 پر حکیم اللہ دین کا واقعہ لکھتے ہوئے بتایا کہ وہ پنجاب کے ایک

مشہور طبیب تھے، اور ان کی طبی عظمت کے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب جیسے طبیب بھی قائل تھے۔ آپ بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے گہرے دوست اور نہایت مخلص احمدی حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیروی نے حکیم اللہ دین صاحب کو احمدیت کی تبلیغ کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میاں تم مجھے کیا تبلیغ کرتے ہو۔ تم بھلا جانتے ہی کیا ہو اور مجھے تم نے کیا سمجھانا ہے۔ مرزا صاحب کے متعلق تو جو مجھے عقیدت ہے اس کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی تمہیں ان سے عقیدت نہیں ہوگی۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔ تیرہ سو سال میں بھلا کوئی مسلمان کا بچہ تھا جس نے ایسی کتاب لکھی ہو۔ مرزا صاحب نے اس میں ایسے ایسے علوم بھر دیئے کہ کسی مسلمان کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وہ اسلام کے لیے ایک دیوار تھی جس نے اُسے دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچالیا...

تفسیر کبیر کی جلد دہم کے صفحہ 138-139 پر ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لکھا: "... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے زمانہ میں پیدا کیا جب کتابت کا زور تھا۔ پریس جاری تھے اور ہر چیز شائع ہوکر فوراً لوگوں کی نظروں کے سامنے آجاتی تھی اور یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ الہام میں فلاں واقعہ کا ذکر ہے جو اتنے سال بعد پورا ہوا اِس لیے یہ الہام اس واقعہ کے بعد کا ہے۔ پہلے کا نہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اس اعتراض کے باطل ہونے پر ایک زبردست گواہ ہے۔ چنانچہ میں اس کے ثبوت میں "براہین احمدیہ" کے بعض الہامات پیش کرتا ہوں۔

براہین احمدیہ انگریزی مطبع میں چھپی ہے۔ 1880ء میں اس کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی اور 1884ء میں چوتھی جلد چھپنے کے بعد اس کتاب کی دو جلدیں قانون کے مطابق گورنمنٹ کو بھجوادی گئی تھیں بلکہ لندن میوزیم میں بھی اس کی کاپیاں محفوظ ہیں۔ اس لیے دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ براہین احمدیہ میں جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ 1884ء کے بعد کی ہیں۔

جب یہ کتاب شائع ہوئی ہے اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بے شک لوگوں میں معروف تھے مگر صرف بطور مباحث کے ہزار دو ہزار آدمی آپ کو جانتے تھے مگر اس لیے آپ عیسائیوں یا ہندوؤں وغیرہ کے اُن مضامین کا جواب دیتے رہتے تھے جو وہ اسلام کے خلاف لکھتے تھے۔ یا ایسے لوگ جانتے تھے جو آپ کے تقویٰ کے قائل تھے اور آپ سے محبت و اخلاص رکھتے تھے... پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مسلمانوں کے چوٹی کے علماء میں سے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ لکھی تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اُس پر ریویو لکھا...

لوگ جب کسی کتاب کے متعلق تعریفی ریویو لکھتے ہیں تو کہتے ہیں اس سال کی یہ عظیم الشان کتاب ہے اور وہ کتاب بڑی بھاری سمجھی جاتی ہے۔ اگر کہہ دیا جائے کہ دس سال میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو اس کی شہرت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور اگر کہا جائے کہ ایک صدی کے اندر اندر ایسی کتاب عظیم الشان کتاب اور کوئی نہیں لکھی گئی تو یہ اُس کتاب کی انتہائی تعریف سمجھی جاتی ہے۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی گویا ایک صدی کا سوال نہیں۔ دو صدیوں کا سوال نہیں۔ تیرہ سو سال میں مسلمانوں کی طرف سے اسلام کے فضائل کے متعلق ایسی شاندار کتاب اور کوئی نہیں لکھی گئی۔

غرض مسلمان کیا اور ہندو کیا اور عیسائی کیا سب براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف کرتے تھے..."

☆...☆...☆

بقیہ: براہین احمدیہ میں مطبوعہ فارسی کلام ...... از صفحہ نمبر ۶۴

خاص مناسبت بھی رکھتی ہے، جس انداز میں فارسی میں تصوف اور عرفان کو بیان کیا جاسکتا ہے اور کیا گیا ہے، اس کی مثال عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ملنا مشکل ہے۔ اسی لیے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ماموریت سے قبل بھی اکثر فارسی میں اشعار کہا کرتے تھے جو درِ مکنون کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کا اردو ترجمہ ابھی تک سامنے نہیں آیا، اسی لیے اکثر لوگ ان اشعار سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام، اردو اور عربی منظوم کلام سے مقدار میں تقریباً دوگنا ہے۔

اس مضمون میں ادبی لحاظ سے کلام کی خوبیاں بیان نہیں کی گئیں کیونکہ کلام کا یہ پہلو علیحدہ مضمون کا متقاضی ہے۔ حضرت عبدالحق رامہ صاحب نے علم البدیع، علم البیان اور علم المعانی کی رو سے آپ کے کلام کی کچھ خوبیاں عالمانہ اور خوبصورت انداز میں اپنی کتاب "درِّثمین فارسی کے محاسن" میں بیان کی ہیں، اگر کوئی ادب دوست شخصیت کو دلچسپی ہو تو یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمائیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے فارسی کلام میں جو گہرائی ہے، جو وسعت ہے، جولذت ہے میرا ایمان ہے کہ جب اہل فارس آپ کے کلام کو صاف دل ہو کر پڑھیں گے تو وجد میں آیا کریں گے اور آپ کے کلام کی خوبیاں اور محاسن ذوق و شوق سے بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

آخری ایک بات عرض کر کے اپنا مضمون ختم کرتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شعر کو بھی اسلام کی سچائی اور حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے اسلام کا خادم بنادیا ہے، جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں: "ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے انشاپردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہوگئی تھی، اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹)

براہین احمدیہ میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی تائید سے قرآنی حقائق و معارف کو شعر میں بھی ڈھال کر ایسی خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ انسان ایک طرف ان حقائق و معارف سے انگشت بدنداں ہوتا ہے اور دوسری طرف جس خوبصورتی سے ان کو بیان کیا گیا ہے، وہ دل کو کھینچ کر قرآن و خالق قرآن کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے اس کتاب میں بیشتر اشعار فارسی میں ہی تصنیف فرمائے ہیں اور یہ فارسی زبان کے لیے اعزاز ہے کہ امام وقت نے اس کو اتنی عزت دی ورنہ حضرت اقدس کی اردو اور عربی زبان کی شاعری بھی معجزہ سے کم نہیں، اسی لیے خالق کائنات نے آپ کی تعریف میں فرمایا: کلام افصحت من لدن رب کریم اور پھر فارسی میں فرمایا: در کلام تو چیزی است کہ شعراء را در آن دخلی نیست۔ کہ تیرے کلام میں ایسی خصوصیت ہے کہ دوسرے شعراء کے کلام میں نہیں ہے۔ اور وہ خصوصیت یہی ہے کہ آپ نے شعر کو اسلام کی صداقت ثابت کرنے اور قرآنی حقائق اور معارف بیان کرنے اور مخلوق کے اندر اپنے خالق سے عشق و محبت پیدا کرنے کے حوالے سے خادم اسلام بنادیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆...☆...☆

نصرت الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 114 مطبوعہ 1880ء)

بقیہ: تعارف کتاب تصدیق براہین احمدیہ ...... از صفحہ نمبر ۶۹

"حضرت مرزا صاحب خاتم الانبیاء اصفی الاصفیا ﷺ کے سچے خادم اور اسلام کے باخلاص حامی، اس زمانہ کے مجدّد و مُلہم ہیں۔ مَیں نے چاہا (اور خدا کے فضل سے یقین ہے کہ میری نیت کا ثمرہ مجھے ضرور ملے گا) کہ راستبازوں کا ساتھ دوں اور ان کے انصار سے بنوں۔ اس لیے براہین کی تصدیق پر کمر ہمّت کو چست باندھ کر اس رسالہ کو لکھا۔"

الغرض اس کتاب میں حضورؓ نے علم کے جو دریا بہائے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی علوم پر جو دسترس آپؓ کو عطا فرمائی تھی اُس کا بیان الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف مضامین کو تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد خدا تعالیٰ کی توحید اور اُس کی صفاتِ کاملہ کا بیان کرتے ہوئے آپؓ نے اسلام کی دیگر مذاہب پر برتری اور قرآن کریم کی دیگر مذہبی کتب پر فوقیت کو جس شاندار طریق پر ثابت فرمایا ہے، بے شک یہ اندازِ بیان روح القدس کی تائید سے رونما ہوا ہے اور اس دَور میں ایسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی غلام سے ہی ممکن تھا۔

کتاب کا حصہ دوم جو تناسخ کے حوالے سے لکھا گیا ہے وہ اپنے بیان کے لحاظ سے حرفِ آخر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بے نظیر کتاب کو سند قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کے حوالے سے خوشنودی کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف "فتح اسلام" میں بھی فرمایا ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں: "حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر و عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔" (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 37 حاشیہ)

☆...☆...☆

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کی معرکہ آرا کتاب کا پس منظر اور مختصر تعارف

''تصدیق براہین احمدیہ''

(فرخ سلطان محمود)

حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنے امام کی اطاعت میں سرِتسلیم خم کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل لیکھرام کی ''تکذیب براہین احمدیہ'' کا زبردست علمی جواب ''تصدیق براہین احمدیہ'' کے نام سے تحریر فرمادیا

خدا تعالیٰ کے مامورین جب بھی دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں تو جہاں اشرار الناس اُن کی مذمّت، تکفیر اور تکذیب پر کمر بستہ ہوجاتے ہیں وہاں روح القدس کے اسرار و رموز سے آشنا پاکیزہ روحیں بھی اُن مامورین من اللہ کی تصدیق اور تائید میں صف آرا ہونے لگتی ہیں۔ کچھ ایسا ہی نظارہ ہمیں حضرت اقدس مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت نظر آتا ہے جب ایک طرف تو علمائے سوء نے کِبر و انا پرستی کا مظاہرہ کیا اور ہرممکن طریق پر فتنہ و فساد برپا کرتے ہوئے عَلم بغاوت بلند کیا تو دوسری طرف منتظر نگاہوں کی تسکین اور بے قرار دلوں کی تقویت کے نتیجے میں چشمِ بصیرت رکھنے والوں نے دین العجائز اختیار کرتے ہوئے سرِتسلیم خم کردیا۔ مہدی معہود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت پانے کے بعد یہ پاک روحیں اُس بابرکت وجود کی محبت کی ایسی اسیر ہوگئیں کہ گویا سراپا عشق ہوکر اپنے امام کے اشارۂ ابرو کی منتظر رہنے لگیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور رسول کریم ﷺ کی محبت اور اطاعت میں ارادت مندی کا بے مثال اظہار کرتے ہوئے موعودِ زمانہ کی زبان اور قلم سے جاری ہونے والے ارشادات پر صمیم قلب سے لبّیک کہنے کو اپنی سعادت سمجھنے لگیں۔ راہِ وفا میں ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہزاروں عشاق دیوانہ وار قادیان آکر اپنے قلب و روح کی سیرابی کے سامان کرنے لگے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' کے لقب سے سرفراز ہونے والا وجود دین اسلام کے دفاع میں اور اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے عشق کے اظہار میں بھرپور لسانی و قلمی کاوشوں سے ہر طرف برسرِ پیکار تھا۔ اس کے عزم، حوصلے اور جرأت و استقلال کی نظیر کہیں اَور نہ پاکر بے شمار خادمانِ اسلام مسلسل آپؑ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر آپؑ کی اطاعت کی برکت سے جذبۂ محبت اور شوقِ قربانی کی راہوں میں اپنے قدم تیزی سے بڑھانے لگے۔ مسیح پاک کے انہی عشاق میں آپؑ کے دست مبارک پر اوّلیں طور پر بیعت صداقت کرنے والے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ اپنے علم، تفقّہ فی الدین اور تقویٰ کی بدولت پہلے سے ہی مسلمان علماء کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ مہدیٔ دوراں کے حلقۂ بیعت میں آنے سے گویا نورٌ علیٰ نُور کی سی کیفیت ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ریاست جمّوں میں ملازمت کے دوران جب ایک اشتہار آپؓ کی نظر سے گزرا تو اشتیاقِ ملاقات میں قادیان پہنچے اور حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے تو اس پر مَیں سارا ہی قربان ہوجاؤں۔ پھر بیعت لینے کے لیے عرض کیا تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مَیں اللہ کے حکم کے بغیر اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں اُٹھاسکتا۔ اس پر آپؓ نے عرض کیا کہ پھر حضورؑ وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آجائے سب سے پہلے میری بیعت لی جائے۔ حضورؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ 23؍مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے سب سے پہلے آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضورؑ نے آپؓ کے بارہ میں ''ازالہ اَوہام'' میں فرمایا: ''انہوں نے ایسے وقت میں بلاتردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں...۔''

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کی مامور زمانہ سے للّٰہی محبت اور حضرت اقدس علیہ السلام کی غلامی میں ہر قربانی پیش کرنے کی دلی آرزو اس شدّت سے ظاہر ہوتی رہی کہ آپؓ کی زبان اور قلم سے ادا ہونے والے رشحات بھی آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ قرار پائے۔ چنانچہ آپؓ کا ایک خط حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں درج فرمایا جو اپنے الفاظ اور انداز میں ایسی فدائیانہ روح رکھتا ہے جس کی نظیر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تو نظر آتی ہے مگر بعد کے زمانے میں عشاق کے ایسے نمونے اگر ظہور پذیر ہوئے بھی تو محفوظ نہیں رہ سکے۔ آپؓ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کرکے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں: ''مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہوجائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کردوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔'' (فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35 تا 36)

حکیم الامّت حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے مذکورہ بالا خط میں حضور علیہ السلام کی تصنیف لطیف ''براہین احمدیہ'' کی طباعت پر ہونے والے اعتراضات کے حوالے سے عظیم الشان مالی قربانی پیش کرنے کی قلبی تمنّا کا اظہار ہے۔ دراصل اس عظیم الشان ہستی کے ''براہین احمدیہ'' جیسی معرکہ آرا کتاب کے ساتھ تعلق کے کئی منفرد زاویے نظر آتے ہیں۔ جن میں سے ایک آپؓ کی وہ عظیم الشان قلمی خدمت بھی ہے جو ''تصدیق براہین احمدیہ'' کے نام سے منصّہ شہود پر آئی۔ اس تصنیف کے ظہور میں آنے کا پس منظر یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاجواب کتاب ''براہین احمدیہ'' پر پنڈت لیکھرام اور بعض دوسرے آریوں نے جو اعتراضات کیے تھے وہ ''تکذیب براہین احمدیہ'' اور ''نسخہ خبط احمدیہ'' وغیرہ کے ذریعے لوگوں تک پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے اس جوابی تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا ردّ بڑی عمدگی سے کرتے ہوئے اسلام کی صداقت بڑے زور اور تحدّی سے ثابت کی اور قرآن کریم کی بڑی لطیف تفسیر اپنی کتاب میں بیان فرمائی۔ پہلی بار یہ کتاب 1307ہجری بمطابق 1890ء میں شائع ہوئی۔ بعدازاں نومبر 1923ء میں مہتمم کتاب گھر قادیان نے اسے دوبارہ شائع کیا تھا۔ ایک لمبے عرصے کے بعد اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اس کتاب کو ٹائپ کرواکر 306 صفحات پر شائع کیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کی زبان اپنی ذات میں نہایت عالمانہ ہونے کے علاوہ ہندو مذہب میں مستعمل پرانی زبان کے الفاظ نیز قرآن کریم کی آیات اور عربی محاوروں وغیرہ سے مزیّن ہے اس لیے جدید ایڈیشن میں قارئین کی سہولت کے لیے ایسے تمام مشکل الفاظ اور محاوروں کے تراجم اور مفہوم افادۂ عام کی خاطر شامل کردیے گئے ہیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ قلمی خدمت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں کی تھی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ کی اس تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ لیکھرام نے آریہ مذہب کے دفاع میں قلم اٹھائی اور قریباً تینتیس (33) کتب لکھیں جو بعد میں ''کلیات آریہ مسافر'' کے نام سے مجموعی طور پر شائع کی گئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکھرام سے پہلے پہل تعارف کچھ اس طرح سے ہوا تھا کہ یہ حضور علیہ السلام کو گالیوں سے بھرے خطوط لکھا کرتا تھا۔ اس نے ''تکذیب براہین احمدیہ'' لکھنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سخت مخالفت کرتے ہوئے اسلام، قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخیاں شروع کردی تھیں۔ اس کے انداز کے متعلق حضور علیہ السلام نے آریہ سماج کے ذمہ داروں کو مطلع فرمایا اور اپنی چند کتب بشمول ''شحنۂ حق'' اور ''سرمہ چشم آریہ'' میں بدزبانی کرنے والوں کو عمومی طور پر اور لیکھرام کو خصوصاً سخت تنبیہ فرمائی۔

لیکھرام نے اپنی کتاب ''تکذیب براہین احمدیہ'' کی تصنیف اور اشاعت کے لیے جموں میں رہنے والے پنڈت نراین کول سے بھرپور مدد لی تھی جن کو فارسی اور عربی میں بھی لیاقت حاصل تھی۔ انہوں نے بھی ''براہین احمدیہ'' کا جواب لکھنے کے لیے لیکھرام کی مدد کرنے کی اس کی درخواست بخوشی منظور کرلی۔ چنانچہ لیکھرام پنڈت نراین کول کے پاس کئی بار جاتا رہا اور اکثر چند روز ٹھہر کر اس 'تکذیب' کا مواد جمع کرتا رہا۔ جب اُس کی کتاب ''تکذیب براہین احمدیہ'' تیار ہوگئی تو پنڈت لیکھرام نے پہلی مرتبہ یکم اکتوبر 1884ء کو آریہ سماج گورداسپور کے ایک جلسے میں اس کو سنایا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کتاب تاخیر سے بھی شائع ہو تو بھی اس کی خبر دیگر ذرائع سے آریوں اور دیگر مذاہب تک پہنچ جائے۔

تکذیب براہین احمدیہ کی تکمیل کے بعد 1884ء میں لیکھرام نے پولیس کی نوکری کو خیرباد کہہ دیا اور اسلام دشمنی کو ہی اپنی زندگی کا مشن قرار دے کر سرگرم عمل ہوگیا۔ بعدازاں اُس کی یہ کتاب گورداسپور، امرتسر اور قادیان وغیرہ میں منعقد ہونے والے مزید جلسوں میں بھی پڑھ کر سنائی گئی۔ جولائی 1887ء میں اس کتاب کی پہلی بار اشاعت ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کو اس کتاب کی اشاعت سے سخت تکلیف پہنچی کیونکہ اس کتاب میں کذب اور استہزاء سے بھری ہوئی زبان کا استعمال کیا گیا تھا۔ اور اس لیے بھی کیونکہ اس کی اشاعت سے قبل حضورؑ براہ راست کئی بار آریوں اور خصوصاً لیکھرام کو بدزبانی کرنے سے منع فرماچکے تھے اور اس خبیثانہ فعل کے بداثرات سے متنبہ بھی فرماچکے تھے۔

یاد رہے کہ اس کتاب کی باقاعدہ اشاعت سے قریباً دو سال قبل صرف 1885ء میں حضور علیہ السلام نے دنیا کے مذہبی لیڈران، فرمانرواؤں، مہاراجوں، علماء و فضلاء وغیرہ کو اسلام کی تبلیغ کے لیے بیس ہزار کی تعداد میں اشتہارات اردو اور انگریزی زبانوں میں بھجوائے۔ اور ان میں یہ یقین دہانی بھی کروائی کہ جو لوگ اس دعوت کو قبول کرکے قادیان آئیں گے، حضورؑ کے خرچ پر اُن کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا جائے گا۔ اس دعوت کا صرف ایک ہی مقصد تھا تاکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نشانات کو بچشم خود ملاحظہ کرسکیں اور واپس اپنی قوموں میں جاکر اس کا اظہار کریں کہ اسلام کا ایک زندہ خدا ہے جو انسانوں کی آہ و زاری کو سنتا، قبول فرماتا

اور جواب بھی دیتا ہے۔ ہندوستان میں جن تین لوگوں نے حضور علیہ السلام کی اس پُرخلوص دعوت کو قبول کیا اُن میں پنڈت لیکھرام بھی شامل تھا۔

لیکھرام 19؍نومبر 1885ء کو قادیان آیا اور قریباً دو ماہ یہاں ٹھہرا رہا۔ لیکن بدقسمتی سے اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدی بھائیوں اور اشد معاندین مرزا امام الدین وغیرہ کے ہاتھ چڑھ گیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہمیں اُس بدقسمت لیکھرام کی حالت پر نہایت افسوس آتا ہے کہ چند دن اسلام پر زبان درازی کر کے آخر اُس نے جواناں مرگ جان دی۔ اور وہ قریباً دو ماہ تک قادیان میں بھی میرے پاس رہا تھا اور پہلے اس کی ایسی طبیعت نہیں تھی مگر شریر لوگوں نے اس کی طبیعت کو خراب کر دیا۔ اُس نے بڑی خواہش کے ساتھ یہ قبول کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا مگر قادیان کے بعض شریر الطبع لوگوں نے اُس کے دل کو خراب کر دیا اور میری نسبت بھی اُن نالائق ہندوؤں نے بہت کچھ جھوٹی باتیں اُس کو سنائیں تا وہ میری صحبت سے متنفر ہو جائے پس ان بدصحبتوں کی وجہ سے روز بروز وہ ردّی حالت کی طرف گرتا گیا۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 301)

چنانچہ لیکھرام کے قادیان میں قیام کے دوران ہی حضور علیہ السلام نے اُس کے بارے میں بعض انذاری خبریں بھی پائیں۔ مثلاً ایک کشف یوں بیان فرمایا: ''مَیں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور لیکھرام کا سر پڑا ہوا ہے۔ اُسے اس نیزے سے پرو دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ پھر قادیان میں نہ آوے گا۔'' (تذکرہ صفحہ 246)

الغرض قادیان میں اپنے مختصر قیام کے دوران بھی لیکھرام نے حضور علیہ السلام پر نہایت دریدہ دہنی کے ساتھ حملے جاری رکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء کو پیشگوئی پسر موعود پر مبنی اشتہار شائع کیا۔ ابھی آپؑ ہوشیار پور میں ہی مقیم تھے کہ ماسٹر مرلی دھر نے، جو آریہ سماج ہوشیار پور کے سرگرم رکن تھے، مارچ 1886ء میں دو دن کے ایک مباحثہ کا انعقاد کیا جس کی تفصیل حضورؑ نے کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' میں بیان فرمائی ہے۔ اس کتاب کا جواب لکھنے کی کوشش بھی لیکھرام نے کی اور اپنی کتاب کا نام اس نے ''خبط احمدیہ'' رکھا۔ جبکہ اس دوران وہ ''تکذیب براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے لیے بھی سرگرمی سے کوشش کرتا رہا اور اس میں کامیابی حاصل کر لی۔

1888ء میں شائع کی جانے والی ''خبط احمدیہ'' میں لیکھرام نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے دیے گئے مباہلہ کے چیلنج کو قبول کرلیا۔ اس سے قبل چونکہ ''تکذیب براہین احمدیہ'' بھی شائع ہوچکی تھی۔ دونوں کتابوں میں استعمال ہونے والی زبان نہایت گھٹیا اور استہزائیہ تھی چنانچہ دونوں کتب کی اشاعت کے نتیجے میں مسلمانوں کے زخمی دل مزید مجروح ہوئے۔ اس تکلیف کا احساس کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 26؍جولائی 1887ء کو حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے ''تکذیب'' پر ایک عمدہ تبصرہ کیا اور ساتھ ہی حضرت مولوی صاحب کو اس کتاب کا ردّ لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت اقدسؑ اپنے اس مکتوب میں فرماتے ہیں:

''حال میں لیکھرام نامی نے میری کتاب براہین کے ردّ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام 'تکذیب براہین احمدیہ' رکھا ہے۔ یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اس کے پاس کچھ نہیں۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خوان اور دنی الطبع ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی علمی طور سے متعلق ہے وہ کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے۔ اس پُر افتراء کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے۔...... آپ اوّل سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کئے ہیں ان سب کو ایک پرچہ بیاد داشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں۔... غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جد و جہد جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں۔''

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مذکورہ خط میں لیکھرام کی علمی حیثیت کے متعلق جو رائے قائم فرمائی تھی، چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے بھی الہاماً اس کی تصدیق ان الفاظ میں فرماتے ہوئے لیکھرام کے بدانجام کی خبر بھی دے دی کہ عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ۔ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اُس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدّر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔

بہرحال حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنے امام کی اطاعت میں سرتسلیم خم کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل لیکھرام کی ''تکذیب براہین احمدیہ'' کا زبردست علمی جواب ''تصدیق براہین احمدیہ'' کے نام سے تحریر فرمادیا۔ اگرچہ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی لیکھرام کی کتاب کے جوابات بعض اہل علم حضرات کی طرف سے لکھے گئے تھے۔ مثلاً نکودار ضلع جالندھر کے ایک عرائض نویس شہاب الدین چشتی نے ایک کتاب بعنوان ''تائید براہین احمدیہ'' لکھی تھی جو کہ قیصری پریس جالندھر سے 1891ء میں شائع ہوئی تھی۔

بہرحال ایک طرف تو لیکھرام مسیح آخرالزمانؑ کی اس دعائے مباہلہ کا نشانہ بنا اور اپنے بدانجام کو پہنچا:

آلا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

یعنی اے لیکھرام تُو کیوں حضرت محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ تُو حضرت محمد ﷺ کی اُس تلوار سے کیوں نہیں ڈرتا جو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ (تذکرہ صفحہ 186-187 مطبوعہ قادیان 2008ء)

اور دوسری طرف روح القدس کی تائید سے لکھا جانے والا یہ مضمون ایسی عظیم الشان کتاب کی اشاعت کا سبب بنا جو قیامت تک مسلمانوں کے لیے دین اسلام کی سربلندی اور آنحضور ﷺ کی رسالت اور آپؐ کے غلام صادق کی سچائی پر مہر صداقت ثبت کرتی چلی جائے گی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر نبی کی صداقت کے زندہ ثبوت اس کتاب میں بدرجہ اتم مہیا کیے گئے ہیں۔ چنانچہ کتاب کے ابتدائی صفحات میں قرآن کریم میں بیان ہونے والے انبیاء علیہم السلام کے حالات، اُن کے دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی شدید مخالفت اور نتیجۃً دشمنوں کی ہلاکت کے بعد كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ کے عظیم الشان وعدے کے ظہور کے نتیجے میں انبیائے کرام کی بالآخر کامیابی و کامرانی کا بیان نہایت پُراثر انداز میں ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں شامل ہے۔ متعلقہ آیاتِ قرآنی کی لطیف تفسیر کرتے ہوئے آپؓ نے تمام انبیاء کے لیے اس وعدے کے ایفاء ہونے کو ہستی باری تعالیٰ کی عظیم الشان دلیل قرار دیا ہے۔ اسی حوالے سے حضورؓ بیان فرماتے ہیں کہ یہ سارے انبیائے کرام توحید کے قیام اور شرک کی تمام اقسام کو زائل کرنے کے لیے ہر قربانی کے لیے سراپا کوشاں رہے اور اس راہ میں اس لیے اپنی جان و اموال کی پروا نہیں کی کیونکہ انہیں یوم آخرت پر اور قیامت کے بعد جزا سزا کے نظام پر غیر متزلزل ایمان تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے بظاہر متموّل اور طاقتور کفّار کے بالمقابل کمزور اور مفلس مگر عاقبت اندیش اہلِ ایمان کو اس دنیا میں بھی سرخرو فرما کر اپنی ہستی کے قادر، متصرف اور مالک ہونے کا ثبوت دیا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (الزخرف:۳۶) اور آخرکار کامیابی خدا کے پاس پرہیزگاروں ہی کا حصہ ہے۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب راستی اور راستبازی کا معیار ہے۔ یہی ہمیشہ ہر ملک میں تعجب انگیز اور راحت بخش معجزہ اور الٰہی نشان ہے! اور یہی بھلوں کو بروں سے مقابلہ کرتے وقت یقیناً تسلّی دِہ رہا ہے، ہے اور رہے گا۔

قرآن کریم کے مضامین پر جو دسترس خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضورؓ کو عطا فرمائی تھی اس کتاب کے مطالعہ کے دوران یہی احساس جاگزیں رہتا ہے کہ حضورؓ نہایت روانی سے قرآن کریم کی متعلقہ آیات پیش کر کے اُن کی لطیف تفسیر ارشاد فرما رہے ہیں اور پھر اپنے تفسیری نکات کی تائید میں دیگر قرآنی آیات کے علاوہ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتب (خصوصاً وید اور اناجیل) سے اخذ کردہ حوالے بھی ایک تسلسل کے ساتھ پیش فرماتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح جہاں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؓ کو دیگر عالمگیر مذاہب کی تعلیم اور اُن کی تاریخ پر عبور حاصل ہے وہاں موازنہ مذاہب پر بھی آپؓ کی دسترس دیکھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ پھر ہر مضمون کو بیان فرمانے کے بعد آپؓ یہ اظہار بھی فرماتے چلے جاتے ہیں کہ جس خداوند نے صحفِ سابقہ کو نازل کیا تھا اُسی نے خاتم الکتب قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے۔ ہاں صرف ایک فرق ہے کہ پرانے آسمانی صحیفے تو وقت کے ساتھ ساتھ انسانی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکے لیکن قادر مطلق نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری قیامت تک کے لیے خود لے لی ہے اس لیے اگر کسی بھی معاملے میں دو کتب سماوی میں اختلاف نظر آئے گا تو اس کا بہرحال فیصلہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہی کیا جائے گا۔

حضورؓ کے عظیم الشان علمی معیار کا اندازہ کرنے کے لیے بھی یہ کتاب ایک بھرپور پیمانہ ہے۔ نیز قارئین کے اذہان کو جھنجوڑنے اور حقائق سے روشناس کرنے کے لیے حضورؓ وقفے وقفے سے سوال بھی اٹھاتے ہیں جن سے ہر قاری کا ذہن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جو بھی خدا تعالیٰ کی خاطر قربانیاں پیش کرتے ہیں تو اُن کے نام عزت اور محبت کے ساتھ زندہ رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ انبیائے کرام اور اُن کی طرف منسوب ہونے والے دین کے جان نثاروں کے اسماء ہی تاریخ میں عزت کے ساتھ یاد رکھے جاتے ہیں لیکن انبیائے کرام کی مخالفت کرنے والوں اور اُن کے مدّمقابل آ کر ظلم کرنے والوں کے نام اور اُن کے واقعات محض عبرت دلانے کے لیے ہی محفوظ رکھے گئے ہیں۔

انسانی تاریخ کے زمانی ادوار کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کریم میں بیان فرمودہ قصص انبیاء کو بیان فرماتے ہوئے حضورؓ نے آنحضور ﷺ کی عظیم الشان فتوحات اور فقید المثال کامیابیوں کو آپؐ کے من جانب اللہ ہونے کے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ جس کے بعد حضورؓ اپنے قارئین سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا ایسی کامیابی کسی مُلہم، کسی مدعیٔ الہام، کسی ریفارمر، کسی مصلح، کسی رسول یا کسی بادشاہ کو کبھی ہوئی ہے؟ آپؐ نے نہ صرف اپنا ملک بلکہ اپنے مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موعود ملک بھی آزاد کرالیا۔ کس کے وسیلے سے ایسی عملی طاقت ظہور میں آئی؟ یاد رکھو یہی ایک راحت بخش قانون ہے جو سچائی کا معیار رہا ہے اور رہے گا۔ اور یہی تسلی دِہ معجزہ ہے جس سے بھلائی اور برائی کو عام نظر کا آدمی بھی امتیاز کرسکتا ہے۔ ہاں فتح مندی اور کامیابی کا تاج لینے کے واسطے استقامت، حسنِ ظن، وفاداری، راستی اور کوشش شرط ہے۔

اپنے ابتدائی مضمون کو اختتام کی طرف لے جاتے ہوئے حضورؓ نے بالتفصیل ہندوستان کی مذہبی تاریخ بیان فرمائی ہے۔ نیز یہاں کی مذہبی رسوم اور معاشرتی اقدار پر روشنی ڈالتے ہوئے شرک اور ایمان کے مختلف تقاضے بیان فرمائے ہیں۔ ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے عقائد کی بنیاد پر اُن کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں مشرکوں سے نکلتے، توحید کی طرف آتے ہوئے گروہ، بلکہ یوں کہیے اسلام کے قریب آنے والے دیانندی پنتھ کو جب مختلف اسباب سے رکاوٹ ہوئی اور دھوکے میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ مجدد کو پیدا کیا اور انہیں توفیق دی کہ آریہ اور اُن کے سوا جس قدر اسلام کے مخالف ہیں ان سب کو موجہ اقوال سے سمجھاویں اور مغالطات کے مواقع سے انہیں آگاہ کریں۔ حضرت میرزا صاحب نے اس مقصد اعلیٰ کی ابتدائی تحریک کے واسطے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''براہین احمدیہ'' رکھا۔

اس کے بعد حضورؓ نے ''تکذیب براہین احمدیہ'' کا ذکر کرتے ہوئے اس میں بیان شدہ مضامین کا سوال و جواب کی طرز پر ایک مبسوط ردّ پیش فرمایا ہے۔ اپنی اس کاوش کی ایک وجہ آپؓ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ......باقی صفحہ ۶۷ پر......

براہین احمدیہ۔حقانیت اسلام کا زندہ و تابندہ کا نشان

براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اشاعت میں ۲۳سالہ تاخیر کی الٰہی حکمتیں

براہین احمدیہ میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلائل موجود ہیں۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

(عبد السمیع خان)

حقیقت یہ ہے کہ براہین احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ رونما ہونے والے تمام عظیم واقعات کا خلاصہ ہے اس میں اردو، فارسی، انگریزی، عبرانی اور عربی زبانوں میں کثیر الہامات موجود ہیں جو اکثر پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں اور ان کا ایک بڑا حصہ براہین جلد 5 کی اشاعت تک پورا ہو کر اسلام کی سچائی ظاہر کر چکا تھا اور یہی اس کتاب کا مقصود تھا

براہین احمدیہ کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ کا تعارف کراتے ہوئے اس کے 6 قسم کے فوائد اور مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ ان کا خلاصہ حضورؑ کے الفاظ میں یہ ہے۔

1۔ ''وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جاوے گا اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے۔''

2۔ ''یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہو گی۔''

3۔ ''جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ آریہ۔ برہمو۔ بت پرست۔ دہریہ۔طبعیہ۔ اباحتی۔ لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔... بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔''

4۔ ''اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ قدر ہر یک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔''

5۔ ''اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلامِ ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی ... منکشف ہو جائے گی۔ کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور وہ تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہر یک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے۔''

6۔ ''اس کتاب کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہو گا۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 129 تا 131)

ان سب مقاصد کو ملحوظ رکھ کر براہین احمدیہ اللہ تعالیٰ کی خاص بشارات اور تقدیروں کے ماتحت لکھی گئی۔ یہ اللہ اور اس کے دین کی صداقت کے لیے حجت قاطعہ ہے۔ یہ کتاب جب آقا مکی و مدنی کے دست مبارک میں آتی ہے تو ایک خوش رنگ میوہ بن جاتی ہے اور یہ میوہ جب اسلام کے جسم کا حصہ بنتا ہے تو اس کے تن مردہ میں ایک نئی روح پڑ جاتی ہے۔ اور اس کا رس دین کی نشأۃ ثانیہ کے لیے آبِ حیات کا کام دیتا ہے۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ 275)۔ براہین احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کے علم لدنی کا بے مثال شاہکار ہے۔ اگر اس کا خلاصہ دو فقروں میں نکالنا مقصود ہو تو وہ یوں بنتا ہے۔ اسلام کامل مذہب ہے اور اسلام زندہ مذہب ہے۔ اس کتاب کے تمام مضامین انہی دو چشموں سے پھوٹتے اور قرآن کی صداقت کو آشکارا کرتے ہوئے بالآخر دلائل حقیت اسلام کے لامتناہی سمندر میں جا گرتے ہیں۔ پس براہین احمدیہ صداقت اسلام و قرآن کے دلائل کے سمندر کی طرف بہنے والا ایک دریا ہے۔

براہین احمدیہ کا ماحول

آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل یہ دنیا اپنی تاریخ کے ایک انتہائی نازک دور سے گزر رہی تھی۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ بعثت کو چھوڑ کر ایسا عالمگیر تاریکی کا زمانہ دنیا پر کبھی نہ آیا تھا۔ مادیت کی شرربار ہواؤں نے ہر خِرمَن ایمان کو جلا دیا تھا۔ دکھوں کے بیوپاریوں نے محبت اور پیار کا ہر پھول انسانیت کی ڈالی سے نوچ پھینکا تھا تاریکی کے فرزندوں نے روحانیت کی ہر چنگاری تک بجھا دی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین حق اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا۔

یہ وہ دور تھا جب اسلام ہر طرف سے نرغۂ اعداء میں تھا اور ہر مذہب و ملت کے علمبردار اس آسمانی مشعل کو بجھانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ اسلام کا دل اپنوں کے سلوک سے پارہ پارہ اور سینہ دشمنوں کے تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ ایسے تاریک و تار وقت میں ضرورت تھی کہ خدا کی تجلیات کا سورج اس کے کسی پاک بندے کے افق قلب سے طلوع ہو کر دنیا میں اجالا کرے اور دین کو ایک نئی زندگی عطا کرے اور تمام باطل عقیدوں اور جھوٹے مذاہب کا استیصال کر کے دنیا میں توحید رب کریم اور عظمت خیر الانام ﷺ کو قائم کرے۔

چنانچہ خدا نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور اپنے ایک بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر شیطانی لشکروں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف اور دقائق کا اسلحہ ساتھ دیا تا اس آسمانی پتھر کے ذریعے وہ موم کا بت توڑ دیا جائے جسے سحر فرنگ نے تیار کیا ہے۔

یہ وجود حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کے غلام صادق حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی موعود کا تھا۔ اور آپ کو جو آسمانی تحائف عطا کیے گئے ان میں سے ایک بہت شیریں میوہ براہین احمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔

براہین احمدیہ کا مدعا

براہین احمدیہ کا مدعا اور مقصود کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ خود فرماتے ہیں: ''سب طالبان حق پر واضح ہو جو مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراھین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ہے یہ ہے جو دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ نہ رہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ 23) ''اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے۔ (۱) اوّل تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان و شوکت و قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالفِ اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اُس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کے لیے عدالت میں رجسٹری بھی کرا لے۔ (۲) دوم اُن آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں۔

اوّل وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دُعا اور توجّہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جن کو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص و ممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔

دوم وہ نشان کہ جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بے مثل طور پر پائے جاتے ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر یک عام و خاص پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا۔

سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسولؐ برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتی ہیں جن کے اثبات میں اس بندۂ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادرِ مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچّے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیّہ اور اسرار لدنیہ اور کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کہ جو خود اس خادمِ دین سے صادر ہوئی ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت رویت گواہ ہیں کتاب موصوف میں درج کئے ہیں۔'' (برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 38-39)

300دلائل کا مجموعہ

آپؑ نے اس کتاب میں اسلام کی صداقت کے تین سو دلائل لکھنے کا اعلان کیا۔ فرماتے ہیں: ''یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہو گی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 129)

ایک عظیم الشان اور فقید المثال امتیاز اس کتاب کا یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ تمام دلائل خود قرآن کریم سے ماخوذ ہیں۔ دعویٰ بھی قرآن کا ہے اور دلیل بھی قرآن کی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس کتاب میں جس قدر دلائل حقیت قرآن مجید اور براہین صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہیں یا جو جو فضائل اور محاسن قرآن شریف کے اور آیات بینات منجانب اللہ ہونے اس کتاب کے کتابِ ہٰذا میں درج کئے ہیں یا جس طور کا اس کی نسبت کوئی دعویٰ کیا ہے وہ سب دلائل وغیرہ اسی مقدس کتاب سے ماخوذ اور مستنبط ہیں یعنی دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح نے کیا ہے اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اسی پاک کتاب نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نہ ہم نے فقط اپنے ہی قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ جابجا وہ سب آیات کہ جن سے ہماری دلائل اور دعاوی ماخوذ ہیں۔ درج کرتے گئے ہیں۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 صفحہ 88)

براہین احمدیہ میں آپ نے تمام مذاہب عالم کو دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ جو شخص حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے ان دلائل کا جو آپ نے قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش فرمائے ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ ہی نکال کر دکھلائے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو حضور ہی کے دلائل کو نمبروار توڑ دے تو آپ بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے حوالے کر دیں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بیجا عذرات رفع کرنے کے لئے اور اپنی حجت ان پر پوری کرنے کے لئے خوب بندوبست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین

پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہوسکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1صفحہ 9-10)

اس عظیم الشان کتاب کے پہلے دو حصے 1880ء میں، تیسرا حصہ 1882ء میں اور چوتھا حصہ 1884ء میں شائع ہوا۔ آپ کو مدتوں قبل عالم شباب میں اس کتاب کی تصنیف سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی جس کے متعلق تفصیلی رؤیا براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 کے صفحہ 275 پر درج ہے۔

عظیم بشارت

حضرت مسیح موعودؑ کے اس خواب سے بہت پہلے مشرق وسطیٰ کے ایک قدیم بزرگ حضرت یحیٰی بن عقب نے اپنے ایک الہامی قصیدہ میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان یہ بتلایا تھا۔

ویاتی بالبراھین اللواتی
تسلمھا البریۃ بالکمال

یعنی مہدی موعود آنحضرت ﷺ کی سچائی کے ایسے براہین لائے گا جن کو اس کے کمالات کی وجہ سے خلقت تسلیم کرے گی۔ (شمس المعارف الکبریٰ جلد1صفحہ 340)

دلائل کا طریقہ کار

دلائل کے لیے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا لائحہ عمل اور طریق کار بھی مقرر کر دیا تھا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”جو دلائل اور براہین فرقان مجید کی کہ جن سے حقیت اس کلام پاک کی اور صدق رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے دو قسم پر ہیں۔

اول۔ وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرتؐ کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں یعنی ایسی دلائل جو اسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرتؐ کی ہی خصال قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

دوسری وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرتؐ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثات متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔

اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے۔ دلیل بسیط اور دلیل مرکب۔

دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثبات حقیت قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرتؐ کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں۔

اور دلیل مرکب وہ دلیل ہے جو اس کے تحقق دلالت کے لئے ایک ایسے کل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع اس پر نظر ڈالی جائے یعنی نظر یکجائی سے اس کی تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق اس حالت کا تحقق حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت آنحضرتؐ مستلزم ہو اور جب اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہئے حاصل نہ ہو۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1صفحہ 31 تا 36)

حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا:

باب اول: حقیت اسلام کی بیرونی شہادتیں

ذیلی ابواب: امور محتاج الاصلاح۔ امور محتاج التکمیل۔ امور قدرتیہ۔ امور غیبیہ

باب دوم: حقیت اسلام کی اندرونی شہادتیں

باب سوم: نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی بیرونی شہادتیں

باب چہارم: نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی اندرونی شہادتیں

تائید اسلام کا دوسرا رخ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی صداقت کے ان 300 دلائل کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے 50 جلدوں میں لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ مگر یہ سلسلہ ابھی جلد چہارم تک پہنچا تھا کہ مشیت ایزدی کی تاریں ہلنے لگیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو تاج ماموریت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ ایک دوسرے رخ سے اسلام کے دفاع اور تائید میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے براہین احمدیہ جلد چہارم کے آخر پر اس کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: ”ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردۂ غیب سے انی انا ربك کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔“ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد1صفحہ 673) اس کے بعد قضاو قدر کے مصالح سے اس کتاب کی اشاعت 23 سال تک معرض التوا میں رہی اور پھر 1905ء میں حضورؑ نے اس کتاب کا حصہ پنجم رقم فرمایا اور اس التوا کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا:

التوا کی حکمتیں

امابعد واضح ہو کہ یہ براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصےؔ اس کتاب کے چھپ کر پھر تخمیناً تیئس ۲۳ برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ اور عجیب تر یہ کہ اسی ۸۰ کے قریب اِس مدت میں مَیں نے کتابیں تالیف کیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں لیکن اِس کتاب کی تکمیل کے لئے توجہ پیدا نہ ہوئی اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد پیدا بھی ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گذر گیا مگر باوجود کوشش بلیغ اور باوجود اس کے کہ خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کے لئے سخت الحاح ہوا اور اس مدت مدید اور اس قدر زمانہ التوا میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلودہ تھے اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہوسکتے تھے مگر پھر بھی قضاء و قدر کے مصالح نے مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قضاء و قدر درحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے باہر نکل جانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے بلکہ اس بات کے تصور سے دل دردمند ہو جاتا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گذر گئے مگر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں انسان تقدیر الٰہی کے ماتحت ہے اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادہ کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار جدوجہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کرسکتا۔ لیکن جب خدا کے ارادہ کا وقت آجاتا ہے تو وہی امور جو بہت مشکل نظر آتے تھے نہایت آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے تمام کاموں میں حکمت اور مصلحت ہوتی ہے تو اس عظیم الشان دینی خدمت کی کتاب میں جس میں اسلام کے تمام مخالفوں کا رد مقصود تھا کیا حکمت تھی کہ وہ کتاب تخمیناً ۲۳ برس تک مکمل ہونے سے معرض التوا میں رہی۔ اس کا جواب خدا ہی بہتر جانتا ہے کوئی انسان اس کے تمام بھیدوں پر محیط نہیں ہوسکتا مگر جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصے کہ جو شائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آجاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصّہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک کہ امتدادِ زمانہ سے وہ سربستہ امور کھل جائیں اور جو دلائل اُن حصوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام جابجا مستور ہے جو اس عاجز پر ہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اس بات کا محتاج تھا کہ جو پیشگوئیاں اس میں درج ہیں اُن کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس لئے خدائے حکیم وعلیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آگئیں اور یاد رہے کہ کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ مذہب منجانب اللہ ہے دو قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رو سے ایسا جامع اور اکمل اور اتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کر سکے۔ اور کوئی نقص اور کمی اس میں دکھلائی نہ دے۔ اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو۔ یعنی ان خوبیوں میں کوئی مذہب اس کے برابر نہ ہو جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ:۴) یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا اور میں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارہ میں بیان کی ہے اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔ اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے ...دوم۔ پھر دوسری قسم فتح کی جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر مہر لگاتی ہے اس کی زندہ برکات اور معجزات ہیں جن سے دوسرے مذاہب بکلی محروم ہیں ... اور اگرچہ سچا مذہب ہزارہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالبِ حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں۔ اس لئے ان دو قسم کی دلیلوں کے موجود ہونے کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ اور میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیّت اسلام کے لئے تین سو ۳۰۰ دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزارہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا اور مذکورہ بالا دلائل کے لکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا... سو میں انشاء اللہ تعالیٰ یہی دونوں قسم کے دلائل اس کتاب میں لکھ کر اس کتاب کو پورا کروں گا۔ اگرچہ براہین احمدیہ کے گذشتہ حصوں میں نشانوں کے ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا مگر میرے اختیار میں نہ تھا کہ کوئی نشان اپنی طاقت سے ظاہر کرسکتا اور کئی باتیں پہلے حصوں میں تھیں جن کی تشریح میری طاقت سے باہر تھی لیکن جب تیئس ۲۳ برس کے بعد وہ وقت آ گیا تو تمام سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے میسر آ گئے اور موافق اُس وعدہ کے جو براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں درج تھا قرآن شریف کے معارف اور حقائق میرے پر کھولے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ (الرحمٰن:۲-۳) ایسا ہی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے گئے۔“ (براہین احمدیہ جلد 5 روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 2 تا 7)

پھر فرمایا: ”جو براہین احمدیہ کے بقیہ حصّہ کے چھاپنے میں تیئس ۲۳ برس تک التواء رہا یہ التواء بے معنی اور فضول نہ تھا بلکہ اِس میں یہ حکمت تھی کہ تا اُس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیشگوئیاں ہیں کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصّے عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پنجم حصہ کا عظیم الشان مقصد یہی تھا کہ وہ موعودہ پیشگوئیاں ظہور میں آجائیں۔ اور یہ خدا کا ایک خاص نشان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے اِس وقت تک مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ وہ نشان ظہور میں آ گئے تب وہ وقت آ گیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے اور اِس حصہ پنجم کے وقت جو نصرت حق ظہور میں آئی ضرور تھا کہ بطور شکر گذاری کے اس کا ذکر کیا جاتا۔ سو اس امر کے اظہار کے لئے میں نے براہین احمدیہ کے پنجم حصہ کے لکھنے کے وقت جس کو درحقیقت اس کتاب کا نیا جنم کہنا چاہئے اس حصہ کا نام نصرت الحق بھی رکھ دیا تا وہ نام ہمیشہ کیلئے اس بات کا نشان ہو کہ باوجود صدہا عوائق اور موانع کے محض خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد نے اِس حصہ کو خلعتِ وجود بخشا۔ چنانچہ اس حصہ کے چند اوائل ورق کے ہر ایک صفحہ کے سر پر نصرت الحق لکھا گیا مگر پھر اس خیال سے کہ تا یاد دلایا جائے کہ یہ وہی براہین احمدیہ ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر براہین احمدیہ کا حصہ پنجم لکھا گیا...

دوسرا سبب اس التواء کا جو تیئس ۲۳ برس تک حصہ پنجم لکھا نہ گیا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اُن لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اُتر آئے اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو اُن کے لئے اچھا ہوتا۔ لیکن اس قدر دیر سے اُن کی فطرتی حالت آزمائی گئی۔

اِس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے

بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُسی کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف تھا کہ جو شخص اُس کے نزدیک مفتری ہے اور اُس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اُس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اس کو تیئیس ۲۳ برس تک مہلت دے تا وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے باقی ماندہ حصہ کو جہاں تک ارادۂ الٰہیہ ہو اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا اُس پر یہ بھی احسان کرے کہ جو باتیں اس تکمیل کے لئے انسانی اختیار سے باہر تھیں ان کو اپنی طرف سے انجام دے دے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں کرتا جس کو جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے۔ پس اس قدر دیر اور التواء سے یہ نشان بھی ظہور میں آ گیا کہ نصرت اور حمایت الٰہی میری نسبت ثابت ہوگئی۔ اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے تھے اور مباہلہ کے رنگ میں جھوٹے پر بد دُعائیں کرتے تھے دنیا سے گذر گئے مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا اور میری وہ حمایت کی کہ جھوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دنیا میں بہت ہی کم سچے اور راستباز گذرے ہوں گے جن کی ایسی حمایت کی گئی ہو۔ پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے مگر اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول کرنے کے لئے طیار ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 8 تا 10)

3 عظیم حکمتیں

گویا تاخیر طبع کی 3 بڑی حکمتیں یہ ہیں

1۔ اسلام کے زندہ مذہب قرار پانے کے لیے ان نشانوں اور پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری تھا جو براہین میں درج تھیں۔

2۔ حضرت مسیح موعود پر قرآنی حقائق اور معارف کا ظہور۔

3۔ حضرت مسیح موعود کی نصرت اور حمایت کے وعدوں کو پورا کر کے حضور کی سچائی ثابت کرنا جو خود اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے۔

یہ تینوں امور خدا کی ہستی، اسلام کے زندہ مذہب ہونے اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہیں آیئے دیکھیں کہ یہ کیسے وقوع پذیر ہوئے

مقاصد کی تکمیل

حقیقت یہ ہے کہ براہین احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ رونما ہونے والے تمام عظیم واقعات کا خلاصہ ہے اس میں اردو، فارسی، انگریزی، عبرانی اور عربی زبانوں میں کثیر الہامات موجود ہیں جو اکثر پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں اور ان کا ایک بڑا حصہ براہین جلد 5 کی اشاعت تک پورا ہو کر اسلام کی سچائی ظاہر کر چکا تھا اور یہی اس کتاب کا مقصود تھا۔

براہین احمدیہ جلد 5 کا ایک بڑا حصہ اسی موضوع پر مشتمل ہے۔ باب نمبر 2 کا مضمون یہی ہے۔ حضور نے بہت سی پیشگوئیاں لکھ کر ان کا پورا ہونا ثابت کیا ہے مثلاً آغاز میں کچھ الہامات لکھ کر ان کو 7 طرح کی پیشگوئیوں میں تقسیم کیا ہے پھر فرمایا: "ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس ۱۰ لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر خارق عادت ہیں سو ہم اوّل صفائی بیان کے لئے ان پیشگوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 72) پھر فرمایا یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 75) یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اکثر الہامات قرآنی آیات پر مشتمل ہیں یا معمولی کمی بیشی کے ساتھ ہیں۔ جن کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ ملہم قرآن کا متبع اور سچا پیرو کار ہے اور اسی کی برکت سے اللہ اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور حسب حالات اس کے ساتھ یہ پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔ اس کا پیغام وہی ہے جو قرآن کا پیغام ہے۔

کئی پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کے اصل معانی کی طرف حضور کی توجہ نہیں گئی یا اس کی کوئی تاویل کی اور وہ کسی اور رنگ میں پوری ہوئی یہ حضور کی صداقت اور عدم بناوٹ کا ثبوت ہے کیونکہ ایک جھوٹا ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے اور پیشگوئی کی حقیقی تفسیر کا وقت وہی ہوتا ہے جب وہ ظاہر ہو کر اصل معانی بیان کر دے۔

10 قسم کی عظیم پیشگوئیاں

اگر عمیق نظر سے جائزہ لیا جائے تو براہین میں درج الہامات اور پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کی ایک ہزار سالہ زندگی کا انڈکس اور خلاصہ ہیں اور وہ آج تک پورے ہوتے چلے آ رہے ہیں ان کو عمومی طور پر 10 حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

1۔ آپ کو امام بنانے اور ایک عظیم جماعت ملنے کی خبر دی گئی إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ ینصرك رجال نوحی الیهم من السمآء۔

I shall give you a large party of islam۔

فرماتے ہیں: "آدم کے لفظ سے بھی وہ آدم جو ابوالبشر ہے مراد نہیں بلکہ ایسا شخص مراد ہے جس سے سلسلۂ ارشاد اور ہدایت کا قائم ہو کر روحانی پیدائش کی بنیاد ڈالی جائے گویا وہ روحانی زندگی کے رو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے۔ اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں روحانی سلسلہ کے قائم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اس سلسلہ کا نام و نشان نہیں۔" (صفحہ 585) یہ تمام صفحات روحانی خزائن جلد 1 کے ہیں۔

2۔ آپ کو صحیح بخاری میں مندرج حدیث رسول ﷺ میں بیان کردہ رجل فارسی کا مصداق بنانے اور احیاء دین کی پیشگوئی۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله۔ ان الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللّٰہ رد علیهم رجل من الفارس (صفحہ ۵۹۲) یحیی الدین و یقیم الشریعة (صفحہ 590)

3۔ آپ کو منصب نبوت و رسالت عطا کرنے کی پیشگوئی۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: "خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔ اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوند کریم نے اس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اتماماً للحجة دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی شہادت سے آسمانی نشانی پیش کی گئی اور اُن کے معارضہ اور مقابلہ کے لئے تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا تا کوئی دقیقہ اتمام حجت کا باقی نہ رہے اور ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔ غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اَور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ امم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے اور جو کچھ اس بارے میں توفیقات غیبیہ اس عاجز کو دی گئی ہیں وہ ان میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔" (صفحہ 596-597)

4۔ آپؑ کو مسیح بنانے، غلبہ دینے اور طبعی وفات کی پیشگوئی۔ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ [وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا] وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ...اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے (صفحہ 664-665)

5۔ تمام نبیوں کا مثیل بنانے کی پیشگوئی۔ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء۔ اس کتاب میں آپ کو آدم، نوح، ابراہیم، یوسف، موسیٰ، داؤد اور سلیمان، ذوالقرنین کے نام دیے گئے۔ حضور نے اس الہام کی واقعاتی تفسیر جلد 5 میں کی ہے۔

6۔ آپ کو تفسیر قرآن عطا کیے جانے اور اسلام کی قلمی خدمت کی توفیق کی پیشگوئی۔ الرَّحْمَٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ (صفحہ 265) حضرت علیؓ نے آپ کو اپنی تالیف کردہ تفسیر قرآن عنایت کی (ص 599) کتاب الولی ذوالفقار علی (صفحہ 591)

God is coming by his army.He is with you to kill enemy.

کا ترجمہ فرمایا خدائے تعالیٰ دلائل اور براہین کا لشکر لے کر چلا آتا ہے وہ دشمن کو مغلوب اور ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ آپؑ نے گو پورے قرآن کی تفسیر نہیں لکھی مگر منتخب آیات کی تفسیر 8 جلدوں میں شائع شدہ ہے اور قرآنی معارف وحقائق کا خزانہ ہے آپ کی قوت قدسیہ سے فیض پا کر آپ کے موعود فرزند مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر (10 جلدیں) لکھی اور اسی فیض کا ایک نمونہ حقائق الفرقان (4 جلدیں) از حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بھی ہے۔

7۔ خدا کی طرف سے تائید و نصرت کی بشارت۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ۔ واللّٰہ متم نوره۔ الارض والسماء معك۔ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

8۔ دشمن کی طرف سے سخت مخالفت اور ان کی ناکامی۔ ابتلاؤں کی شدت اور صبر کی تعلیم۔ الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل۔ انا کفیناك المستهزئین۔ اوقد لی یا هامان۔

9۔ زلازل اور تباہیوں کی پیشگوئی۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا (صفحہ 665)

10۔ متفرق پیشگوئیاں مثلاً دوسری شادی۔ اشکر نعمتی رایت خدیجتی، کثرت اولاد ینقطع من آبائك ویبدء منك۔ 2 عظیم شہادتوں کی خبر۔ شاتان تذبحان اور تصویر کھینچنے کی خبر۔ دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری۔

یہ سینکڑوں پیشگوئیوں میں سے نمائندہ اور چنیدہ پیشگوئیاں ہیں جو 23 سال کے عرصہ میں پوری ہوئیں اور اسلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئیں آپ کو خدا نے علم قرآن سکھایا معجزانہ علم عربی عنایت کیا۔ آپ نے اردو اور عربی اور فارسی میں قرآن کی تفسیر لکھی اور انعامی چیلنج دیئے مگر کوئی مدمقابل نہ آیا کئی کتب فصیح وبلیغ عربی میں تحریر کیں دیگر مذاہب پر حجت تمام کی، مباحثے، مناظرے، مباہلے کیے اور مذہبی دنیا میں شور قیامت برپا کر دیا جس کا اعتراف آپ کے مخالفین بھی کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک ایمان افروز امر یہ بھی ہے کہ براہین احمدیہ (پہلی 4 جلدوں) کی سینکڑوں پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی خبر براہین احمدیہ کی 5 ویں جلد میں ہے لیکن جلد 5 مزید پیشگوئیوں سے بھری ہوئی ہے خصوصاً ایک طویل نظم میں حضور نے عالمگیر تباہی کی خبر دی جو جنگ عظیم اول اور دوم کی شکل میں پوری ہوئی اور آئندہ کے لیے نئے خطرات منڈلا رہے ہیں۔

غور سے کام لیا جائے تو حضورؑ کو جس قطبی نامی کتاب کی بشارت دی گئی تھی وہ صرف ایک کتاب نہیں تھی وہ پیشگوئی سلسلہ کتب سے متعلق تھی جو 90 کے قریب کتب کی شکل میں جلوہ گر ہوئی جن سب کا مرکزی اور آخری مضمون اسلام کی اور رسول اللہ ﷺ کی حقانیت ہے ان کتب میں آپ نے قرآنی علوم کے دریا بہا دیے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی بیان کی۔ عقائد حقہ کو طشت ازبام کیا۔ عقائد باطلہ کا قلع قمع کیا۔ صلیب کو توڑا۔ خنزیر کو قتل کیا۔ روحانی مال اس قدر بہایا کہ سعید روحیں لیتے لیتے تھک گئیں اور دشمن انعامی مال لینے سے عاجز آ گئے۔ عربی زبان کی 40 ہزار لغات آپ کو سکھائی گئیں۔ آپ کی 22 کتب فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہیں اور خطبہ الہامیہ آپ کو اعجازی نشان کے طور پر عطا ہوا اپنی کتب کے متعلق فرماتے ہیں: "یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں" (سرالخلافہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 415) عربی کتب کے متعلق فرمایا: "مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چالیس ہزار مادہ عربی کا سکھایا گیا ہے اور مجھے ادبی علوم پر پوری وسعت دی گئی ہے۔" (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 234)

ان اعجاز نما 90 میں سے 11 کتابوں کا جواب لکھنے پر اور معارف قرآنی اور متعدد علمی صداقتوں کے مقابلہ کے لیے حضورؑ نے ہزاروں روپے کے انعامی چیلنج دیے ہیں مگر کسی کو آج تک مقابلہ کی توفیق نہیں ملی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہرچند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

......باقی صفحہ ۷۴ پر......

روحانیت کے مراحل از براہین احمدیہ

(ظہیر احمد طاہرابن نذیر احمد خادم۔ جرمنی)

حضور علیہ السلام نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے روحانیت کے جو چھ مراحل بیان فرمائے ہیں
ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل کی کوشش کی جائے تا کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کرسکیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف لطیف براہین احمدیہ حصہ پنجم میں قرآن کریم کے حوالہ سے یہ تصریح بیان فرمائی ہے کہ انسان کو اپنے کمالِ روحانی و جسمانی کی تکمیل کے لیے چھ مراتب طے کرنے پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دونوں قسم کی ترقیات کو چھ چھ مرتبہ پر تقسیم فرما کر مرتبہ ششم کو ترقی کا کمال مرتبہ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں روحانی اور جسمانی وجود کی ترقیات کی یہ مطابقت ایسے خارق عادت طریق پر دکھلائی گئی ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے کبھی کسی انسان کے ذہن میں معرفت کا یہ نکتہ نہیں آیا اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب کی کتاب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ذیل میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں روحانی ترقی حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے کے چھ ذرائع کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ حضور علیہ السلام نے قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں روحانی ترقی حاصل کرنے کا پہلا مرتبہ نماز اور یادالٰہی میں خشوع اور فروتنی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆… ”پہلا مرتبہ روحانی ترقی کا یہ ہے کہ جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ (المؤمنون:2) یعنی وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یاد الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقّت اور گدازش سے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔“
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 187)

☆… ”اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یاد الٰہی میں مومن کو میسر آتی ہے یعنی گدازش اور رقت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور روح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور ایک خوف کی حالت اپنے پر وارد کر کے خدائے عزّ وجل کی طرف دل کو جھکانا …یہ خشوع کی حالت …وہ پہلا تخم ہے جو عبودیت کی زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ اجمالی طور پر ان تمام قویٰ اور صفات اور اعضاء اور تمام نقش و نگار اور حسن و جمال اور خط وخال اور شمائل روحانیہ پر مشتمل ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 188)

☆… ”دنیا میں ہزارہا خشوع کی حالتیں ایسی ہیں کہ رحیم خدا سے تعلق نہیں پکڑتیں اور ضائع جاتی ہیں۔ ہزارہا جاہل اپنے چند روزہ خشوع اور وجد اور گریہ وزاری پر خوش ہو کر خیال کرتے ہیں کہ ہم ولی ہو گئے غوث ہو گئے قطب ہو گئے اور ابدال میں داخل ہو گئے اور خدا رسیدہ ہو گئے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں …یہ روحانی حالت کا پہلا مرتبہ جو حالت خشوع ہے طرح طرح کے اسباب سے ضائع ہوسکتا ہے… مثلاً اس خشوع میں کوئی مشرکانہ ملونی ہے یا کسی بدعت کی آمیزش ہے یا اور لغویات کا ساتھ اشتراک ہے…پس ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالت خشوع اس لائق نہیں ٹھہرتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے…پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذّت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے۔ یعنی کسی شخص میں نماز اور یاد الٰہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز اور گریہ وزاری پیدا ہونا لازمی طور پر اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس شخص کو خدا سے تعلق بھی ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 191-193)

قرآن کریم کے مطابق روحانی ترقی کا دوسرا درجہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ لغو کاموں، لغو باتوں، لغو حرکتوں، لغو مجلسوں، لغو صحبتوں، لغو تعلقات اور لغو جوشوں سے کنارہ ہو کر اپنے ایمان کو ترقی دی جائے۔ اس ضمن میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆… ”روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے …جس کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المومنون:4) یعنی رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایمان ان کا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اس قدر کنارہ کشی اُن پر سہل ہو جاتی ہے کیونکہ بوجہ ترقیٔ ایمان کے کسی قدر تعلق اُن کا خدائے رحیم سے ہو جاتا ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 198)

☆… ”غرض دوسرا مرتبہ روحانی وجود کا جو تمام لغو باتوں اور لغو کاموں سے پرہیز کرنا اور لغو باتوں اور لغو تعلقات اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہونا ہے یہ مرتبہ بھی اسی وقت میّسر آتا ہے کہ جب خدائے رحیم سے انسان کا تعلق پیدا ہو جائے۔ کیونکہ یہ تعلق میں ہی طاقت اور قوت ہے کہ دوسرے تعلق کو توڑتا ہے اور ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور گو انسان کو اپنی نماز میں حالت خشوع میسر آ جائے جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے پھر بھی وہ خشوع لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو جوشوں سے روک نہیں سکتا۔ جب تک کہ خدا سے وہ تعلق نہ ہو جو روحانی وجود کے دوسرے مرتبہ پر ہوتا ہے…پس خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ اس کے یہی معنے ہیں کہ مومن وہی ہیں جو لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرتے ہیں اور لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل کو چھڑانا خدا سے دل کو لگالینا ہے کیونکہ انسان تعبّد ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور طبعی طور پر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

روحانی ترقی کے تیسرے درجے کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف بیہودہ اور لغو باتوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے بلکہ بخل کی پلیدی سے بچا جائے اور اپنے مال کا ایک حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆… ”روحانی وجود کا تیسرا درجہ وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ (المومنون:5) اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ وہ مومن کہ جو پہلی دو حالتوں سے بڑھ کر قدم رکھتا ہے وہ صرف بیہودہ اور لغو باتوں سے ہی کنارہ کش نہیں ہوتا بلکہ بخل کی پلیدی کو دُور کرنے کے لئے جو طبعاً ہر ایک انسان کے اندر ہوتی ہے زکوٰۃ بھی دیتا ہے یعنی خدا کی راہ میں ایک حصہ اپنے مال کا خرچ کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اس کی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اس کو بہت پیارا ہے لِلّٰہ دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب بخل کی پلیدی جس سے انسان طبعاً بہت تعلق رکھتا ہے انسان کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی حد تک پاک بن کر خدا سے جو اپنی ذات میں پاک ہے ایک مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

اور یہ مرتبہ پہلی دو حالتوں میں پایا نہیں جاتا۔ کیونکہ صرف خشوع اور عجز و نیاز یا صرف لغو باتوں کو ترک کرنا ایسے انسان سے بھی ہوسکتا ہے جس میں ہنوز بخل کی پلیدی موجود ہے لیکن جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اس مال عزیز کو ترک کرتا ہے جس پر اس کی زندگی کا مدار اور معیشت کا انحصار ہے اور جو محنت اور تکلیف اور عرق ریزی سے کمایا گیا ہے تب بخل کی پلیدی اس کے اندر سے نکل جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایمان میں بھی ایک شدت اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ دونوں حالتیں مذکورہ بالا جو پہلے اس سے ہوتی ہیں اُن میں یہ پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایک چھپی ہوئی پلیدی ان کے اندر رہتی ہے۔ اس میں حکمت یہی ہے کہ لغویات سے منہ پھیرنے میں صرف ترکِ شر ہے اور شر بھی ایسی جس کی زندگی اور بقا کے لئے کچھ ضرورت نہیں اور نفس پر اس کے ترک کرنے میں کوئی مشکل نہیں لیکن اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے دینا یہ کسبِ خیر ہے جس سے وہ نفس کی ناپاکی جو سب ناپاکیوں سے بدتر ہے یعنی بخل دُور ہوتا ہے لہٰذا یہ ایمانی حالت کا تیسرا درجہ ہے جو پہلے دو درجوں سے اشرف اور افضل ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 203-204)

روحانی ترقی کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچایا جائے۔ حضور علیہ السلام اس درجہ کو حاصل کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆… ”روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ (المومنون:6) یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچاتے ہیں۔ یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اُس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتا ہے جو مال سے بھی زیادہ پیاری اور محبوب ہے یعنی شہوات نفسانیہ۔ کیونکہ انسان کو اپنی شہواتِ نفسانیہ سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کے لئے اپنے مال عزیز کو پانی کی طرح خرچ کرتا ہے اور ہزارہا روپیہ شہوات کے پورا کرنے کے لئے برباد کر دیتا ہے اور شہوات کے حاصل کرنے کے لئے مال کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے ایسے نجس طبع اور بخیل لوگ جو ایک محتاج بھوکے اور ننگے کو بباعث سخت بخل کے ایک پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ کے جوش میں بازاری عورتوں کو ہزارہا روپیہ دے کر اپنا گھر ویران کر لیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سیلاب شہوت ایسا تُند اور تیز ہے کہ بخل جیسی نجاست کو بھی بہالے جاتا ہے۔ اس لئے یہ بدیہی امر ہے کہ بہ نسبت اس قوت ایمانی کے جس کے ذریعہ سے بخل دُور ہوتا ہے اور انسان اپنا عزیز مال خدا کے لئے دیتا ہے یہ قوتِ ایمانی جس کے ذریعہ سے انسان شہواتِ نفسانیہ کے طوفان سے بچتا ہے نہایت زبردست اور شیطان کا مقابلہ کرنے میں نہایت سخت اور نہایت دیرپا ہے کیونکہ اس کا کام یہ ہے کہ نفسِ امّارہ جیسے پرانے اژدہا کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالتی ہے۔ اور بخل تو شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور نیز ریا اور نمود کے وقتوں میں بھی دُور ہوسکتا ہے مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دُور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوتِ ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے کیونکہ شہواتِ نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا

رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف:۵۴) یعنی میں اپنے نفس کو بَری نہیں کرتا نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرماوے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 205-206)

قرآن کریم کی رُو سے روحانی وجود بننے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا پانچواں ذریعہ امانتوں اور عہدوں کے ہر ایک پہلو کا خیال رکھنا اور تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

☆... ’’پانچواں درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے: وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون:9)۔ یعنی پانچویں درجہ کے مومن جو چوتھے درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو صرف اپنے نفس میں یہی کمال نہیں رکھتے جو نفسِ امّارہ کی شہوات پر غالب آ گئے ہیں اور اس کے جذبات پر اُن کو فتح عظیم حاصل ہو گئی ہے بلکہ وہ حتی الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں اور تمام عہدوں کے ہر ایک پہلو کا لحاظ رکھ کر تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں تک طاقت ہے اس راہ پر چلتے ہیں۔ خدا کے عہدوں سے مراد وہ ایمانی عہد ہیں جو بیعت اور ایمان لانے کے وقت مومن سے لئے جاتے ہیں جیسے شرک نہ کرنا خون ناحق نہ کرنا وغیرہ... پس اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ وہ مومن جو وجودِ روحانی کے پنجم درجہ پر ہیں حتی الوسع اپنی موجودہ طاقت کے موافق تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارتے اور کوئی پہلو تقویٰ کا جو امانتوں یا عہد کے متعلق ہے خالی چھوڑنا نہیں چاہتے اور سب کی رعایت رکھنا اُن کا ملحوظِ نظر ہوتا ہے اور اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ موٹے طور پر اپنے تئیں امین اور صادق العہد قرار دے دیں بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ در پردہ اُن سے کوئی خیانت ظہور پذیر نہ ہو۔ پس طاقت کے موافق اپنے تمام معاملات میں توجہ سے غور کرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اندرونی طور پر اُن میں کوئی نقص اور خرابی ہو اور اسی رعایت کا نام دوسرے لفظوں میں تقویٰ ہے ... انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں رُوحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط وخال ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں۔ ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 207-210)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی ترقی حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے کا چھٹا اور آخری ذریعہ اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور نگہبان بننا قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام اس ذریعہ کو حاصل کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆... ’’چھٹا درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (المومنون:10) یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور نگہبان ہیں یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہو گیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور مدارِ آرام اور مدارِ زندگی ان کے لئے ہو گئی ہے کہ وہ ہر وقت اس کی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں اور ہر دم ان کا یادِ الٰہی میں گزرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں ... وہ درحقیقت نماز اور یاد الٰہی کو اپنی ایک ضروری غذا سمجھتے ہیں جس پر ان کی زندگی کا مدار ہے اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبتِ ذاتیہ کا ایک افروختہ شعلہ جس کو روحانی وجود کے لئے ایک رُوح کہنا چاہیے اُن کے دل پر نازل ہوتا ہے اور ان کو حیاتِ ثانی بخش دیتا ہے اور وہ رُوح ان کے تمام وجود روحانی کو روشنی اور زندگی بخشتی ہے۔ تب وہ نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ خدا جس نے جسمانی طور پر انسان کی زندگی روٹی اور پانی پر موقوف رکھی ہے وہ ان کی رُوحانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ اس رُوح کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کی طرح اُن میں ڈالی جاتی ہے۔ جس سے عشقِ الٰہی کی کامل مستی اُن میں پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ یاد الٰہی سے ایک دم الگ ہونا نہیں چاہتے وہ اس کے لئے دکھ اُٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں مگر اس سے ایک لحظہ بھی جدا ہونا نہیں چاہتے اور پاس انفاس کرتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 212-213)

حضور علیہ السلام نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے روحانیت کے جو چھ مراحل بیان فرمائے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل کی کوشش کی جائے تا کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد اور راہنمائی فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنے والا بنائے تا کہ ہم اُس کے مقرب بندوں میں شامل ہو جائیں۔ آمین

☆...☆...☆

بقیہ: براہین احمدیہ جلد ۵ کی اشاعت میں تاخیر ......از صفحہ نمبر ۴۷

ان انعامی کتب کا مقابلہ کرنے پر انعامی رقوم کی مختصر تفصیل یہ ہے: 1۔ براہین احمدیہ 4 جلدیں 10 ہزار روپے

2۔ اعجاز احمدی 10 ہزار روپے

3۔ نور الحق 5 ہزار روپے

4۔ کرامات الصادقین ایک ہزار روپے

5۔۔ اتمام الحجۃ ایک ہزار روپے

6۔ اعجاز المسیح 500 روپے

7۔ سرمہ چشم آریہ 500 روپے

8۔ سرالخلافہ 27 روپے

ان کے علاوہ درج ذیل کتب کے بالمقابل کتاب لکھنے یا رد لکھنے پر اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کر لینے کے وعدہ پر مبنی چیلنج دیے:

1۔ حجۃ اللہ 2۔ الھدیٰ والتبصرۃ لمن یری۔

متعدد زبانوں میں حضورؑ کی اکثر کتب کے تراجم ہو چکے ہیں۔

مذاہب عالم کو چیلنج

کاسر صلیب ہونے کے لحاظ سے آپؑ کا سب سے زیادہ لٹریچر مسیحیت کے متعلق ہے اور قریباً 17 کتب کا مرکزی مضمون رد عیسائیت ہے۔ آپ نے مسیح کی وفات کا انقلاب انگیز اعلان کر کے عیسائیت کا قلعہ زمین بوس کر دیا۔ مسیح کی جھوٹی خدائی کی دعوت دینے والے عیسائی پادریوں کو دجال قرار دیا۔ ان سے مباحثے کیے۔ مباہلے کی دعوت دی انعامی چیلنج دیے نشان دکھائے اور دنیا کی قیادت عیسائیت کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلتی چلی گئی۔ اس جری اللہ نے امریکہ میں عیسائیت کے نمائندہ ڈوئی کو للکارا جو آپ کی زندگی میں 9؍ مارچ 1907ء کو ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ اور قتل خنزیر کی پیشگوئی پوری ہوئی اور امریکہ کے اخبارات نے لکھا Great is Mirza Ghulam Ahmad۔

(بوسٹن ہیرالڈ سنڈے ایڈیشن 23؍جون 1907ء)

آپؑ کی قریباً 11 کتب کا مرکزی مضمون ہندومت اور سکھ مت ہے۔ آپ نے ہندوؤں سے مباحثے اور مناظرے کیے۔ موجودہ ویدوں کو گمراہی سے بھرپور ثابت کیا۔ سنسکرت کی بجائے عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے پر سورج چڑھا دیا اور علم لسانیات میں انقلاب برپا کر دیا۔ روحانی دعوت مقابلہ اور پنڈت لیکھرام کی موت نے آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑ دیں اور ایک ہندو راہنما نے لکھا کوئی عیسائی اور مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا۔ (خطابات طاہر۔ تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 242 حضرت مرزا طاہر احمد صاحب۔ طاہر فاؤنڈیشن طبع اول دسمبر 2006ء) برہمو سماج کے سرگرم لیڈر پنڈت نرائن اگنی ہوتری سے تحریری مباحثہ کیا اور اس شان سے یلغار کی کہ پنڈت صاحب نے اپنے مذہب کو ہی خیر باد کہہ دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 163) سکھ مذہب کے بانی حضرت باوا گورو نانک کو مسلمان ولی اللہ ثابت کر کے اور چولہ بابا نانک پر کلمہ اور قرآنی آیات کا انکشاف کر کے سکھ مذہب کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ (تفصیل کتاب ست بچن 1895ء) الغرض مضمون کوئی بھی ہو ہر ایک کی آخری تان زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ مذہب اسلام پر ٹوٹتی ہے اور یہی براہین احمدیہ کا مقصود تھا۔ گویا یہ سب کتب براہین احمدیہ کا تتمہ اور ضمیمہ ہیں۔

کئی لاکھ دلائل

اس طرح گو براہین احمدیہ میں تین سو دلائل نمبروں کے ساتھ موجود نہیں مگر درحقیقت ہزارہا دلائل حضور نے اس میں بیان فرما دیے ہیں اور اپنا وعدہ کئی گنا شان کے ساتھ پورا کر دیا ہے اور کم از کم یہ بات تو یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ ان تین سو دلائل کے اشارات اس کتاب میں موجود ہیں۔ جن کی تفصیل حضورؑ نے دوسری کتب میں بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: ’’لوگ کہتے ہیں کہ براہین میں جو دلائل کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا حالانکہ براہین میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلیل ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 206 ایڈیشن 1988ء)

مگر مخالفین ہمیشہ اس بات پر مصر رہے کہ براہین احمدیہ میں تین سو دلائل بیان کرنے کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ اس لیے جماعت احمدیہ کی یہ خواہش رہی کہ ان دلائل کو ظاہری رنگ میں ترتیب وار لکھ کر بیان کیا جائے تا دشمنوں کا اعتراض ختم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ’’براہین احمدیہ میرے نزدیک تفسیر القرآن کا دیباچہ ہے۔ تفسیر القرآن لکھتے وقت پہلے جن مضامین پر سیر کن بحث کرنی چاہئے انہیں حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ میں شروع کیا تھا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس کی ظاہری تکمیل بھی ہو جائے۔ باطنی تکمیل تو اللہ تعالیٰ نے کر دی۔ تین سو چھوڑ کئی لاکھ آسمانی دلائل آپ نے پیش کر دیئے۔ لیکن جب آسمانی دلائل پیش ہو چکے تو ان ظاہری دلائل کو بھی پیش کر دینا سلسلہ کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ جی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو وہ براہین احمدیہ کا ظاہری مقصد بھی پورا کر دے۔‘‘ (فضائل القرآن صفحہ 207)

پھر آپؓ نے یہ دلائل بیان کرنے کا طریق بھی بتلایا۔ فضائل القرآن کے موضوع پر اپنے چوتھے لیکچر میں فرماتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مضمون براہین احمدیہ میں شروع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تین سو دلائل اس کے متعلق پیش کروں گا۔ میں نے اس کے متعلق غور کیا ہے اور اس غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ واقعہ میں وہ تین سو دلائل بیان کئے جا سکتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے بتائے ہوئے علوم اور آپ کے لائے ہوئے نور سے مستفیض ہو کر براہین احمدیہ کی اپنے فہم اور اپنے درجہ کے مطابق تفسیر کی جا سکتی ہے۔‘‘ (فضائل القرآن صفحہ 206) تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرنا ہے کہ اس عاجز کو اس ضمن میں خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ براہین احمدیہ میں تین سو دلائل کے اشارات موجود ہیں اور انہیں نکالنا چاہیے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ سلسلہ کو کام شروع کرنے کا ارشاد بھی فرمایا مگر انہیں جلد ہی ملک سے باہر جانا پڑا۔ اس وقت خاکسار جامعہ احمدیہ کا طالبعلم تھا۔ اس لیے یہی مضمون بطور مقالہ اس عاجز کو دیا گیا۔ خاکسار نے براہین احمدیہ کو کئی دفعہ پڑھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری کتب کی روشنی میں اس گوہر نایاب اور درمکنون کا کھوج لگانے کی سعی کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ’’فضائل القرآن‘‘ میں یہی مضمون شروع کیا تھا۔ نیز آپؓ کی تقریر ’’حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے‘‘ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس لیے میں نے ان دونوں کتابوں کو مشعل راہ بنایا اور اپنے مقالہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ ترتیب کے مطابق دلائل بیان کیے۔

ان تین سو دلائل کو تفصیلاً بیان کرنے کے لیے تو واقعۃً پچاس جلدیں چاہئیں۔ اس لیے ہر دلیل کو پوری جامعیت کے ساتھ تو بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر مقالے کے تناسب سے ہر دلیل اور اس کے اشارات کی مناسب اور ضروری وضاحت کر دی گئی اور تصدیق کے لیے ہر دلیل کے ساتھ براہین احمدیہ ہی کا حوالہ درج کیا گیا ہے جو اشارۃً یا وضاحتاً اس دلیل پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ پھر ان ابواب کو مختلف فصلوں اور ضمنی عناوین میں تقسیم کر کے دلائل کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ الحمد للہ کہ جماعت کے جید عالم محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب کی نگرانی میں عاجز نے مقالہ مکمل کیا جسے علماء کے ایک بورڈ نے منظور فرمایا اور آج بھی محفوظ ہے۔

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حُسنِ معاشرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکسار ہی کا نام ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوّت رقّت ہے۔ وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں۔ جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خُلق ہے۔ اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اَور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوّت ہے جس کو رحم بولتے ہیں ...جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت ان کا نام خلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلشانہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی تُو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی)

حضرت مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ کا نمایاں پہلو آپؑ کا حسن خلق اور طرز معاشرت تھا۔ اخلاق و کردار کا جو نکتہ آپؑ دوسروں کو سکھانا چاہتے تھے آپؑ خود اس کی عملی تفسیر تھے۔ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے رسالہ ”خدیجہ“ 2013ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون مکرمہ عذرا عباسی صاحبہ کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔ اخلاق فاضلہ کے بے مثال نمونوں کا ایک خوبصورت گلدستہ ہدیۂ قارئین ہے:

☆ ... حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مَیں گورداسپور سے ایک خط لے کر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گرمی کا موسم تھا اور مَیں سخت دھوپ میں آیا، رات کو بھی سو نہ سکا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نیچے کے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ مَیں جب پہنچا تو آپؑ خط لے کر میرے لیے شربت لینے تشریف لے گئے۔ گرمی اور کوفت کی وجہ سے مَیں اونگھ گیا اور وہیں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں حضرتؑ کے ہاتھ میں پنکھا ہے۔ مَیں اُٹھ بیٹھا اور بہت ہی شرمندہ ہوا۔ فرمایا: تھکے ہوئے تھے، سو جاؤ اچھا ہے۔ مَیں نے عذر کیا اور پھر شربت پی کر گھر چلا آیا۔

☆ ... عفو اور درگزر حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کا اعلیٰ ترین وصف تھا۔ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؑ کسی کو اس کی خطا اور لغزش پر مخاطب کر کے ملامت نہیں کرتے۔ اگر کسی کی حرکت ناپسند آوے تو مختلف پیرایوں میں تقریر کر دیں گے۔ اگر وہ سعید ہوتا ہے تو خود ہی سمجھ جاتا اور اپنی حرکت پر نادم ہوتا ہے۔ آپ جب وعظ و نصیحت کرتے ہیں تو ہر ایک ایسا ہی یقین کرتا ہے کہ یہ میرے ہی عیب ہیں جو بیان ہو رہے ہیں۔ اور یوں اصلاح اور تزکیہ کا پاک سلسلہ بڑی عمدگی سے جاری رہتا ہے۔

☆ ... حضرت محمد اکبر خان صاحب سنوریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وطن چھوڑ کر قادیان آگئے تو ہم کو حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ آپؑ کا قاعدہ تھا کہ رات کو عموماً بہت سی موم بتیاں اکٹھی روشن کر دیا کرتے تھے۔ میری لڑکی بہت چھوٹی تھی۔ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کے کمرے میں بتی جلا کر رکھ آئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بتی گر پڑی اور تمام مسوّدات جل گئے، علاوہ ازیں اَور بھی چند چیزوں کا نقصان ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب واقعہ معلوم ہوا تو تمام گھر میں گھبراہٹ اور میری بیوی اور لڑکی کو سخت پریشانی کیونکہ حضرت اقدسؑ مسوّدات بڑی احتیاط سے رکھا کرتے تھے۔ لیکن حضورؑ نے اس واقعہ کو یہ کہہ کر رفت گذشت کر دیا کہ خدا کا بہت ہی شکر ادا کرنا چاہیے کہ زیادہ نقصان نہیں ہوگیا۔

☆ ... حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے کچھ چاول چرائے تو کسی تیز نظر نے پکڑلیا۔ شور پڑگیا اس کی بغل سے کوئی پندرہ سیر کی گٹھڑی چاولوں کی نکلی۔ اِدھر سے ملامت اُدھر سے پھٹکار ہو رہی تھی۔ حضرتؑ کسی تقریب سے ادھر آنکلے۔ کسی نے واقعہ کہہ سنایا تو فرمایا: محتاج ہے، کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔

☆ ... حسن سلوک اور سخاوت انسان کی معاشرتی زندگی میں بہترین خلق ہے یعنی نہ احسان کا خیال ہو اور نہ شکرگزاری کی آرزو۔ حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے ایک خوبصورت قیمتی ٹوپی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھیجی۔ دو ہندو نوجوان بھی بیٹھے تھے۔ ایک نے اس ٹوپی کی بہت تعریف کی اور ہاتھ میں لے کر بار بار دیکھتا رہا۔ آخر حضرت اقدسؑ نے وہ ٹوپی اس کو ہی دے دی۔ وہ لے کر خوش خوش چلا گیا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر آپؑ نے فرمایا: صاحبزادہ صاحب! یہ ٹوپی اس کو پسند آگئی تھی جبھی تو بار بار تعریف کرتا رہا۔ ہمارے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کو تکلیف پہنچے اس لیے ہم نے بشرح صدر ٹوپی دے دی۔ خدا نے ہمارے پاس ٹوپی بھیجی، اَور بھیج دے گا، اگر ہم اس کو یہ نہ دیتے تو اس کو رنج پہنچتا۔ تالیف قلب بھی تو ایک چیز ہے۔

☆ ... حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کلیۃً تکلفات سے پاک تھی۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ یہ سادگی اس وجہ سے نہیں تھی کہ عیش و آرام کے اسباب میسر نہ تھے یا آپؑ رہبانیت کو پسند کرتے تھے۔ ... شیخ نور احمد صاحبؓ کہتے ہیں کہ جنگِ مقدّس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہوگئے تھے۔ ایک روز حضرت مسیح موعودؑ کے لیے کھانا رکھنا یاد نہ رہا۔ مَیں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرتِ کار کی وجہ سے بھول گئی یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گزر گیا اور حضرتؑ نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہوچکا تھا۔ حضرتؑ کے حضور صورتحال کا اظہار کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس قدر گھبراہٹ اور تکلّف کی کیا ضرورت ہے، دسترخوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہوگا، وہی کافی ہے۔ دسترخوان کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: یہی کافی ہیں۔ ان میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھالیے اور بس۔

☆ ... حضرت قاضی اکمل صاحبؓ فرماتے ہیں: ایک روز شیخ رحمت اللہ صاحبؓ و دیگر احباب لاہور تشریف لائے تو حضورؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ فرمایا: اندر ہی آجاؤ۔ حضورؑ ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے (جو حضورؑ کی تمام ضروریاتِ تصنیف و تالیف کا کام دیتا تھا اس لیے وہ لمبا چوڑا بنوایا تھا) اس کے سرہانے ایک چھوٹا سا میز تھا جس پر بہت سی بتیاں پڑی تھیں (حضورؑ ایک ہی وقت میں کئی بتیاں روشن کرلیا کرتے تھے تاکہ کافی روشنی ہو)۔ دوات کے گرد غالباً مٹی تھپی ہوئی تھی (تاکہ گر نہ پڑے)۔ لوگ بےتکلفی سے جہاں کسی کو جگہ ملی بیٹھ گئے۔ کوئی چارپائی پر کوئی صندوق پر، کوئی ٹرنک پر، کوئی دہلیز پر، کوئی فرش پر۔ دیر تک ہم بیٹھے رہے اور حضورؑ کے کلمات طیبات سے شادکام ہوتے رہے۔ کمرے میں بالکل سادگی تھی۔ کوئی فرش نہ تھا نہ مکلّف سامان بلکہ رضائی بھی پھٹی ہوئی تھی، اس کی روئی نظر آرہی تھی۔

☆ ... حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ فرماتے ہیں حضورؑ کو کسی خاص لباس کا شوق نہ تھا۔ آخری کچھ سالوں میں آپؑ کے پاس کپڑے بطور تحفہ کے بہت آتے تھے۔ خاص کر کوٹ صدری اور پائجامہ قمیض وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری ہر عید، بقرعید پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے۔ تبرک مانگنے والے بھی طلب کرتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ تو یہ نوبت پہنچ جاتی کہ آپؑ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا بنوا کر اسی وقت پہننا پڑتا۔ اور بعض سمجھدار نیا کپڑا بھیج کر ساتھ عرض کرتے کہ اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرماویں۔

☆ ... حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان فرماتے تھے کہ مَیں حضرت اقدسؑ کے مکان کے اُوپر کے حصے میں رہتا ہوں۔ مَیں نے کئی دفعہ آپؑ کے گھر کی عورتوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا ہے کہ حضرت صاحب کی تو آنکھیں ہی نہیں ہیں، ان کے سامنے سے کوئی عورت کسی طرح سے بھی گزر جاوے ان کو پتہ نہیں لگتا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بھی بیان فرماتے ہیں کہ باہر مَردوں میں بھی آپؑ کی یہی عادت تھی کہ آپؑ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں اور اِدھر اُدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی عادت نہ تھی۔ بسااوقات سیر میں آپؑ کسی خادم کا ذکر غائب کے صیغہ میں فرماتے تھے حالانکہ وہ آپؑ کے ساتھ ساتھ جارہا ہوتا تھا۔ حضورؑ فرماتے ہیں: ”مومن کو نہیں چاہئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے محابہ اپنی آنکھ کو ہر طرف اُٹھائے پھرے بلکہ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور:31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہیے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہیے۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 332)

☆ ... حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ فروری 1891ء میں مَیں قادیان آیا تو حضورؑ کی سادگی نے مجھ پر خاص اثر کیا۔ آپؑ کی خلوت اور جلوت میں ایک ہی بات ہوتی تھی۔ دسمبر 1892ء میں پہلے جلسے میں شامل ہوا۔ حضرت صاحبؑ بعد نمازِ مغرب میرے مکان پر تشریف لے آتے اور مختلف امور پر تقریر ہوتی رہتی تھی۔ احباب وہاں جمع ہوجاتے اور کھانا بھی وہاں ہی کھاتے۔ نمازِ عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ مَیں علماء اور بزرگان کے سامنے دو زانو بیٹھنے کا عادی تھا۔ بسااوقات گھٹنے دُکھنے لگتے مگر یہاں مجلس کی حالت نہایت بےتکلّفانہ ہوتی۔ جس کو جس طرح آرام ہوتا بیٹھتا۔ بعض پچھلی طرف لیٹ بھی جاتے مگر سب کے دل میں عظمت و ادب اور محبت ہوتی۔ چونکہ کوئی تکلّف نہ ہوتا تھا اسی لیے یہی جی چاہتا تھا کہ آپؑ تقریر فرماتے رہیں اور ہم میں موجود رہیں مگر عشاء کی اذان سے جلسہ برخاست ہوجاتا۔

☆ ... حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ سے جو عرض کرتا کہ میں نے نظم لکھی ہے وہ سنانی چاہتا ہوں۔ خواہ وہ پنجابی زبان میں ہو خواہ فارسی میں خواہ عربی میں، آپؑ بےتکلّف فرماتے کہ اچھا سناؤ۔ اور آپؑ شوق سے سنتے خواہ وہ کیسی ژولیدہ طور سے ہوتی، کسی کا دل نہیں توڑتے اور جزاک اللہ فرماتے۔

☆ ... حضرت مسیح موعودؑ اُس زمانے میں مبعوث ہوئے جب ہندوستان میں ہندوؤں کی تہذیب کے اثرات مسلمانوں کی طرز معاشرت پر اس قدر شدید تھے کہ عورت کی کوئی حیثیت اور احترام باقی نہیں رہا تھا۔ حضورؑ نے اپنے عملی نمونے سے عورت کو پھر اُس کا مقام دلایا۔ حضورؑ فرماتے ہیں: ”عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعًا نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کہ جیسے مردوں کے عورتوں

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 24؍فروری 2014ء میں مکرمہ امۃالباری ناصر صاحبہ کی درج ذیل مختصر نظم شامل اشاعت ہے:

سوچ کر چہرہ وہی اہلِ نظر دیتے ہیں
عزم و ایمان جنہیں اچھی خبر دیتے ہیں
بعد صدیوں کے بہار آئی ہے اس گلشن میں
مست جھونکے گُلِ رعنا کی خبر دیتے ہیں
ہیں مسیحا کے لیے شام و سحر گردش میں
حق کا پیغام ہمیں شمس و قمر دیتے ہیں
گالیاں سن کے دعا دینے کا ہے حکم ہمیں
دل دُکھا ہو تو یہ مشکل ہے مگر دیتے ہیں
نفرتیں، کینے، حسد، بغض کسی سے بھی نہیں
ساری دنیا کو فقط پیار سے بھر دیتے ہیں
دودھ اُتر آتا ہے رحمت کا بِلک کر مانگو
مضطرب آنسو دعاؤں کو اثر دیتے ہیں

پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مَردوں پر ہیں۔بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بے چاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ در گور کر دیتے ہیں۔ چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے...۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے خَیْرُکُم خَیْرُکُم لِاَھلِہٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 417 تا 418)

☆... حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں کہ اس بات کو اندرونِ خانہ کی خدمتگار عورتیں تعجب سے دیکھتی ہیں اور مَیں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''مِرجا بیوی دی گل بڑی مندا اے۔''

☆... حضرت اقدسؑ فرمایا کرتے تھے کہ ''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔''

☆... حضرت شیخ عبد القادر سوداگرمل صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اماں جانؓ اور حضرت اماں جیؓ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتھ چند روز کے لیے تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ 4؍جولائی 1907ء کو یہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور 14؍جولائی کو واپس بٹالہ پہنچا حضرت اقدسؑ جو حسن معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے چند خدام سمیت عازم بٹالہ ہوئے۔ حضورؑ پالکی میں سوار تھے اور قرآن کھول کر سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے خدام کا بیان ہے کہ بٹالہ تک حضورؑ سورۃ فاتحہ پر ہی غور و فکر میں مشغول رہے۔ رستہ میں صرف نہر پر اُتر کر وضو کیا اور پھر وہی سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ اللہ! کیا عشق تھا خدا کے مامور کو خدا کی کتاب کے ساتھ کہ گیارہ میل کے لمبے سفر میں قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورۃ ہی زیرِ غور رہی۔ سچ فرمایا آپؑ نے کہ ؎

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

بٹالہ میں تحصیلدار رائے جسمل خان صاحب نے آپؑ کے لیے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کر دیا اور خود بھی شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضورؑ اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپؑ کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے گاڑی آ چکی تھی اور حضرت اماں جانؓ آپؑ کو تلاش کر رہی تھیں۔ چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا اس لیے تھوڑی دیر تک آپؑ انہیں نظر نہیں آ سکے پھر جب آپؑ پر نظر پڑی تو 'محمود کے ابا' کہہ کر آپؑ کو اپنی طرف متوجہ کیا تو حضرت اقدسؑ آگے بڑھے اور اپنی زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا۔ پھر حضورؑ واپس فرودگاہ پر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت گزار کر پچھلے پہر عازم قادیان ہوئے۔

☆... حضرت سکینہ بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادیؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؑ اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ ''مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کریں'' اور عورتوں کو فرمایا کرتے کہ ''عورتوں کو اپنے گھر کو جنت بنا کر رکھنا چاہئے اور مَردوں کے ساتھ کبھی اونچی آواز سے پیش نہیں آنا چاہئے۔'' مَیں جب کبھی حضرت صاحبؑ کے گھر آتی تو مَیں دیکھا کرتی کہ حضورؑ ہمیشہ اُمّ المومنینؓ کو بڑی نرمی کے ساتھ آواز دیتے: 'محمود کی والدہ یا کبھی محمود کی اماں'۔ نوکروں کے ساتھ بھی نہایت نرمی سے پیش آتے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ حضورؑ کبھی کسی کے ساتھ سختی سے گفتگو کرتے، ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ بولتے۔

☆... حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا جس کا ذکر میری بیوی نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی بیوی سے کیا اور انہوں نے مولوی صاحبؓ سے ذکر کر دیا۔ اس کے بعد مَیں جب مولوی صاحبؓ سے ملا تو اُنہوں نے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں ملکہ کا راج ہے۔ اس کے سوا اَور کچھ نہیں کہا۔ اُن کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز تھے کیونکہ ایک تو اُن دنوں میں برطانوی تخت پر ملکہ وکٹوریہ متمکّن تھیں اور دوسرے حضرت مسیح موعودؑ خانگی معاملات میں حضرت اُمّ المومنینؓ کی بات بہت مانتے تھے اور گویا گھر میں اُن کی حکومت تھی۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمّ المومنینؓ پر جب کبھی بیماری کا حملہ ہوتا تو آپؑ ہر طرح ہمدردی اور خدمت کرنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنے عمل سے آپؑ نے یہ تعلیم ہم سب کو دی کہ بیوی کے کیا حقوق ہوتے ہیں، جس طرح پر وہ ہماری خدمت کرتی ہے عند الضرورت وہ مستحق ہے کہ ہم اسی قسم کا سلوک اُس سے کریں۔ چنانچہ آپؑ علاج اور توجہ الی اللہ ہی میں مصروف نہ رہتے بلکہ بعض اوقات حضرت امّ المومنینؓ کو دباتے بھی۔ نسوانی حقوق کی صیانت اور ان کے حقوق کی مساوات کا یہ بہترین نمونہ حضورؑ نے دکھایا۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بچوں کی دلداری کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور اپنے صاحبزادوں کا خصوصیت سے اس لیے بھی خیال رکھا کرتے کہ ان کو آیات اللہ یقین کرتے تھے اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک کی پیدائش سے پہلے بطور نشان پیش گوئی فرمائی اور حقیقت تو یہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہہ کر پیشگوئی فرمائی ہوئی تھی۔ پس آپؑ آیات اللہ کے اکرام کے رنگ میں بھی دلداری فرمایا کرتے تھے جبکہ ایک شفیق باپ کا نمونہ آپؑ کے طرزِ عمل میں ایسا موجود تھا کہ اس کی نظیر عام انسانوں میں نہیں بلکہ صرف انبیاء میں ملتی ہے۔ آپؑ کی شفقت پدری کے حوالے سے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ فرماتے ہیں کہ محمودؔ نے جو اُس وقت بچہ تھا آپؑ کی واسکٹ کی جیب میں ایک اینٹ ڈال دی۔ آپؑ نے حامد علی سے فرمایا کہ چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپؑ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا: یہ اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا: چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں مَیں اس سے کھیلوں گا۔

☆... حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ محمود کوئی تین برس کا ہوگا۔ آپؑ لدھیانہ میں تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا جو مَیں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرتؑ کے اِدھر اُدھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرتؑ اسے گود میں لیے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چُپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپؑ نے فرمایا: دیکھو محمود! وہ کیسا تارا ہے۔ بچے نے نئے مشغلے کی طرف دیکھا اور ذرا چُپ ہوا پھر وہی رونا اور چِلاّنا اور یہ کہنا شروع کر دیا: ابّا تارے جانا۔ کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا آپؑ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا: ''یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی۔'' آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا تو چُپ ہو گیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپؑ کی زبان سے نہ نکلا۔

☆... حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اُس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے ہم تو اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 5 ایڈیشن 1984ء)

☆... حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتؑ بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے ایسی کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے جیسے جب سن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا۔ حضرتؑ بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا: میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے... جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لیے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لیے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔

☆... حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جب دو سال کے تھے تو اُن کو شکر کھانے کی عادت ہو گئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے ''ابا چٹی''۔ (چٹی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ چٹے رنگ کی شکر لینی ہے۔) حضرتؑ تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اُٹھتے۔ کوٹھڑی میں جاتے۔ شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دستِ سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے۔ حضرت صاحبؑ پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ اُن کے کام کے لیے اُٹھتے تھے۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت اور لطف اپنی اولاد کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ تمام بچوں کے ساتھ تھا۔ جماعت کے کسی فرد کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو آپؑ بہت خوش ہوتے اور اکثر اُن کے نام آپؑ خود تجویز فرمایا کرتے۔ آپؑ بچوں تک کی خواب کو بھی نظرانداز نہ فرمایا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات فرماتے کہ بچوں کا نفس زکیہ ہوتا ہے اور اس لیے ان کی خوابیں بھی صحیح ہوتی ہیں۔ اس خصوص میں آپؑ اپنی اولاد ہی کی خوابوں تک اس امر کو محدود نہ رکھتے تھے بلکہ کسی بھی بچہ کی خواب اگر کوئی حقیقت رکھتی جس کو حضورؑ خوب سمجھ سکتے تھے تو نہ صرف اسے نوٹ کر لیتے بلکہ اس پر عمل بھی کرتے۔ آپؑ بچوں کو گود میں اُٹھائے ہوئے باہر نکل آیا کرتے اور سیر میں بھی اُٹھا لیا کرتے۔ اس میں کبھی آپؑ کو تامل نہ ہوتا۔ اگرچہ خدام بھی اپنی سعادت سمجھتے مگر بچوں کی خواہش کا احساس یا اُن کے اصرار کو دیکھ کر آپؑ اُٹھا لیتے اور اُن کی خوشی پوری کر دیتے۔

☆... حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ میں دوسروں سے عزت و احترام سے پیش آنا نمایاں وصف تھا۔ کسی کی دل شکنی گوارا نہ کرتے، بات سننے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور دلداری کرتے۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں کہ آپؑ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر و غائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ میں نے بارہا سنا ہے اندر اپنی زوجہ محترمہ سے آپؑ گفتگو کر رہے ہیں اور اس اثناء میں کسی خادم کا نام زبان پر آ گیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں۔ کبھی تُو کر کے کسی کو خطاب نہیں کرتے تحریروں میں جیسا آپؑ کا عام رویہ ہے 'حضرت اخویم مولوی صاحب' اور 'اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب'، اسی طرح تقریر میں بھی فرماتے ہیں۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادموں میں سے ایک حافظ حامد علی صاحبؓ مرحوم تھے۔ حضورؑ کے اخلاق کا اُن پر ایسا اثر تھا کہ وہ بارہا ذکر کرتے کہ ''مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا بلکہ میں بڑا ہی سست تھا اور اکثر آپؑ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بااِیں سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے۔'' مَیں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حافظ حامد علی صاحب کو حاضر غائب اسی پورے نام سے پکارتے یا میاں حامد علی کہتے۔

☆... محترم شیخ عبد القادر سوداگرمل صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؑ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ کا بیان ہے کہ جب حضرت اقدسؑ اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لیے جایا کرتے تھے تو سواری کے لیے گھوڑا ساتھ ہوتا تھا اور مَیں بھی عموماً ہمرکاب ہوتا تھا۔ آپؑ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے۔ آپؑ فرماتے کہ ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے۔ جب قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کراتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو میں اُتر پڑتا اور آپؑ سوار ہو جاتے۔ اسی طرح جب واپسی پر پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپؑ سوار ہوتے۔ جب آپؑ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اُسی چال سے چلنے دیتے۔

☆... اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مزاج میں حلم و کرم اور

ضبطِ نفس کی وہ قوت عطا فرمائی تھی آپؑ بڑے مشکل حالات و واقعات میں بھی توکل علی اللہ کے بھروسے بڑے اطمینان اور سکینت میں رہتے اور یہ امر آپؑ کے نفسِ مطمئنہ اور اعلیٰ درجہ کے قربِ الٰہی پر بڑی زبردست دلیل ہے۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کو غصہ دلانے والی ایک ہی بات تھی کہ شعائر اللہ کی ہتک ہو۔ آنحضرت ﷺ اور قرآنِ مجید پر کوئی حملہ ہو اس کے لیے آپؑ کو غصہ آتا تھا مگر وہ غصہ وحشیانہ رنگ نہ رکھتا تھا بلکہ وہ حمیت وغیرت، دینی خودداری اور عزتِ نفس کے مختلف شعبوں کا مظہر ہوتا تھا۔ جہاں آپؑ کی ذاتی چیز کا سوال ہوتا آپؑ حد درجہ رحیم وکریم اور دل کے حلیم تھے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؑ حلیم تھے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ آپؑ غیرت دینی اور حمیت اسلامی کی صحیح شان کے مظہر تھے اور کبھی اور کسی حالت میں آپؑ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوتا تھا جو جوشِ نفسی کا ایک بے جا نتیجہ ہو...جب ہم ان حالات پر غور کرتے ہیں جو حضورؑ کو پیش آئے۔ آپؑ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور و مرسل ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ اپنے سید و مولا آنحضرت ﷺ کے اتباع میں نوع انسان کی طرف تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپؑ کو موعود ادیان اور مصلح امم بنا کر بھیجا تھا۔ اس مقام و منصب نے آپؑ کو مجبور کیا کہ وہ ہر قوم اور مذہب کے غلط عقائد اور اعمال پر حملہ کریں۔

مدتوں کے مانے ہوئے غلط عقائد اور مروّجہ رسوم و عادات سے الگ ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس پر ہر قوم کے مذہبی پیشواؤں میں جوش پیدا ہوا اور انہوں نے کوئی دقیقہ آپؑ کی مخالفت اور ایذا دہی کا باقی نہ رکھا۔ بدزبانی اور ایذا دہی کی حد ہوگئی۔ لیکن آپؑ چونکہ خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل تھے۔ آپؑ نے اس تمام مقابلہ میں باوجودیکہ بے حد اشتعال دلایا گیا۔ ضبط اور برداشت کی قوتوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس کے علاوہ آپؑ کی روزانہ زندگی میں عادتاً ایسی بہت سی باتیں پیش آجاتی تھیں جہاں کوئی شخص بھی صبر اور حوصلہ سے کام ہی نہیں لے سکتا... حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے مختلف حصوں اور حالتوں پر نظر کرو اور واقعات کا دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ نفسِ مطمئنہ مجسم ہیں اور غضب اور غصہ کی وہ قوتیں جو انسان کو اخلاق سے گرا کر نیچے گرا دیتی ہیں۔ آپؑ سے سلب کر لی گئی تھیں۔''

☆... حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ کوئی ہولناک واقعہ اور غم انگیز سانحہ آپؑ کی توجہ کو منتشر اور مفوض کام سے غافل نہیں کرسکتا۔ اقدامِ قتل کا مقدمہ جسے پادریوں نے برپا کیا اور جن کی تائید میں بعض ناعاقبت اندیش نام کے مسلمان اور آریہ بھی شامل ہو گئے تھے، ایک دنیادار کا پتّہ پگھلا دینے اور اس کا دل پریشان اور حواس مختل کر دینے کو کافی تھا۔ مگر حضرتؑ کے کسی معاملہ میں، لکھنے میں، معاشرت میں، باہر خدام سے کشادہ پیشانی اور رأفت سے ملنے میں غرض کسی حرکت وسکون میں کوئی فرق نہ آیا۔ کوئی آدمی قیاس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ آپؑ پر کوئی مقدمہ ہے... یا فلاں شخص شملہ کے پہاڑوں سے سر ٹکراتا اور ماتھا پھوڑتا پھرتا ہے کہ آپؑ کے دامنِ عزت پر اپنے ناپاک خون کا کوئی دھبہ ہی لگا دے... آپؑ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ کوئی معاملہ زمین پر واقع نہیں ہوتا۔ جب تک پہلے آسمان پر طے نہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا اور وہ اپنے بندہ کو ذلیل اور ضائع نہیں کرے گا۔ یہ ایک ایسا رکن شدید ہے جو ہر مصیبت میں آپؑ کا حصن حصین ہے۔ مَیں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپؑ کے ساتھ رہا ہوں۔ دہلی کی ناشکر گزار اور جلد باز مخلوق کے مقابل۔ پٹیالہ، جالندھر، کپور تھلہ، امرتسر، لاہور اور سیالکوٹ کے مخالفوں کی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپؑ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھا ہے۔ کبھی آپؑ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔ مَیں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتواں پست ہمت چوہے اس میں سُرنگ کھود نہیں سکتے۔ ایک دفعہ آپؑ نے جالندھر کے مقام میں فرمایا کہ ابتلا کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تُو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق و محبتِ الٰہی اور خدمتِ دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اس لیے کہ مَیں تو اُسے دیکھ چکا ہوں۔ پھر فرمایا: هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا

☆... حضرت مسیح موعود علیہ السلام تکبر، تصنّع اور بے جا مزاح یا ستائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے۔ مگر متکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا۔ مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا۔ جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لیے مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لیے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 598)

☆...ایک شخص جو فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ تھا ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہوگیا۔ آپؑ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں، لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ''میرا مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخُو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ اور مَیں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ مَیں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 6، ایڈیشن 1984ء)

☆... حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ فرماتے ہیں کہ آپؑ کی ہر ادا سے صاف ترشح ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی حبّ جاہ اور علوّ نہیں اور آپ جلوت میں محض خدا تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی خاطر بیٹھتے ہیں۔ فرمایا: ''اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تُو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ مَیں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں میدان عالم میں اس نے نکالا ہے۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔ میں قریب 25 سال تک خلوت میں بیٹھا رہا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں چاہا کہ دربارِ شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں۔ مگر امرِ آمر سے مجبور ہوں۔'' فرمایا: ''مَیں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بِنا پر ہے۔''

مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی، ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ مَیں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اسی لیے بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اسے حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ محض خدا کی رضا کے لیے بیماروں کی بیمار پُرسی یا ان کے علاج میں سعی کرنا اُن لوگوں کا کام ہے جن کے قلوب کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہو اور اس کا صحیح اندازہ اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ عیادت کرنے والے اور مریض کے تعلقات اور مراتب کا پتہ لگ جاوے۔ مثلاً اگر ایک آقا اپنے غلام کی عیادت کے لیے جا رہا ہے تو صاف معلوم ہوگا کہ اس کو جو چیز لے جا رہی ہے وہ محض خدا کی مخلوق سے ہمدردی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپؑ کے اس خلق کا مشاہدہ بھی ایسا مؤثر اور دلگداز ہے کہ انسان کو حیران کیے بغیر نہیں رہتا۔

حضورؑ بیماروں کے لیے دعاؤں پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ عملی رنگ میں بھی نسخہ تجویز کرتے۔ دوائیں مفت دیتے اور تیمارداری کے لیے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات دوا دَرمل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں ''مرجاجی جرا بوٗا کھولوتاں'' حضرت اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اَور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپؑ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارہ سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ، دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لیے برتن ہاتھوں میں لیے آنکلیں۔ آپؑ کو دینی ضرورت کے لیے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ مَیں بھی اتفاقاً جا نکلا، کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے۔ پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں۔ کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا: حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے!۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں: یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے، یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے، مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروا نہ ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ وہ نہایت غریب مزاج تھا۔ اس کا مکان فصیلِ قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور رُوڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفّن ہوتا تھا اور زمین دار آدمی تھے۔ خود اس کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا۔ مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اسی قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمین دار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے۔ جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ بہرحال اسی جگہ وہ رہتا تھا۔ وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی۔ حضرت اقدسؑ متعدد مرتبہ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفّن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی اور آپؑ بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لیے کہ فطرتی طور پر بوجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارتاً یا کنایتاً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپؑ کو اس کی عیادت اور خبر گیری کے لیے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔ آپؑ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے، اس کی مرض اور تکلیف کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔ مناسب موقع ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے۔

(آئندہ شمارے میں جاری ہے)

.........☆.........☆.........☆.........

ماہنامہ ''النور'' امریکہ اگست وستمبر 2013ء میں شامل اشاعت مکرمہ خانم رفیعہ مجید صاحبہ کی ایک نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

ہر سُو طوفانِ نُوح کے نظاروں سے پوچھ لو
اس ڈوبتی کشتی کے کناروں سے پوچھ لو
کیوں گھیرے میں بھنور کے ہے سفینۂ اسلام
محلوں میں بیٹھے حرص کے ماروں سے پوچھ لو
کیوں برپا ہے نظامِ حشر ملکِ پاک میں
جاہ و حَشَم کی چاہ کے ماروں سے پوچھ لو
کیوں اُمّتِ محمدیؐ کرب و بلا میں ہے
کسوفِ مہر و ماہ کے اشاروں سے پوچھ لو
آمدِ مسیحؑ وقت کی دیکھو حدیث میں
کرو استخارے، حق کے نظاروں سے پوچھ لو

تقرر مدیران روزنامہ الفضل انٹرنیشنل

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت الفضل انٹرنیشنل کے ادارتی انتظام میں جدّت پیدا کرنے کے پیشِ نظر حسبِ تفصیل ذیل ایڈیٹرز کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ تقرر ادارہ الفضل انٹرنیشنل کے لیے مبارک فرمائے اور تمام مدیران کو احسن رنگ میں خدماتِ دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۔ مکرم سید احسان احمد صاحب (مینیجنگ و contentایڈیٹر)

۲۔ مکرم فرخ راحیل صاحب (کاپی ایڈیٹر)

۳۔ مکرم احسن مقصود صاحب (نیوز ایڈیٹر)

۴۔ مکرم جواد قمر صاحب (سوشل میڈیا ایڈیٹر)

۵۔ مکرم ذیشان محمود صاحب (نائب مدیر برائے بچوں کا الفضل)

(مدیرِ اعلیٰ)

ایڈیٹوریل بورڈ الفضل انٹرنیشنل

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مارچ ۲۰۲۴ء تک حسبِ تفصیل ذیل الفضل انٹرنیشنل کے ایڈیٹوریل بورڈ کی منظوری عنایت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ تقرریاں مبارک فرمائے اور تمام ممبران کو بہترین رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ خاکسار حافظ محمد ظفر اللہ عاجز (مدیرِ اعلیٰ)

۲۔ مکرم حنیف محمود صاحب (ممبر)

۳۔ مکرم فرخ راحیل صاحب (ممبر)

۴۔ مکرم سید احسان احمد صاحب (ممبر)

۵۔ مکرم عبد الماجد طاہر صاحب (ممبر)

۶۔ مکرم آصف محمود باسط صاحب (ممبر)

۷۔ مکرم سید ہاشم اکبر احمد صاحب (ممبر)

۸۔ مکرم منصور احمد ضیاء صاحب (ممبر)

۹۔ مکرم پروفیسر نصیر احمد حبیب صاحب (ممبر)

۱۰۔ مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب (کینیڈا) (ممبر)

۱۱۔ مکرم ربیب مرزا صاحب (ممبر)

(مدیرِ اعلیٰ)

مینجمنٹ بورڈ الفضل انٹرنیشنل

مکرم مینیجر صاحب الفضل انٹرنیشنل اعلان کرواتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت حسبِ ذیل الفضل انٹرنیشنل کے مینجمنٹ بورڈ کی منظوری عنایت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کے لیے مبارک فرمائے۔ آمین

۱۔ مکرم نصیر احمد قمر صاحب (صدر بورڈ)

۲۔ خاکسار طاہر مہدی امتیاز احمد (سیکرٹری بورڈ)

۳۔ مکرم منیر الدین شمس صاحب (ممبر)

۴۔ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب (ممبر)

۵۔ مکرم مرزا محمود احمد صاحب (ممبر)

۶۔ مکرم حافظ محمد ظفر اللہ عاجز صاحب (ممبر)

۷۔ مکرم حنیف محمود صاحب (ممبر)

اعلاناتِ نکاح

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۱؍مارچ ۲۰۲۳ء بعد نماز ظہر وعصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل آٹھ نکاحوں کا اعلان فرمایا:

☆…عزیزہ ریان عابدین آغا بنت مکرم عبدالقادر عابدین آغا صاحب (کینیڈا) ہمراہ مکرم مشہود احمد صاحب (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم محمود احمد طارق صاحب

☆…عزیزہ ماہدہ شکیل بنت مکرم سجاد احمد شکیل صاحب (کینیڈا) ہمراہ مکرم مبین احمد ڈوگر صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم محمود احمد صاحب

☆…عزیزہ پاکیزہ بشارت بنت مکرم بشارت نور اللہ صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم طلحہ احمد صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ جرمنی) ابن مکرم نعیم احمد صاحب

☆…عزیزہ وردہ ثناء بنت مکرم ثناء اللہ صاحب مرحوم (جرمنی) ہمراہ مکرم سفیان احمد چیمہ صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ جرمنی) ابن مکرم ذوالفقار علی چیمہ صاحب

☆…عزیزہ بارعہ رحمان (واقفۂ نو) بنت مکرم چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب (صدر مجلس انصار اللہ یوکے) ہمراہ مکرم صفوان اکبر صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم محمد رضوان اکبر صاحب (یوکے)

☆…عزیزہ ماریہ کوکب وسیم بنت مکرم کلیم احمد وسیم صاحب مرحوم (یوکے) ہمراہ مکرم زبیر احمد صاحب (واقفِ زندگی۔ ریویو آف ریلیجنز لندن) ابن مکرم طاہر احمد صاحب

☆…عزیزہ ہانیہ جاوید (واقفۂ نو) بنت مکرم عبدالغفور جاوید صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم مرزا ارسلان بیگ صاحب ابن مکرم مرزا مبارک بیگ صاحب (یوکے)

☆…عزیزہ ماہم خان بنت مکرم عدنان خان صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم مباہل محمد صاحب ابن مکرم داؤد محمد صاحب (یوکے)

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز طرفین کے لیے مبارک فرمائے اور نئے رشتے کے بندھن میں بندھنے والوں کو دین و دنیا کے ثمرات سے نوازے۔ آمین

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ ……از صفحہ نمبر ۸۰

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ایسے عظیم الشان علوم ہیں جو توریت اور انجیل میں تلاش کرنا عبث ہیں۔ پس اس کے معنے اور مطالب پر غور کرنے کی ہر ایک کو عادت ڈالنی چاہیے تا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی خوبصورتی کا ہمیں پتا چلے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں شروع سے آخر تک اوامر و نواہی کی تفصیل موجود ہے۔ تلاوت کرتے ہوئے انہیں تلاش کرنا چاہیے اور ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے تبھی ہم خدا تعالیٰ کے کلام سے حقیقی فیض پا سکتے ہیں۔ قرآن شریف میں سب کچھ ہے مگر جب تک بصیرت نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن شریف معارف کا خزانہ ہے۔ دنیا کی برکتیں بھی اسی کے ساتھ آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے انبیاء کو بھیجا اور اپنی آخری کتاب نازل فرمائی کہ دنیا اس کی تاثیرات سے واقف ہو کر بچ جاوے۔ پس ہر احمدی کا یہ بھی کام ہے کہ جہاں وہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق اپنی حالت ڈھالنے کی کوشش کرے وہاں دنیا کو بھی اُس تعلیم سے آگاہ کرے اور رُوحانی اور مادی تباہی سے اُنہیں بچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف نے تعلیم دی اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ کاش یہ بات عامۃ المسلمین کو بھی سمجھ آجائے اور وہ زمانے کے امام کو پہچاننے والے بنیں۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے پاکستان، برکینا فاسو اور بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعا کی مکرر تحریک فرمائی۔

مزید تفصیلات کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں:
https://www.alfazl.com/2023/03/17/66244/

☆…☆…☆

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

March 17, 2023 – March 23, 2023

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information, please phone on +44 20 3875 6040

Friday March 17, 2023

00:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith
01:15 Question And Answer Session: Part 2 of a question and answer session with Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (rh) and English speaking guests. Recorded on June 18, 1996.
02:20 Dars Tafseer-e-Kabeer: an in-depth explanation of Qur'anic verses based on Tafseer-e-Kabeer, a commentary of the Holy Qur'an written by Hazrat Musleh Ma'ood (ra).
03:00 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Canada Address From Ladies Jalsa Gah: delivered on July 7, 2012.
05:00 Huzoor's (aba) Mulaqat With Nasirat & Lajna Denmark: Recorded on February 19, 2023.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).
06:55 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Canada Concluding Address: delivered on July 8, 2012.
08:50 Huzoor's (aba) Mulaqat With Canada Khuddam Students: Recorded on October 3, 2021.
10:25 Aal-e-Rasool (saw): life of Hazrat Fatima (ra), daughter of the Holy Prophet Muhammad (saw).
12:50 LIVE Proceedings
13:00 LIVE Friday Sermon: LIVE Friday sermon delivered by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).
14:00 LIVE Proceedings
14:25 Hayat-e-Javidaan: Today's episode is about the Promised Messiah's (as) letters to world leaders.
15:25 The Golden Age of Islam: English discussion on the life of the Holy Prophet Muhammad (saw).
16:00 Friday Sermon 2023 [R]
18:00 This Week With Huzoor (aba): Recorded on March 17, 2023.
18:35 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki & Dars-e-Hadith
19:00 Ansarullah Ijtema UK: address by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. September 20, 2015.
20:00 Zauq-e-Bayaan: A brand new game show based on the poetry of the Promised Messiah (as).
20:40 The Golden Age Of Islam [R]
21:15 Friday Sermon 2023 [R]

Saturday February 18, 2023

00:00 This Week With Huzoor (aba): Recorded on March 17, 2023.
00:35 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).
01:25 Liqa Maal Arab: with Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (rh). Rec. Nov. 25, 1999.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Malfoozat: writings of the Promised Messiah (as)
06:55 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Opening Address: Recorded on September 7, 2012.
08:50 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Recorded on March 17, 2023.
10:50 Inauguration Of Mansoor Mosque Aachen: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper). Recorded on May 23, 2015.
13:00 LIVE Intikhab-e-Sukhan: A LIVE poem request programme.
14:30 Friday Sermon 2023 [R]
16:30 LIVE Rah-e-Huda: LIVE interactive talk show answering questions.
17:35 Aal-e-Rasool (saw): life of Hazrat Fatima (ra), daughter of the Holy Prophet Muhammad (saw).
18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.
19:05 Gulshan-e-Waqfe Nau: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. Oct. 5, 2022 in Texas, USA.
21:20 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).
21:55 Kibwaya Village: Today we look at a village called Kibwaya located in Tanzania.
22:50 Friday Sermon 2023 [R]

Sunday March 19, 2023

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat: writings and speeches of the Promised Messiah (as).
00:50 Hayat-e-Javidaan: Today's episode is about the Promised Messiah's (as) letters to world leaders.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Tehreerat: writings of the Promised Messiah (as)
06:25 Retracing Huzoors (aba) Visit To Rotorua 2013
06:40 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).
07:10 Dars Tafseer-e-Kabeer: an in-depth explanation of Qur'anic verses based on Tafseer-e-Kabeer, a commentary of the Holy Qur'an written by Hazrat Musleh Ma'ood (ra).
08:30 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Address From Ladies Jalsa Gah: delivered on September 8, 2012
09:25 Aal-e-Rasool (saw): life of Hazrat Fatima (ra), daughter of the Holy Prophet Muhammad (saw).
10:00 This Week With Huzoor (aba): Recorded on March 17, 2023.
10:55 Today's episode is about the Promised Messiah's (as) letters to world leaders.
11:15 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba) delivered on March 17, 2023.
13:10 Huzoor's (aba) Mulaqat With UK Nasirat: Recorded on June 26, 2021.
14:05 Dars Tafseer-e-Kabeer [R]
14:55 Tarjamatul Qur'an Class: by Hazrat Mirza Tahir Ahmad (rh) in Urdu. Rec. April 8, 1996.
17:40 Retracing Huzoors (aba) Visit To Rotorua 2013 [R]
18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.
18:30 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Address From Ladies Jalsa Gah 2012 [R]
20:05 This Week With Huzoor (aba) [R]
21:10 Huzoor's (aba) Mulaqat With UK Nasirat 2021 [R]
22:55 Baitul Wahid Mosque Inauguration: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. May 27, 2015.

Monday March 20, 2023

00:15 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. Surah An-Nisa', verses 74-93.
00:50 Tarjamatul Qur'an Class: by Hazrat Mirza Tahir Ahmad (rh) in Urdu. Rec. April 8, 1996.
03:25 Hayat-e-Javidaan: Today's episode is about the Promised Messiah's (as) letters to world leaders.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).
06:55 Huzoor's (aba) Mulaqat With Canada Atfal: Recorded on October 17, 2021.
08:45 Foundation Stone Ceremony Of Baitus Salaam Mosque: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper). Recorded on June 9, 2015.
11:00 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper). Rec. October 2, 2020.
12:45 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Concluding Address: delivered on September 9, 2012.
14:15 In His Own Words: selected extracts from the writings of the Promised Messiah (as).
14:45 Huzoor's (aba) Mulaqat With Canada Atfal 2021 [R]
17:05 Foundation Stone Ceremony Of Baitus Salaam Mosque 2015 [R]
18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.
19:00 Friday Sermon 2020 [R]
21:05 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Concluding Address 2012 [R]
23:00 Huzoor's (aba) Mulaqat With Canada Atfal 2021 [R]

Tuesday March 21, 2023

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat: writings and speeches of the Promised Messiah (as).
00:45 The Golden Age of Islam: English discussion on the life of the Holy Prophet Muhammad (saw).
02:25 Zauq-e-Bayaan - Semifinal 1: new game show based on the poetry of the Promised Messiah (as).
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Malfoozat: writings of the Promised Messiah (as)
06:50 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Qadian Concluding Address: delivered on December 31, 2012.
08:50 Gulshan-e-Waqfe Nau: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. Oct. 5, 2022 in Texas, USA.
09:50 The Moon of The Prophets: the life of Hazrat Mirza Bashir Ahmad (ra), the second son of the Promised Messiah (as).
10:55 Inauguration Of Baitul Qaadir Mosque: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper) in Vechta, Germany. Recorded on June 9, 2015.
12:55 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba) delivered on March 17, 2023.
14:05 Zauq-e-Bayaan - Semifinal 1: new game show based on the poetry of the Promised Messiah (as).
14:35 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Qadian Concluding Address 2012 [R]
17:00 Gulshan-e-Waqfe Nau- Dallas, USA 2022 [R]
18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.
18:40 Inauguration Of Baitul Qaadir Mosque 2015 [R]
20:10 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).
21:15 Friday Sermon 2023 [R]

Wednesday March 22, 2023

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat: writings and speeches of the Promised Messiah (as).
01:10 Rencontre Avec Les Francophones: with Khalifatul-Masih IV (rh). Recorded on May 1, 2000.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Feroz Alam with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Ramadhan: selected sayings of the Holy Prophet Muhammad (saw) on the topic of 'welcoming the month of Ramadhan'.
07:00 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Recorded on March 17, 2023.
08:55 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Bangladesh Concluding Address: delivered on February 10, 2013.
11:05 Huzoor's (aba) Mulaqat With Arab Ahmadis Canada: Recorded on April 24, 2021.
13:10 Huzoor's (aba) Interview by Dutch Press: Recorded on October 5, 2015.
14:10 Aal-e-Rasool (saw): the life of Hazrat Imam Hassan (ra), grandson of the Holy Prophet (saw).
14:35 Friday Sermon 2023 [R]
15:45 Yaum-e-Masih-e-Ma'ood (as): the life and character of the Promised Messiah (as).
16:30 Friday Sermon 4 Kids: A children's programme featuring the summary of Friday sermon.
17:00 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Bangladesh Concluding Address 2013 [R]
18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.
19:00 Huzoor's (aba) Mulaqat With Arab Ahmadis Canada 2021 [R]
20:00 Rah-e-Huda: An interactive talk show answering questions. Recorded on March 18, 2023.
21:15 The Golden Age of Islam: English discussion on the life of the Holy Prophet Muhammad (saw).
22:00 Friday Sermon 2023 [R]
23:10 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. Surah Al-Fatihah and Surah Al-Baqarah, verses 1-61.

Thursday March 23, 2023

00:05 World News & Dars-e-Ramadhan & Yaum-e-Masih-e-Ma'ood (as)
01:55 Dars-ul-Quran: An in-depth explanation of Qur'anic verse 8 of Surah An-Nisa' by Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (rh) in Urdu and Arabic. Class no. 167. Rec. February 4, 1996.
03:30 Tilawat: Recitation of part 1 of the Holy Qur'an by Idir Iken.
04:30 Fajr Adhaan: The call for Fajr prayer is announced according to timings in Islamabad, Tilford, UK.
04:45 This Week With Huzoor (aba): Recorded on March 17, 2023.
05:15 Yaum-e-Masih-e-Ma'ood (as)
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).
07:05 Ashab-e-Ahmad (as): the lives of the companions of the Promised Messiah (as).
07:45 The First Ashra of Ramadhan: 'Ten Days Of Mercy'
08:20 The Photos Of The Promised Messiah (as): and the reasons behind why they were taken.
09:00 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. March 17, 2023.
10:40 Friday Sermon 4 Kids: A children's programme featuring the summary of Friday sermon.
11:05 Huzoor's (aba) Interview In Holland: Recorded on October 5, 2015.
11:30 The Timeline of History: the historical events in the life of the Promised Messiah (as).
11:50 The First Bai'at: the first Bai'at at the hand of the Promised Messiah (as).
12:50 Prophecies of The Promised Messiah (as)
13:15 Dars-ul-Quran: An in-depth explanation of Qur'anic verse 8 of Surah An-Nisa' by Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul-Masih IV (rh) in Urdu and Arabic. Recorded on February 4, 1996.
14:45 Dars Tafseer-e-Kabeer: an in-depth explanation of Qur'anic verses based on Tafseer-e-Kabeer, a commentary of the Holy Qur'an written by Hazrat Musleh Ma'ood (ra).
15:40 Waqt Tha Waqt-e-Masiha: the prophecy of the coming of the Messiah.
16:00 LIVE Promised Messiah Day Special
17:05 Tilawat: Recitation of part 1 of the Holy Qur'an by Idir Iken.
18:20 Maghrib Adhaan: call for Maghrib prayer, announced according to timings in Islamabad, UK.
19:40 Gulshan-e-Waqfe Nau: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. Oct. 5, 2022 in Texas, USA.
21:30 Dars-ul-Quran 1996 [R]

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department

Al-Fazl daily International, London

Tahir House - 22 Deer Park Rd, London SW19 3TL ISSN: 1352 9587 Tel: +44 20 8544 7603 Fax: +44 20 8544 7611 +44 7566 234466

Vol 30 Thursday 23 March 2023 Issue No. 24

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرمعارف ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم کے فضائل، مقام و مرتبہ اور عظمت کا بیان

☆... قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں افسوس ہے کہ لوگ جوش اور سرگرمی کے ساتھ قرآن شریف کی طرف توجہ نہیں کرتے

☆... ہمیں قرآن شریف پر غور و تدبر کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اپنی روحانی اور علمی حالت بھی بہتر کریں اور مخالفین کا ردّ بھی کرسکیں

☆... ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے

☆... اگلے ہفتے شروع ہونے والے رمضان میں خاص طور پر ہمیں قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے

☆... احباب جماعت کو پاکستان، برکینا فاسو اور بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعا کی مکرر تحریک

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۷؍مارچ ۲۰۲۳ء بمطابق ۱۷؍امان ۱۴۰۲ ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۷؍مارچ ۲۰۲۳ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب (مربی سلسلہ) کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ چند ہفتوں سے قرآن کریم کا مقام و مرتبہ اور محاسن بیان ہو رہے ہیں۔ قرآن شریف کے نزدیک مذہب کا منصب کیا ہے اور انسانی قویٰ پر اس کا کیا تصرف ہے اور ہونا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انجیل نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ انجیل حکمت کے طریقوں سے دُور ہے لیکن قرآن شریف بڑی تفصیل سے بار بار اس مسئلے کو حل کرتا ہے کہ مذہب کا یہ منصب نہیں ہے کہ انسانوں کے فطرتی قویٰ کو تبدیل کرے اور بھیڑیئے کو بکری بنا کر دکھلائے یعنی طاقتور کو کمزور بنا کر دکھائے بلکہ مذہب کی علت غائی یہ ہے کہ جو قویٰ اور ملکات فطرتاً انسان کے اندر موجود ہیں، جو صلاحیتیں اور طاقتیں ہیں ان کو اپنے محل اور موقع پر لگانے کے لیے راہبری کرے۔ مذہب کا یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی فطرتی قوت کو بدل ڈالے بلکہ یہ اختیار ہے کہ اس کو محل پر استعمال کرنے کے لیے ہدایت کرے۔ صرف ایک قوت پر زور نہ ڈالے بلکہ تمام قوتوں کے استعمال کے لیے وصیت فرمائے۔ اصل غرض اصلاح اور بہتری ہے۔ اور یہ مقصد جس طرح بھی پورا ہو اُس کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ بات واقعی سچی ہے کہ مسلمان قرآن کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن اب خدا کا ارادہ ہے کہ صحیح معنی قرآن کے ظاہر کرے۔ خدا نے مجھے اسی لیے مامور کیا ہے اور میں اس کے الہام اور وحی سے قرآن کریم کو سمجھتا ہوں۔ قرآن کریم کی ایسی تعلیم ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا اور معقولات سے ایسی پُر ہے کہ ایک فلاسفر کو بھی اعتراض کا موقع نہیں ملتا۔ قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانے کی خبریں ہیں۔ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بتازہ ملتے ہیں۔ یہ فخر قرآن مجید کو ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج اس میں بتایا، تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اُس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

حضور انور نے فرمایا کہ بدعات سے ہمیں بچنا چاہیے اور قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ **اگلے ہفتے رمضان بھی شروع ہو رہا ہے تو اس رمضان میں خاص طور پر ہمیں قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔** حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دل کی سختی کو نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن کریم کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے پھول چُنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چُنتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر مقام کے مناسب حال فائدہ اُٹھاوے۔ اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے کہ انسان احکامات اور نواہی کو اپنے اوپر لاگو کرے۔ جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں وہ کرے اور جن سے روکا ہے اُن سے روکنے کی کوشش کرے یہی پھول ہیں جو انسان اس باغ سے چُنتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کسی معاملہ پر فیصلہ کرنے لگے تو ایک بوڑھی عورت نے کہا کہ حدیث میں یہ لکھا ہے لیکن آپؓ نے فرمایا کہ میں ایک بڑھیا کے لیے کتاب اللہ کو ترک نہیں کرسکتا۔ پس حقیقت یہی ہے اسی کو ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔ اگر یہ نہیں ہوگا تو بدعات پھیلتی چلی جائیں گی اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں بدعات پھیلتی جارہی ہیں اور قرآن کریم کی اصل تعلیم سے دُور کر رہی ہیں۔ عامۃ المسلمین کی اکثریت تو جاہل ہے۔ نام نہاد علماء اُن کو جس طرف لے جاتے ہیں وہ چل پڑتے ہیں اور بدعات پھیلتی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم پر الزام ہے کہ ہم قرآن کریم کی تحریف کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کرسکتے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ افسوس ہے کہ لوگ جوش اور سرگرمی کے ساتھ قرآن شریف کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن شریف استدلالی رنگ رکھتا ہے۔ کوئی بات ایسی بیان نہیں کرتا جس کے ساتھ اس نے قوی اور مستحکم دلیل نہ دی ہو۔ جیسی قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت اپنے اندر ایک جذب رکھتی ہے، جس طرح پر اس کی تعلیم میں معقولیت اور کشش ہے ویسے ہی اُس کے دلائل مؤثر ہیں۔ پس کوئی اور کتاب قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جب قرآن پڑھو اور کوئی بات قرآن کریم میں دیکھو تو وہیں اُس کی دلیل بھی تلاش کرو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم تو قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے جادو بھاگتا ہے۔ اس کے بالمقابل کوئی باطل اور سحر نہیں ٹھہر سکتا۔ قرآن کریم وہ عظیم الشان حربہ ہے جس کے بالمقابل کسی باطل کو قائم رہنے کی ہمت ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ آسمانی ہتھیار ہے جو کبھی کند نہیں ہوسکتا۔ پس ہمیں قرآن شریف پر غور و تدبر کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم اپنی روحانی اور علمی حالت بھی بہتر کریں اور مخالفین کا ردّ بھی کرسکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن شریف قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ تمام دنیا میں یہ فخر خاص قران شریف کو حاصل ہے جس نے یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ یعنی مسلمانوں یہ کہو کہ ہم دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو ردّ کردیں۔ آپؑ نے چیلنج فرمایا کہ اگر ایسی صلح کار کوئی اور کتاب ہے تو اُس کا نام لو۔ آپؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اس کا بیان ایسا جامع دقائق اور حقائق ہے کہ جس قدر ایسے شبہات دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں ان سب کا ردّ معقولی طور پر اس میں موجود ہے۔ قرآن کریم یقینی اور قطعی کلام ہے جو شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے پہلے متفرق طور پر ہر ایک امت کو جدا جدا دستور العمل بھیجا اور پھر چاہا کہ جیسا کہ خدا ایک ہے وہ بھی ایک ہوجائیں تب سب کو اکٹھا کرنے کے لیے قرآن کو بھیجا۔ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے کہ ان کی تعلیموں کو جو قصوں کے رنگ میں تھیں علمی رنگ دے دیا ہے۔ کوئی شخص ان قصوں سے نجات نہیں پاسکتا جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اس کو قصہ سمجھتے ہیں اُنہوں نے اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف ہماری مخالفت میں اس لیے تیز ہیں کہ ہم دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف سراسر نور، حکمت اور معرفت ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے اس لیے ہم اُن کی مخالفت کی کیوں پروا کریں۔

......باقی صفحہ ۷۸ پر......

نائب مدیر: حنیف محمود مضامین و آراء کے لیے: info@alfazl.com www.alfazl.com مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد خریداری و اشتہارات کے لیے: manager@alfazl.com